UNIVERSAL LIBRARY
OU_222050
UNIVERSAL LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY
891.44
Call No. ۸۹۱۰۴۴ Accession No. ۳۷۱۸
3718.
Author ٹیگور، رابندرا ناتھ
Title پھل چن
This book should be returned on or before the date last marked below.

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

ٹیگور کے ماسٹر پیس The Wreck کا اردو ترجمہ

طوفان

The Wreck

از قلم

شاعر اعظم ایشیا ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور

پبلشر

آرٹ پستک بھنڈار کٹڑہ آہلوالیہ بازار گھنٹہ گھر امرتسر

۱۰۰۰ (راما آرٹ پریس امرتسر میں باہتمام [illegible] چھپا) قیمت [illegible]

نذر

Checked
بنگالی مجموعہ

اس دلکش ناول کو اردو
لباس پہنا کر اپنے
مہربان دوست مسٹر
ہرکرشن لال جی کورچھ کی
نذر کرتا ہوں۔

پہلی نومبر ۱۹۳۹ء
شانتی آشرم ماڈل ٹاؤن امرتسر

شانتی نرائن شہ

طوفان

باب (۱)

رمیش اور ہیم نلنی

ہیم نلنی [illegible] چرن کی بیٹی تھی اور ایف اے میں تعلیم حاصل کر رہی تھی۔ آزادی خوش [illegible] بھی غرضیکہ گھر میں ہر ایک چیز میسر تھی۔ ایک اس کا بھائی جوگندر تھا۔ [illegible] ہم جماعت رمیش [illegible] ساتھ والے مکان میں مقیم تھا۔ اکثر جوگندر بابو کے ہمراہ ان کے گھر چائے وغیرہ پینے آجایا کرتا تھا۔

ہیم نلنی کو رمیش بڑے پریم بھرے نینوں سے دیکھا کرتا تھا۔ اکثر ہیم جب کبھی چھت پر جاتی تو [illegible] کے مکان پر رمیش کو بھی کتاب ہاتھ میں لئے ٹہلتے دیکھتی۔ تب دونوں کو پڑھائی و حصول مقصد بھول جاتا۔ اور آنکھوں ہی آنکھوں میں محبت کے کھیل کھیلا کرتے۔

رمیش بڑا قابل محنتی خوش خلق نوجوان تھا۔ آج تک کسی جماعت میں بھی اسے ناکامی نہ ہوئی تھی۔ نہ ہی آج تک اس نے والدین سے خرچ سکول کے لئے دست سوال دراز کیا تھا۔ کیونکہ لڑکا نہایت محنتی تھا یہی وجہ تھی۔ کہ اس نے لوئر

پرائمری میں وظیفہ حاصل کیا تھا۔ اور آج تک برابر لئے جا رہا تھا۔ اس سال بھی اس کی کامیابی یقینی تھی۔ ابھی امتحان میں کچھ دن باقی ہی تھے۔ کہ رمیش کے باپ نے لکھ بھیجا تھا۔ امتحان دے کر گاؤں پہنچ جاؤ۔ باوجود تاکیدی خط وصول ہو چکنے کے بھی اس کی تیاری میں کوئی سرگرمی نظر نہ آتی تھی۔

پیشتر ازیں لکھا جا چکا ہے۔ کہ رمیش آنند چرن کے ہاں چائے پینے کے ساتھ جایا کرتا تھا۔ وہاں ان کا ایک اور دوست اکشے کمار بھی اسی شوق کا متوالا گاہے بگاہے پہنچ جاتا تھا۔

اکشے کمار کچھ زیادہ پڑھے لکھے تو نہ تھے۔ مگر پھر بھی اچھے پڑھے لکھوں کے سے کام کرتے تھے۔ ایک دن چائے کے دوران میں اس بات پر سلسلہ کلام جاری تھا۔ کہ عورت بھی پڑھ جائے۔ لیکن کسی صورت میں بھی مرد کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ مرد کا دماغ اکثر جلد پر پہنچ جاتا ہے۔ مگر عورت اپنی ناسمجھی کوتاہ اندیشی کا ثبوت ہر جگہ دیتی ہے۔ عورت کیسی بھی ذہین ہو جائے۔ مگر وہ پھر بھی کوئی بڑا کام نہیں کر سکتی وغیرہ وغیرہ

ہیم نلنی "دادا، رمیش کے پتا جی کو یہاں ہی بلا لو چائے پی لیں گے"

رمیش "نہیں آج رہنے دیں۔ میں خود ہی جا رہا ہوں"

اکشے کمار۔ دل ہی دل ان کے جانے کی خوشی محسوس کرتے ہوئے "ممکن ہے انہیں یہاں چائے پینے میں اعتراض ہو۔ جب رمیش گھر پہنچا تو برج موہن بولے آج تمہیں گھر چلنا ہوگا"

رمیش "پتا جی کیا کوئی خاص کام ہے"

برج موہن "کام وام تو کچھ نہیں"

رمیش "تو پھر اتنی بھاگ دوڑ کیوں! یہ کہہ کر رمیش نے پتا کے چہرے کا بغور جانچا۔ مگر برج موہن بابو نے جواب تک دینے کی ضرورت نہ سمجھی"

شام کے وقت جب برج موہن بابو اپنے یار دوستوں سے ملنے گئے تو رمیش

چاہا کہ ایک خط لکھ کر اپنے اور ہیم نلنی کے پریم کو اپنے والد پر واضح کر دے۔ مگر باوجود کوشش بسیار کے اسے نفس مضمون کے سمجھانے کا طریقہ بھی نظر نہ آیا۔

شام کو جب برج موہن بابو کھانا کھا کر آرام کرنے گئے۔ تو رمیش پڑوس کے مکان کی طرف نظریں کر کے دیوانہ وار ٹہلنے لگا۔ جب رات کے نو بجے تو اکشے کمار ہیم نلنی کے مکان سے باہر نکلا۔ اور سب مکان والے دیا بتی گل کر کے اپنی اپنی خوابگاہوں میں چلے گئے

رمیش بابو کو بھی باپ کے سامنے رائے ظاہر کرنے کی ہمت نہ پڑی۔ آخر دوسرے دن گاڑی میں روانہ ہو گئے۔ گھر پہنچ رمیش نے سنا کہ اس کی شادی بھی مقرر ہو چکی ہوئی ہے۔ لڑکی بھی دیکھ لی گئی ہے۔

شادی کی خبر سنکر رمیش کا چہرہ اتر گیا۔ وہ مغموم ہو کر ٹہلنے لگا۔ اس نے اس شادی سے کنارہ کشی کرنے کی خاطر کئی تدبیریں سوچیں۔ مگر کسی پر بھی اطمینان سے فیصلہ نہ کر سکا۔ آخر جی کڑا کر کے باپ کے پاس گیا اور کہنے لگا۔

"میں شادی نہیں کروں گا"

برج موہن "اس کیوں"؟

رمیش "میں نے کسی اور جگہ وعدہ کیا ہوا ہے۔"

برج موہن "اب تو لڑکی والوں سے بات چیت بھی طے ہو چکی ہوئی ہے۔"

رمیش "نہیں ابھی کچھ نہیں بگڑا۔"

برج موہن "اب تو یہ کام ہو کر ہی رہے گا"

رمیش سر جھکا کر کسی اور لڑکی سے شادی کرنے میں میرا سر بے انصافی ہے۔ اس سے وہ کچھ بھی جواب نہ دے سکا۔ سوچنے لگا ایشور کی یہی مرضی ہے۔ کہ میرا کیا ہوا سب گیا گذرا ہے۔ اب رمیش سوچنے لگا کہ یہ دن جو شادی کا مقرر ہوا ہے۔ اگر ٹل جائے تو پھر کئی ماہ تک موافق دن شادی کا نہ مل سکے گا۔ اس لئے کسی نہ کسی طریقہ سے اس دن کو ضرور

تا بیٹے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ رمیش کی شادی جہاں مقرر ہوئی تھی۔ وہاں کشتیوں پر جانے سے خرچ میں بچت رہ سکتی تھی۔ چنانچہ اچھا دن دیکھ کر رمیش کے پتا نے ملاحوں سے سفر خرچ کا فیصلہ کرلیا۔ شادی ہونے کے دوسرے دن ایک کشتی عورتیں دوسری کشتی بزرگ تیسری کشتی بینڈ باجے والے اور چھوٹی کشتی میں رمیش اور اس کے رشتہ دار سوار ہو کر چل دیئے۔ ہوا اس دن بالکل ناموافق چل رہی تھی۔ گرمی کا بہت زور تھا۔ بادل چاروں طرف سے گھرے ہوئے تھے۔ جب آسمان کی رنگت بگڑتی دیکھی تو ملاح لوگ کہنے لگے "

" آج کی رات یہاں ہی بسر کرتے ہیں۔ صبح مطلع صاف ہو جانے پر چلیں گے۔

مگر برج موہن نے باصرار کہنا شروع کردیا۔ آپ لوگ کیا خاک کام کرنے کے قابل ہو۔ جو اس پورنماشی کی سورج جیسی سفید رات میں بھی کشتی چلانے سے ڈر رہے ہو۔ مجھے توکل ہی بہو کو گھر لے جانا ضروری ہے۔

بابو برج موہن کے ان الفاظ سے بھلا پھر ملاح لوگ کب اعتراض کر سکتے تھے سب لوگ اپنی پوری قوت سے کشتی چلانے لگے۔ کہ اچانک ہی بادل گرجنے لگے۔ دور سے گرد و غبار اس تیزی سے اڑا آرہا تھا۔ کہ دیکھنے والا گھبرا جاتا تھا۔ بادل کی گرج گرد و غبار ہوا کا زور دیکھ کر ملاحوں نے سنبھالو سنبھالو کا شور مچادیا۔ مگر دم کے دم میں کیا ہوا ــــ ــــ اس کا کسی کو بھی پتہ نہ لگا۔ کہ کشتیوں کے ساتھ کیا سلوک ہوا

بس سب ختم ہوا۔ دریا کی ریتلی وادی پر پورنماشی کا چاند اپنی چمک کو دوبالا کر لگا۔ دریا میں دور تک کوئی کشتی نظر نہ آتی تھی۔ دریا اپنی پرسکون رفتار سے بہے جاتا تھا۔ جس طرح موت کے وقت انسان سب امراض سے مخلصی پاکر آرام سے گور کی گود میں جا بیٹھتا ہے۔ ویسی ہی شانتی اور سکون اس وقت دریا پر طاری ہو گئی تھی دریا کے کنارے سے ریتلی زمین پر پڑے ہوئے رمیش بابو نے ہوش آنے پر آنکھیں کھول کر جب دیکھا تو اسے سوائے پانی یا ریت کے کچھ نظر نہ آ

وہ پھر آنکھیں موند کر فکر میں غرق ہو گیا اور دماغ ٹھکانے کر کے تھوڑی دیر کی یکسوئی سے اس کے دماغ میں گذشتہ تمام واقعات یکے بعد دیگرے چرخے کی مال کی مانند بالترتیب مسلسل آنے شروع ہوئے۔ وہ سوچنے لگا۔ کہ پتا جی اور دوسرے سب لوگوں سے کیا بیتی ہو گی۔ ان حالات کو معلوم کرنے کی خاطر وہ اٹھ کر اپنے گرد و دور دور تک دیکھنے لگا۔ جب سوائے ریت کے کچھ نظر نہ آیا۔ تو دریا کے کنارے کنارے چلنے لگا۔

تھوڑی دور جانے پر دور سے اسے ایک سرخ کپڑے کی جھلک دکھائی دی۔ فوراً دوڑا دوڑا وہاں پہنچ گیا۔ تو دیکھا ایک نئی نویلی دلہن سرخ شادی کا لباس پہنے بے ہوش پڑی ہے۔ رمیش نے اس کے ہوش میں لانے کی تدابیر پر عمل شروع کر دیا۔ کوشش بسیار کے بعد سے آہستہ آہستہ سانس آنی شروع ہوئی اسکی نگاہیں رمیش پر تھیں اور وہ چپ چاپ ایشور کے اس کارخانے کا جزیہ لینے لگا

جب دلہن ہوش میں آئی تو اس نے اپنے بے ترتیب لباس کو درست کر کے گھونگٹ نکالا

رمیش "آپ کچھ بتا سکتی ہیں! کہ تمہاری کشتی کی باقی سواریاں کہاں ہیں"

اس نے سر جھکایا مگر کوئی جواب نہ دیا۔

رمیش "کیا تم تھوڑی دیر یہاں ٹھہر سکو گی؟ تاکہ میں چاروں طرف گھوم پھر کر کچھ پتہ لگا سکوں؟"

لڑکی نے اب کے بھی کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے اپنے جسم کو کچھ اس طریقہ سے سکیڑا جس سے ظاہر ہوتا تھا۔ نہ مجھے اکیلے چھوڑ کر نہ جائیں۔

رمیش سمجھ گیا۔ وہ اٹھ کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ جب کوئی نظر نہ آیا۔ تو نام لے لے سب رشتہ داروں کو پکارنے لگا۔ مگر کوئی جواب نہ ملا۔

رمیش نے دیکھا! دلہن سسکیاں بھر بھر کر رو رہی ہے۔ اس نے اسے

کچھ نہ کہا۔ چپ چاپ اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ مگر اس سے اس کا رونا کم نہ ہوا۔ بلکہ اس شفقت سے ناسور چھل گیا۔ رمیش کی آنکھوں سے بھی آنسوؤں کا تار بندھ گیا۔

جب دونوں رو دھو کر چپ ہوئے۔ تو اتنے عرصے میں چاند غروب ہو چکا تھا۔ رات کی تاریکی کا تسلط ہر طرف قائم تھا۔ تو یہ ریتیلا دریا کا کنارہ کچھ عجیب ڈراونی صورت کا نظر آتا تھا۔

اس وقت لڑکی کے خوف سے سرد مگر نازک ہاتھ پکڑ کر رمیش نے آہستہ آہستہ اسے اپنی طرف کھینچا۔ خائف لڑکی نے کسی قسم کی پس و پیش نہ کی۔ کیونکہ وہ اس وقت انسان کا وجود اپنے پاس دیکھ کر غنیمت سمجھ رہی تھی۔ چنانچہ اس خوفناک تاریکی اور ریتے میں رمیش کے سینے پر پناہ لے کر اس نے ایک روحانی سرور محسوس کیا۔ اس وقت اسے شرمانے کا موقع نہیں تھا۔ اس خود بخود ہی اپنے آپ کو رمیش کی گود میں ڈال دیا۔

دونوں مارے تھکان کے لیٹ رہے۔ صبح سورج کی تپش سے ہی دونوں بیدار ہو سکے۔ جب آنکھ کھلی تو دونوں حیرانی سے اپنے اردگرد دیکھنے لگے۔

صبح کے وقت ندی پر چھوٹی چھوٹی کشتیاں دکھائی دیں۔ رمیش نے ان میں سے ایک چھوٹی سی کشتی کرایہ پر لی۔ اور رشتہ داروں کی تلاش کرتا ہوا دلہن کو لے کر گھر روانہ ہوا۔

گاؤں کے گھاٹ پر پہنچ کر رمیش نے سنا کہ سوائے چند ملاحوں کے کوئی بھی جانبر نہیں ہو سکا۔ بلکہ سب کی مردہ لاشیں مل گئی تھیں۔

گھر میں رمیش کی بوڑھی ماں تھی۔ بہو کو رمیش کے ہمراہ دیکھ کر زور زور سے چلانے لگی۔ محلہ کے لوگ جو برات میں گئے تھے۔ ان کے گھروں میں بھی شور مچ گیا۔ کسی نے بھی بہو کا خیر مقدم نہ کیا۔ بلکہ سب اس کے سایہ سے بھی نفرت

کرنے لگے۔

رمیش کا دل بھی اس سلوک سے بھر گیا۔ چنانچہ اس نے دل ہی دل میں فیصلہ کر لیا۔ کہ مجھے رسوماتِ مرگ کی ادائیگی سے پیشتر ہی بہو کو لے کر کہیں چلے جانا چاہیئے۔ مگر جائداد کا مناسب انتظام کسی وقت ہوتے نظر نہ آتا تھا۔ اس لئے مجبوراً رمیش کو تین چار ماہ گھر پر رہ کر معقول انتظام کرنا پڑا۔

اتنے عرصے میں نئی دلہن کی واقفیت گاؤں کی چند لڑکیوں سے ہو گئی جس کی وجہ سے بہو کا وقت بھی اچھا بسر ہونے لگا۔ ادھر رمیش بھی کبھی کبھی بہو سے آنکھ مچولی کھیلا کرتا۔ کبھی اس کا سر اپنی گود میں لے کر ریشم سے ہاتھ سے بالوں کو کنگھی کرتا۔ ایک دن رمیش نے بہو کو کہا "سوشیلا! آج تمہارا جوڑا کچھ اچھا نہیں بندھا ہوا"۔

"بھلا یہ تو بتاؤ۔ آپ سب لوگ مجھے سوشیلا کہہ کر کیوں پکارتے ہیں۔ کیا میرا نام تبدیل ہو جانے سے میرے بُرے دن پھر جائیں گے۔ بس تو بچپن سے ہی ابھاگنی بدبخت پیدا ہوئی ہوں جو جو میری ماتا گاوہ بھی دکھی ہوا۔ جب تک جیوں گی روؤں گی۔ میری قسمت بھلا کیسے تبدیل ہو سکتی ہے؟"

رمیش کا دل دھڑکنے لگا۔ چہرہ زرد پڑ گیا۔ تحیرانہ انداز سے اس کے چہرے کی طرف بغور دیکھنے لگا۔ آخر کہنے لگا "بچپن ہی سے ہر قدم تم کس طرح واقع ہوئی ہو"۔

"میری پیدائش سے پیشتر ہی باپ سرگباش ہو گئے تھے۔ چھ ماہ کے بعد ماں بھی مجھے چھوڑ کر پرلوک سدھار گئی۔ ماما کے گھر سینکڑوں دکھ سہہ سہہ کر پلی۔ پھر یکایک سنا کہیں سے تم نے مجھے پسند کر لیا ہے۔ دو دن میں ہی شادی ہو گئی۔ اس کے بعد کے حالات آپ جانتے ہی ہیں"۔

یہ سن کر رمیش کے ہوش و حواس غائب ہوتے نظر آنے لگے۔ نیم خفتہ حالت میں جس طرح انسان آنکھیں موند کر پڑا رہتا ہے ایسے ہی رمیش بالو چپ چاپ

جواب کی حاجت نہ خیال کرتے ہوئے خاموش پڑے رہے۔

جب کافی عرصہ بہو کو رمیش نے کوئی جواب نہ دیا۔ تو اس نے اپنے ملائم ریشمی ہاتھوں میں ان کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ "سو رہے ہو کیا؟"

"نہیں۔"

اس کے بعد رمیش کی طرف سے کوئی جواب نہ پاکر دلہن بھی سو گئی۔ رمیش اٹھ کر بیٹھ گیا اور بہو کے چہرے کو دیکھ کر سوچنے لگا۔ کاتب تقدیر نے اس کے ماتھے پر جو لکھ دیا ہے۔ اس میں سے کوئی بات معلوم نہیں ہو سکی۔ ایسے دلفریب بھولے بھالے حسن کا کیسا خوفناک انجام۔ یہ سچ ہے کہ مصیبت اکیلی نہیں آتی ہر جانب اسی کی شکل دیکھتا ہوں۔ ایشور اب رحم کرے۔

خیالات کی اس ادھیڑ بن میں رمیش جان گیا۔ کہ یہ میری بیوی نہیں ہے۔ جس کے ساتھ میری شادی ہوئی تھی۔ مگر یہ کسی طرح بھی معلوم نہ کر سکا کہ یہ کس کی بیوی ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد جب لڑکی خواب مدہوش سے بیدار ہوئی تو رمیش بابو کہنے لگا۔ "شادی سے پہلے جب تم نے مجھے دیکھا تھا۔ تو اسوقت تمہیں کیا خیال پیدا ہوا تھا"

"میں نے تو تمہیں دیکھا ہی نہ تھا۔ میں نے آنکھیں نیچی کر لی تھیں۔"

"تو تم نے میرا نام تو سنا ہوگا۔"

جس دن آپ کو دیکھا تھا۔ اس کے دوسرے دن شادی بھی ہو گئی۔ اور مامی نے مجھے جلدی جلدی روانہ کر دیا۔ میں نے آپ کا نام نہیں سنا۔"

"اچھا تم لکھنا پڑھنا تو جانتی ہو اپنا نام لکھو!"

یہ کہہ کر رمیش نے کاغذ پنسل اسے دے دی۔ تو وہ کہنے لگی میرا نام بہت آسان ہے۔ صرف چند حروف کا مجموعہ یہ کہہ کر بڑے بڑے حرفوں میں اپنا نام "کملا دیوی" لکھا۔

"اچھا اپنے ماما اور گاؤں کا نام بھی لکھو" کملا نے پھر پنسل لے کر شری پت تارنی چرن چٹو پادھیائے لکھ کر پوچھا۔ کہیں غلطی تو نہیں رہ گئی پھر گاؤں کا نام چندن نگر لکھ دیا۔

رمیش نے اس طرح اپنی عقل بیدار کے ذریعے کسی قدر پتہ لگا ہی لیا۔ پھر اس نے سوچا بہت ممکن ہے۔ کہ اس کا شوہر طوفان میں ڈوب گیا ہو۔ اور اگر کسی طرح اس کے سسرال کا پتہ لگ بھی گیا۔ تو شاید وہ اسے قبول بھی کریں یا نہ۔ اگر ماما کے گھر بھیج دوں۔ تو شاید وہ کیا کیا الزام لگائیں۔ اور سماج کس طرح پیش آئے۔ ایشور اسے کہاں جگہ ملے گی اس کا شوہر اگر زندہ بھی ہوا۔ تو اسے کس طرح قبول کریگا۔ بیوی کے بغیر میں بھی اسے گھر میں رکھ نہیں سکتا۔ اور اپنی بیوی تسلیم کرکے رکھنا بھی مناسب نہیں ہے۔

غرضیکہ ان ہی خیالات میں مستغرق ہو کر رمیش خود ہی گاؤں والوں سے الگ الگ رکھنے کی کوشش کرنے لگا۔ آخر اس نے سوچا کلکتہ کی بارونق بھیڑ بھاڑ میں اس کے چھپا کر رکھنے کا اچھا پربند ہو سکے گا

یہ سوچ کر رمیش اسے کلکتہ لے آیا۔ گو پہلے جس محلہ میں وہ رہتا تھا۔ اس سے بہت دور مکان کرایہ پر لیا گیا۔ ایک مہری رکھ دی گئی جو دن کو اس کے پاس گھر کا کام دھندا کرتی رہتی رمیش کو اب خیال پیدا ہوا۔ کہ رات کو اسے اکیلا چھوڑنا ٹھیک نہیں۔ مگر میرا بھی اس کیساتھ رہنا مناسب نہیں۔

شام کے کھانے کے بعد مہری چلی گئی۔ تو رمیش نے کملا کو کہا۔ وہ بستر بچھا ہوا ہے جا کر سو رہو۔ میں اس کتاب کے چند صفحے پڑھکر سوؤں گا۔

یہ کہہ کر رمیش کتاب پڑھنے لگا۔ جوانی کی مستانی کملا بستر پر لیٹتے ہی خراٹے لینے لگی۔ اس طرح سے رمیش الگ کسی جگہ سو گیا۔ تو رات گذر گئی۔ دوسری رات گرمی بہت تھی۔ کملا کو کسی بہانے رمیش نے پہلے الگ سلا دیا۔ اور خود

الگ دوسری جگہ پر جا پڑا۔ پنکھے کی ہوا میں رمیش کو نیند آگئی۔ مگر رات کے ۲ بجے یکایک بیدار ہو گیا۔ تو کیا دیکھتا ہے۔ کہ کملا اس کے پاس ہی زمین پر سو رہی تھی۔ اس نے دیکھا کہ سوئی ہوئی کملا کا ایک ہاتھ اس کے گلے میں ہے اور سر اس کے سینہ کے ساتھ لگائے پریم سے لپٹی ہوئی سو رہی ہے رمیش اس نظارے کی تاب نہ لا سکا۔ وہ اس کی ہم بستری سے کنارہ کشی کی کوشش کرنے لگا۔ پھر آہستہ آہستہ وہیں سے علٰحدہ ہو گیا۔ رمیش نے سوچا اسے کسی گرل سکول میں داخل کروا کر بورڈنگ میں رکھنے کا انتظام بہتر رہے گا۔ اس طرح سے میں بھی کچھ عرصہ کے لئے فکر سے آزاد ہو سکوں گا۔

رمیش نے دوسرے دن کملا سے پوچھا۔ تم پڑھنا لکھنا سیکھو گی"

کملا۔ رس بھری آنکھوں سے رمیش کو دیکھ کر ـــــ "آپ کی مرضی"

یہ سنتے ہی رمیش نے تعلیم کے متعلق ایک فلسفانہ لیکچر دے کر پورے طور سے کملا کو پڑھنے پر راضی کر لیا۔ تب کہنے لگا۔ تمہیں سکول جانا پڑے گا"۔

کملا نے حیران ہو کر کہا۔" سکول جاؤں گی! اتنی بڑی ہو کر۔ چھوٹی چھوٹی لڑکیوں کے ہمراہ میں کیسے پڑھ سکوں گی؟"

" نہیں وہاں تو بہت بڑی بڑی لڑکیاں بھی پڑھتی ہیں"۔

کملا ایک دن گاڑی میں سوار ہو کر سکول گئی۔ اس نے دیکھا کہ بہت چھوٹی چھوٹی لڑکیاں پڑھ رہی ہیں۔ رمیش جب اسے ہیڈ مسٹرس کے سپرد کر کے واپس آنے لگا۔ تو کملا بھی اس کے پیچھے چلی آئی۔ تو رمیش نے کہا۔ کہاں آتی ہو؟ تمہیں تو یہاں ہی رہنا پڑے گا"۔

"آپ یہاں نہیں رہو گے"؟

"مجھے یہاں گرل سکول میں رہنے کی اجازت نہیں ہے"۔

"رمیش کا ہاتھ پکڑ کر تو میں بھی یہاں اکیلی نہ رہ سکوں گی۔ مجھے اپنے

ساتھ ہی لے چلو۔

رمیش بلامت آمیز انداز سے کہنے لگا" پھر تم پڑھ چکی۔

کملا کسی قدر خائف ہوگئی۔ چہرا اتر گیا۔ رمیش بھی مغموم ہوگیا۔ مگر جلدی ہی چلا گیا۔

رمیش کا ارادہ علی پور میں وکالت کرنے کا تھا۔ مگر اس کا دل ٹوٹ گیا تھا۔ اتنی ہمت نہ رہی تھی۔ کہ وہ کام شروع کرے۔ چنانچہ اس نے بلا ضرور سیر کرنے کی ٹھانی۔

ان ہی دنوں بابو آنند چرن کا ایک خط آیا۔ انہوں نے تحریر کیا تھا۔ کہ چند یوم ہوئے گزٹ میں دیکھا تھا۔ کہ تم اچھے نمبروں میں پاس ہوئے ہو۔ مگر پتہ نہیں تم نے کیوں نہ لکھا نہ ہی کئی دن سے تمہاری خیریت کی اطلاع آئی ہے۔

رمیش بابو نے فوراً جواب میں لکھ دیا۔ بہت ضروری کاموں کی مصروفیت کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکا نہ ہی آپ کی نئی سکونت کا پتہ تھا۔

ایک دن رمیش بابو گاڑی میں سوار ہوکر کچہری سے واپس آرہے تھے۔ کہ راستے میں کسی نے نہایت بیتابانہ انداز سے آواز دی۔ کوچوان گاڑی روکو۔ رمیش بابو گاڑی کھڑی کرو۔ گاڑی کھڑی ہوئی تو رمیش بابو آنند چرن اور اس کی لڑکی ہیم نلنی کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اس دن علی پور کے چڑیا خانے میں کسی نئے جانور کو دیکھنے آنند بابو لڑکی کے ہمراہ گئے تھے۔

ہیم نلنی کا وہی ملاحت آمیز سنجیدہ چہرہ معطر دلفریب ساڑھی ہاروں سے مزین جوڑا اور وہی پرانی سادہ سج دھج دیکھ کر رمیش کے خون میں سر سے لے کر پاؤں تک ایک لہر دوڑ گئی۔

آنند چرن" رمیش! آج تو ہم لوگوں کی بڑی خوش قسمتی ہے۔ جو آپ کے درشن ہوسکے۔ ورنہ اول تو تم خط ہی نہیں لکھتے اور کہیں لکھ بھی دیا تو پتہ

ندارد۔ اس وقت کہاں جا رہے تھے؟"

"کچہری سے گھر جا رہا تھا۔"

آنند حیران۔ "تو چلو ~~~~~~ چائے پی کر چلے جانا۔"

رمیش کا دل بھر آیا۔ بغیر کسی حیل وحجت کے ان کے ساتھ گاڑی میں جا سوار ہوا۔ رستے میں شرم وحیا دور کر کے ہیم نلنی نے خیروعافیت پوچھی۔

ہیم نلنی: "ابھی آپ نے پاس ہونے کی خبر تک نہ کی۔"

رمیش اس کا کوئی جواب نہ دے کر کہنے لگا "آپ تو پاس ہوگئی ہیں۔"

ہیم نلنی زیر لب مسکرائی اور بولی۔ شکر ہے جناب میری خبر رکھتے ہیں مہربانی

"تم اب کہاں رہتے ہو؟" آنند بابو نے دریافت کیا۔

"درزی پاڑے میں" رمیش نے جواب دیا۔

کیوں "کولوٹولہ میں تمہارا ایک مکان تھا۔ کیا وہ برا تھا"؟

جواب کے پیشتر ہیم نلنی نے رمیش کے چہرہ پر شک آمیز نگاہیں ڈالیں اس نگاہ غلط انداز نے رمیش کے دل میں گہری چوٹ لگائی۔

ہاں اسی مکان میں رہنے کے لئے سوچ رہا ہوں۔ دماغ کچھ کام نہیں کرتا۔

میرے مکان دور کرنے کی بابت ہیم نلنی سمجھ گئی ہے یہ رمیش نے اچھی طرح سمجھ لیا اب معاف کرنے کی کوئی تدبیر نہیں۔ یہی سوچ کر وہ دل ہی دل میں ایک خاص درد محسوس کرنے لگا کسی نے دوسرا سوال نہیں کیا ہیم نلنی کھڑکی سے باہر کی طرف دیکھتی رہی

رمیش خود بخود بول اٹھا۔ "میرا ایک مہربان وہاں رہتا ہے۔ اس کے لئے میں نے درزی پاڑے میں مکان لیا ہے۔ کوئی خاص بات نہیں ہے۔"

رمیش نے بالکل جھوٹ نہیں بولا۔ ہیم نلنی مسلسل باہر کی طرف دیکھتی رہی بدنصیب رمیش اس کے بعد کیا کہے۔ وہ کچھ نہ سوچ سکا۔ ایک مرتبہ صرف یہی پوچھا۔ جوگندر کا

کیا حال ہے! آنند بابو نے کہا "وہ وکالت میں فیل ہوگیا ہے تفریح کیلئے پچھم کی طرف چلا گیا ہے"
رمیش گہرے گہرے سانس لینے لگا۔ اور چپ چاپ چائے پینے میں مشغول ہوا۔
آنند بابو نے یکایک پوچھا "اس بار تم بہت دنوں تک گھر ٹھہرے ہو۔ کیا کوئی خاص کام تھا؟"
"پتا پرلوک سدھار گئے!"
آنند چرن :- ہائیں کیا کہا؟ کیسے؟"
"کشتی پر ندی کے راستے گھر آرہے تھے۔ یکایک طوفان آگیا۔ ناؤ ڈوب گئی اور وہ بھی ایک تنکے کی طرح ——— ہوا کے ایک ہی تند جھونکے سے جس طرح آسمان بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ وہی حالت ہوئی۔ یہ غمناک خبر سن کر رمیش کے متعلق ہیم نلنی کے دل میں جو غبار تھا۔ یکایک صاف ہو گیا۔ ہیم نلنی نے اپنے دل ہی دل میں کہا۔ میرا اندازہ غلط ثابت ہوا۔ رمیش بابو باپ کی موت کی وجہ سے غمگین اور متفکر تھے۔ میں ناحق ان کو قصوروار ٹھہراتی رہی۔ کیا میں دیوانی ہوگئی ہوں؟

اب ہیم نلنی رمیش کو پیار و محبت کی نظروں سے دیکھنے لگی۔ رمیش کی توجہ کھانے کی طرف نہ تھی۔ وہ کچھ اور ہی سوچ رہا تھا۔ ہیم نلنی نے طرح طرح کی تسلیاں دے کر اسے کھلایا۔ پلایا۔ "آپ بہت لاغر ہوگئے ہیں۔ اتنا غم کرنا ٹھیک نہیں۔ اس کا اثر آپ کی صحت پر بہت بُرا ہوگا"
پھر آنند بابو کی طرف دیکھ کر "بابا! رمیش بابو کو آج یہاں ہی ٹھہرا لیجئے"
"بہت اچھا"
عین اسی وقت اکشے آگیا۔ رمیش کو دیکھ کر وہ دل ہی دل جل گیا۔ مگر بظاہر مسکرا کر بولا۔ "رمیش بابو ہم تو سمجھتے تھے۔ آپ سب کو بھول گئے۔"
رمیش خاموش مسکرانے لگا۔ اکشے نے کہا۔ آپ کے پتا آپ کو بڑی طرح

گرفتار کر کے لے گئے تھے۔ میرا خیال ہے کہ انہوں نے آپ کی شادی کئے بغیر واپس نہیں آنے دیا ہوگا ـــــ جال کاٹ کر کیسے آگئے آپ!

نلنی نے اکشے پر قہر آلودہ نگاہیں ڈالیں۔ آنند بابو نے کہا۔ اکشے ان کے باپ ناگہاں اجل کا شکار ہو گئے۔"

رمیش اپنا سرخ چہرہ نیچے کئے بیٹھا رہا۔ نلنی دل ہی دل میں اکشے پر بہت ناراض ہوئی۔ آخر رمیش سے مخاطب ہو کر بولی۔ "رمیش بابو آپ نے میرا نیا البم نہیں دیکھا۔" یہ کہہ کر وہ فوراً البم اٹھا لائی۔ اور ایک علیحدہ میز کے پاس پہنچ کر تصویریں کھول کر دکھانے لگی۔ یکایک اس نے آہستہ سے دریافت کیا "کیا آپ اس مکان میں بالکل تنہا رہتے ہیں؟"

"ہاں"

"ساتھ والے مکان میں آنے کے لئے دیر نہ کیجئے گا"

"ہاں! میں اسی سوموار کو آجاؤں گا۔ ضرور"

میں سوچ رہی تھی کہ آپ سے فلاسفی پڑھ لیا کروں گی۔ کیا آپ پسند کریں گے؟

رمیش نے ایک خاص مسرت کا اظہار کیا۔ اور کہا۔

"کیوں نہیں ضرور"

باب (۲)

اکشے اور رمیش

رمیش کو پرانے مکان میں آتے دیر نہ لگی۔ اس سے پہلے ہیم نلنی کے ساتھ جو کسی قدر دوری تھی۔ اس دفعہ بالکل جاتی رہی۔ رمیش سب میں ایسا

بل گیا۔ گویا وہ بھی اپنا گھر ہے۔ ہنسی دل لگی۔ راگ رنگ۔ سینما اور دعوتوں کی دھوم مچ گئی۔ سب خوش تھے بہت خوش۔ گویا انہوں نے اپنی ایک نئی دنیا بسائی تھی۔

تعلیمی سرگرمیاں اور محنت شاقہ کی بدولت اس کا چہرہ کسی قدر پژمردہ معلوم ہوتا تھا۔ گویا ہوا کے ایک گرم جھونکے میں پیغام خزاں پوشیدہ تھا۔ ملنی کو رمیش کے ساتھ بات کرنے میں خوف معلوم ہوتا تھا۔ اس خیال سے کہ مبادا کوئی نامناسب بات زبان سے نکل جائے۔ اور وہ ناراض ہو۔ محبت میں خوف ملا ہوا تھا۔

چند دنوں کے بعد اس کی حالت ہی تبدیل ہو گئی۔ زردی مائل رخسار سرخ نظر آنے لگے۔ آنکھیں بات بات میں مسکراہٹ کی دلفریب جھلک کا نظارہ دکھا کر ناچ اٹھتی۔ اس سے پہلے وہ اپنے لباس کی طرف زیادہ توجہ نہیں دیتی تھی۔ اب نت نئے فیشن۔ یکایک یہ تبدیلی کیوں۔ اسے کوئی معلوم نہ کر سکا۔ بھلا پریم بھرے دل کی باتیں کون جان سکتا ہے؟

ادائیگی فرض کے بار گراں سے دب کر رمیش بھی سنجیدہ ہو گیا تھا۔ غور وخوض کی طاقت نے اس کے جسم کو کمزور کر دیا تھا۔ آسمان پر چمکتے ہوئے تارے ادھر ادھر گھومتے نظر آتے تھے۔ رمیش بھی اس بے چین دنیا میں اپنی کتابوں اور جذبات میں گھرایا بیٹھا تھا۔ مگر آج وہ اس قدر خوش کیوں ہے۔ اگرچہ اس نے ابھی تک بال سنوارنے شروع نہ کئے تھے۔ اس پر بھی اس کی چادر پہلے کی طرح میلی نہ رہتی تھی۔ اس کے تمام جسم میں ایک لطف خیز شوخی آگئی تھی اور ہونٹوں پر دلفریب مسکراہٹ۔ محبت اور الفت ہمکنار ہو رہے تھے۔

شمع محبت کے پروانوں کے لئے شاعری میں رنگینیاں پنہاں ہیں۔ اور قدرتی مناظر میں کشش۔ کلکتہ شہر میں قدرتی مناظر کہاں۔ اشوک اور مولسری کے پھولوں سے لدے ہوئے درختوں کی قطار۔ نوشگفتہ کلیوں کے پیچ دار بیلیں کوئل کی سریلی تانیں یہ سب یہاں کہاں؟ باوجود اس قدرتی خوبصورتی سے بے بہرہ

شہر میں محبت کا فسوں ساز دیوتا مایوسی سے واپس نہیں جاتا۔ گاڑی گھوڑوں کی زبردست بھیڑ میں ٹراموے کے شور و شر سے بھرپور راستہ میں یہ پرسوز دیوتا اپنے تخیل کو چھپائے ہوئے دن رات چکر لگاتا ہے۔ ایک بنئے کی دکان کے پاس رمیش اور نلنی خاموشی اور پوشیدہ کولوٹولہ میں رہتے تھے۔ عشق و محبت کی تانیں اڑتی تھیں۔ پریم کے گیت گائے جاتے تھے۔ بلی کے بچے ہرن سے بھی زیادہ خوبصورت معلوم ہوتے وہ جب رمیش کے پاس آتے تو وہ ان سے اس پریم کا اظہار کرتا۔ کہ دیکھنے والے حیران رہ جاتے تھے۔ یہ تھی دل کی خوشی۔

نلنی امتحان پاس کرنے کی کوشش کے باعث سلائی پر زیادہ خیال نہ دیتی تھی لیکن وہ کچھ دنوں سے اپنی سہیلی سے سلائی کا کام سیکھنے لگی تھی۔ مگر رمیش سلائی کو فضول اور غیر ضروری خیال کرتا تھا۔ ادب پر نلنی کے ساتھ تبادلہ خیالات میں اسے بہت لطف ہوتا تھا۔ یہی وجہ کہ نلنی سے اچھی طرح بات چیت نہ کرتا تھا۔ بلکہ ایک خاص بے رخی کا اظہار کرتا تھا جس میں محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی تھی۔ ایک دن اس نے کہا "آج کل توجہ سلائی کی طرف اس قدر کیوں ہے؟" جس کے لیے وقت کاٹنے کا کوئی شغل نہیں۔ اس کے لیے بیشک یہ کام کی چیز ہو سکتی ہے: ہیم نلنی بغیر جواب دئے مسکرا دی۔ اکشے نے کہا" گرہستی کے لئے جو کام ضروری ہیں۔ وہ رمیش بابو کی نظروں میں فضول ہیں۔ جناب! آپ کتنے ہی تتوگیانی اور شاعر کیوں نہ ہوں۔ مگر جن باتوں کو آپ فضول اور غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ ان کی اہمیت کا قائل ہونا ہی پڑے گا۔ رمیش اکشے کی تمام باتیں کاٹنے پر کمر باندھ بیٹھا تھا۔ مگر ہیم نلنی بیچ میں ہی بول اٹھی "رمیش بابو آپ ان کی باتوں کا جواب دینے کے لئے بےچین کیوں ہو رہے ہیں؟ باتوں باتوں میں ہی بات بڑھ جاتی ہے" یہ کہہ کر اس نے سر نیچا کر لیا۔ اور رمیش کی تعریف کرنے لگی۔ پھر وہی فلسفہ کا ذکر چھڑ گیا۔

ایک دن صبح ہی رمیش نے ہیم نلنی کے پڑھنے والے کمرے میں آکر دیکھا

ایک خوش رنگ پیڈ رکھا ہے۔ اس پر مخمل لگی ہے۔ مخمل پر ریشمی پھول کشیدہ کئے ہیں۔ ایک کونے میں " R " لکھا ہے۔ اور دوسرے کونے میں سنہری تہ سے ایک کنول کا پھول بنا ہے۔ اس باب کے پوشیدہ مضامین کا حل رمیش نے فوراً کر لیا۔ اس کا دل اندر ہی اندر کنول کی طرح کھل اٹھا۔ سلائی کا کام فضول نہیں۔ یہ اس کے دل نے بغیر کسی بحث کے مان لیا۔ اس پیڈ کو سینے سے لگا کر وہ آکشے کے روبرو ہار ماننے کو تیار ہو گیا۔ پیڈ پر اس نے لکھا۔ کاش! میں شاعر ہوتا۔ تو آج نظم میں اپنے خیالات قابلیت و سلیقہ شعاری کا اظہار کرتا۔ مگر قدرت نے مجھے اس بیش بہا قابلیت و نادر دولت سے محروم رکھا ہے۔ میں اس تحفہ کو کس شوق اور محبت سے قبول کرتا ہوں۔ اسے سوائے میرے یا بھگوان کے کوئی دوسرا نہیں جان سکتا۔ کیا ہوا اگر ایشور نے مجھے دینے کی طاقت نہیں بخشی۔ مگر کسی چیز کو لینے کی طاقت بھی ایک طاقت ہے۔ دنیا آنکھوں سے دکھائی دیتا ہے۔ مگر لینا پوشیدہ رہتا ہے۔

یہ تحریر اچانک ہیم نلنی کے ہاتھ لگی۔ اور دونوں کی زبان پر تالے لگ گئے۔

موسم برسات شروع ہوا۔ شہر والے اس موسم سے زیادہ لطف نہیں اٹھاتے۔ جو قدرت کی نیرنگیوں میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ یہ صرف انہیں کی دلبستگی کا موجب ہوتا ہے۔ اسی لئے گاؤں والے اسے زیادہ پسند کرتے ہیں۔ اور بادلوں کو بھی وہاں ہی برسنے میں لطف آتا ہے شہر میں تو چھاتے مکان کی چھتوں ٹراموے کے پردوں سے بارش کے زور کو روکنے کی تدبیر کی جاتی ہے۔ مگر گاؤں میں جنگلوں میں اس کے لئے رکاوٹ نہیں۔ ہاں زمین آسمان کے قدرتی ملاپ کا پر لطف نظارہ نہایت ہی خوشگوار ہوتا ہے۔ اور دل میں ایک خاص سرور پیدا کرتا ہے۔

پریم پجاری محبت کے سیدائی۔ الفت کے متوالے اسی صف میں شامل ہیں۔ ان کی محبت کی بارش بھی روکے نہیں رکتی۔ اس بارش نے آنند بابو

قاعدہ خراب کر دیا۔ مگر رمیش اور ہیم نلنی کی سرگرمیوں میں کوئی فرق نہ آیا۔
بادلوں کا سایہ، بجلی کی کڑک، بارش کا نغمہ ان سب نے مل کر ان کے دلوں
میں ایک عجیب وغریب پرکیف روحانی سرور پیدا کر دیا۔ اسی بارش کی وجہ
سے رمیش کا عدالت جانا موقوف ہو گیا۔ کبھی کبھی اس زور سے بارش
ہوتی تھی۔ کہ ہیم نلنی بیتابانہ انداز سے کہتی۔ "رمیش بابو ایسی برسات
میں آپ گھر جا کر کیا کریں گے؟" رمیش کہتا "دور تو نہیں ہے۔ کسی طرح
چلا جاؤں گا۔ بے فکر رہیں آپ"

"مگر میں یہ مان نہیں سکتی ـــــــ سردی لگ جائے گی"

سردی کی رمیش کو کوئی خاص پرواہ نہ تھی۔ مگر بارش کے دنوں میں اسے
ہیم نلنی کی حفاظت میں رہنا پڑا۔ اگر چار قدم کے فاصلہ پر بھی رمیش کا گھر ہوتا۔
تو بھی ہیم نلنی اس کا جانا ناگوار نہ کرتی۔ جب آسمان بادلوں سے گھرا ہوتا تھا
تو عموماً ہیم نلنی کے یہاں رمیش کی دعوت ہوتی تھی۔ اس سے صاف ظاہر
ہے۔ کہ سردی سے جس قدر انہیں خیال تھا۔ زیادہ کھانے سے بدہضمی کا
کوئی خیال نہ تھا۔ الفت میں کسی بات کا اختیار نہیں رہتا۔

اسی طرح دن گذرنے لگے۔ خوشی کے دن گذرتے معلوم بھی نہیں ہوتے۔
اس خود فراموشی کا کیا نتیجہ ہوگا۔ رمیش نے پہلے اس پر غور نہیں کیا تھا۔
مگر آنند بابو برابر سوچتے تھے۔ بوڑھے ہمیشہ مستقبل پر غور کرتے ہیں۔ اور سماج
کے چند اشخاص بھی اس پر حاشیہ آرائی کرنے لگے۔ رمیش جس قدر پڑھا لکھا
تھا۔ تحمل اتنا بلند تھا۔ اس حالت میں اس کی عقل پر پردہ پڑ گیا تھا۔ آنند جی
اس کی طرف آرزومندانہ نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ مگر کوئی جواب نہ ملتا تھا۔
ملتا بھی کیا! محبت ـــــ گونگی اور اندھی ہوتی ہے۔

اکیلے گا تو نہ سکتا تھا۔ مگر وہ خود بیلا بجایا کرتا تھا۔ اس وقت خاص
سمجھدار اشخاص کو چھوڑ کر معمولی سننے والوں کا مجمع بھی خارج نہ ہوتا تھا

بلکہ اور گانے کی فرمائش و اصرار کرتے تھے۔ آنند جی ان کو موسیقی سے بذاتِ خود کوئی دلچسپی نہ تھی۔ مگر یہ بات وہ ماننے کے لئے تیار نہ تھے۔ پھر وہ پاسداری کو مدنظر رکھتے تھے۔ اگر کوئی آکشے سے گانے پر مصر ہوتا۔ تو وہ کہتے "یہ تمہارا قصور ہے۔ بیچارہ گا تو سکتا نہیں۔ اس قدر تنگ کرنا مناسب نہیں۔

آکشے عاجزانہ انداز سے کہتا "نہیں نہیں آپ اس کے لئے فکر نہ کیجئے۔ تنگ کرنے کی بات نہیں۔ جیسے ان کی خوشی ہو کہتے جائیں۔ پرواہ نہیں"

جو لوگ اصرار کرتے تھے۔ وہ جواب دیتے تھے "آزمائش کرنی چاہیئے"

اس دن آسمان پر خوب بادل گرجے ہوئے تھے۔ شام ہو چکی تھی۔ پھر بھی بارش کم نہ ہوئی۔ رم جھم رم جھم برس رہی تھی۔

نلنی نے کہا "آکشے بابو! کوئی گانا سناؤ" یہ کہہ کر نلنی نے ہارمونیم بجانا شروع کیا۔ آکشے بیلے کی سُر ملا کر گانے لگے۔

نینوں سے پیا نیں ملا کر
دل میں پریم کی آگ لگا کر!
آنکھوں میں اک جوت جگا کر
دیکھت ہو کس اور سے بالم۔ آؤ تو نند کشور

یہ شعر دو دلوں میں ہل چل مچانے کے لئے کافی سے زیادہ تھا۔ بادل گرج رہے تھے۔ بارش ہو رہی تھی۔ مور چلا رہے تھے۔ ایسے خوشگوار وقت میں دل بیچین کیوں نہ ہو۔ محبت کا راز چوٹ کھائے ہوئے دل ہی جانتے ہیں۔

آکشے اس گیت کے سُر میں اپنی بے چینی کا اظہار کرنے کی کوشش میں سرگرمی دکھا رہا تھا۔ مگر وہاں کچھ اور مضمون پیش تھا۔ دو اشخاص کے دلوں میں اس دلسوز راگ نے مدوجزر کا عالم پیدا کر دیا تھا۔ دنیا میں جیسے کوئی شے معمولی یا ہیچ نہیں رہی۔ سب میں ایک خصوصیت اور دلکشی آگئی۔ تمام عالم پر جتنے اشخاص پیار و محبت کی زنجیر میں پھنسے ہیں۔ سب کے دل ایک دوسرے سے علیحدہ ہو

کرنا قابل بیان سکھ دکھ کی خواہش بے چینی سے کانپنے لگے۔

ہیم نلنی نے کہا۔ آگے بابو! بند نہ کیجیے گا۔ ایک اور ایسا ہی منوہر گیت گائیے۔ داد پاکر آگے دل ہی دل میں پھولا نہ سمایا۔ تمام مکان اس راگ کی دلکشی سے بھرپور ہوگیا۔ گویا پردوں کو چھیدتی ہوئی بجلی رہ رہ کر چمکنے لگی دردمند دل اس میں پھنس کر ہچکولے کھانے لگا۔ پریم مدہوش ہوتا ہے۔

اس دن کافی رات گذرنے پر آگے گیا۔ رمیش نے رخصت مانگتے وقت جیسے گانے کے سروں میں داخل ہوکر خاموشی کے ساتھ ہیم نلنی کے چہرے پر نظر ڈالی ہیم نلنی نے بھی متحیر ہوکر ایک بار دیکھا۔ اس کی نگاہوں پر بھی گانے کا عکس پڑا ہوا تھا۔ رخصت مل گئی۔ آنکھیں آنکھوں کا جواب دیتی ہیں۔

رمیش گھر گیا۔ پانی ذرا دیر کے لیے رک گیا تھا۔ اب پھر ٹپ ٹپ بوندیں پڑنے لگیں۔ رمیش کو نیند نہیں آئی۔ ہیم نلنی بھی بہت دیر تک خاموش بیٹھی ہوئی خوفناک تاریکی میں بوندوں کے پڑنے کا نغمہ سننے لگی۔ اس کے کانوں میں وہی راگ گونجنے لگا۔ اس کے دماغ پر ایک کیف سا طاری ہوگیا تھا۔

دوسرے دن صبح رمیش نے گہرا سانس لے کر سوچا۔ اگر میں گانا گا سکتا تو اپنا تمام علم و ہنر اس کے معاوضہ میں نذر کر دیتا۔ واقعی دل کے تاروں کو ہلانے کیلئے ایک ہی روحانی چیز ہے۔

مگر وہ اس طرح گا سکے گا۔ اسے یہ بالکل اُمید نہ تھی۔ اس نے دل ہی دل میں فیصلہ کیا۔ کہ گانا بجانا سیکھوں گا۔ ایک دن موقعہ پاکر ایک بیلا خرید لایا۔ گھر میں بیٹھ کر دروازہ بند کرکے نہایت احتیاط سے بجانے لگا۔ اور دل ہی دل میں کہنے لگا۔ اگر مجھے اس کا بجانا آگیا۔ تو میں اس میں بیلے سے کہیں زیادہ لطف پیدا کر دوں گا۔ دل ہزاروں خیالی مکان بناتا مگر مسمار ہو جاتے۔

دوسرے دن ہیم نلنی نے رمیش کو دیکھتے ہی کہا۔ "آپ کے مکان سے کل

گانے کی آواز آ رہی تھی۔ کیا یہ سچ ہے؟

رمیش نے سوچا تھا۔ کہ دروازہ بند کرنے پر آواز باہر نہ جائے گی باوجود اس قدر احتیاط کے رمیش کے گھر کی خبر نلنی تک پہنچ گئی۔ رمیش نے بغیر کسی پس و پیش کے مان لیا۔ کہ وہ ایک ہارمونیم لایا ہے۔ اور بجانا سیکھنا چاہتا ہے۔ کسی سے امداد کی ضرورت ہے

"گھر کا دروازہ بند کر کے خود ہی کیوں بے فائدہ کوشش کریں۔ بہتر ہو۔ کہ آپ پہلے یہاں ہی مشق کیا کریں۔ میں جتنا جانتی ہوں۔ بتا دوں گی۔"

"میں بالکل نوآموز ہوں۔ مجھے سکھانے میں آپ کو بہت تکلیف ہو گی۔"

ایسے مہربان استاد کے پیار و محبت کے سکھانے سمجھانے پر بھی رمیش کے دماغ میں سروں کو جگہ نہ ملی۔ فن تیراکی سے ناآشنا شخص جیسے پانی میں پڑ تھپیڑے کھاتا ہوا پاگلوں کی طرح گھبرا جاتا ہے۔ رمیش بھی اسی طرح سنگیت کے اتھاہ ساگر میں پڑ کر ہارمونیم پر ہاتھ مارتا۔ اس کی کوئی انگلی کبھی کہیں پڑتی تھی کبھی کہیں۔ اس کا کہیں ٹھکانہ نہیں۔ سُر سُر میں وہ کسی قسم کا بھید نہ سمجھ کر بے لگام گھوڑے کی طرح وہ راگ راگنی کے پردوں پر دوڑنے لگا۔ نلنی کہتی۔

"کیا کرتے ہو"؟ بالکل غلط بج رہا ہے۔ اور جلدی سے اصلاح کر دیتی یہ تھا پریم اور یہ تھی پریم دوھپا۔ جیون جیوتی

رمیش کی خامیوں پر ہیم نلنی ہنستی تھی۔ غلطی ہو۔ بھول ہو صرف محبت کی نگاہیں ہی اسے نظر انداز کر سکتی ہے بچہ چلنے سے پیشتر بار بار ٹھوکریں کھا کر گرتا ہے۔ مگر ماں اسے حوصلہ دے دے کر اٹھاتی ہے۔ ہارمونیم میں رمیش نے جو عجیب و غریب سادگی اور پر اسرار لاعلمی ظاہر کی۔ نلنی کے لئے وہ ایک دلچسپ مذاق بن گیا۔ ہنستی اور خوب ہنستی۔

رمیش اکثر کہا کرتا "آپ جو اس قدر رہنس رہی ہیں جب آپ نے پہلے پہل سیکھا تھا۔ اس وقت غلطی نہیں کی تھی کیا؟ غلطی انسان کا شیوہ ہے۔"

"کرتی تھی اتنی نہیں۔ جتنی آپ ....!"

رمیش اس بات کو برا نہیں مانتا تھا۔ پھر بجانے لگتا۔ آنند چرن گانے بجانے میں بڑے بھلے کی تمیز نہیں رکھتے تھے۔ وہ کہتے تھے آہستہ آہستہ رمیش کا ہاتھ پختہ ہوتا جاتا ہے۔ آج کل سے بہتر بجا رہا ہے۔"

نلنی جواب دیتی۔ ہاتھ پختہ ضرور ہوتا جاتا ہے مگر بے سری میں۔"

"نہیں نہیں! پہلے سے بہت فرق ہے۔ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رمیش اگر برابر سیکھتے رہے۔ تو ان کا ہاتھ بہت اچھا چلنے لگے گا۔ گانے بجانے میں اور کیا ہے۔ صرف مشق کی ضرورت ہے۔ سرگم پکا لیں۔ پھر سب آسان ہو جائیگا۔"

آنند بابو کے سامنے سب خاموش ہو جاتے۔ جواب دیتے ہی کیا۔

ہر سال درگا پوجن کی چھٹیوں میں آنند بابو نلنی کو لے کر اس کے بہنوئی سے ملنے جبل پور جایا کرتے تھے۔ بھادوں کا مہینہ نصف سے زیادہ گذر گیا تھا۔ پوجا کی چھٹیوں میں تھوڑی دیر تھی۔ آنند چرن اپنی تیاریوں میں بہت مصروف تھے۔ ہر دم اسباب کی پڑتال ہو رہی تھی۔

رمیش ان دنوں نہایت تیزی اور کوشش سے ہارمونیم سیکھنے میں ہمہ تن مصروف تھا۔ ایک دن بات بات میں نلنی نے کہا۔ "رمیش بابو مجھے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو کچھ دنوں تبدیل آب وہوا کی ضرورت ہے۔ آپ کا چہرہ کچھ مرجھایا جا رہا ہے۔ بشاشت غائب ہو رہی ہے۔"

آنند بابو نے سوچا۔ ہیم نلنی ٹھیک کہتی ہے۔ بولے "رمیش پچھم کی آب وہوا نہایت عمدہ ہے۔ اور تندرستی کے لئے تو بہت مفید یقیناً تمہاری صحت بن جائے گی۔ پژمردگی کا نام نہ رہے گا۔"

نلنی "رمیش بابو! آپ نے مزید حیرنا دیکھا ہے۔"

"نہیں"

"دیکھنے کی چیز ہے"

آنند چرن۔ "رمیش بابو! ہمارے ساتھ چلو۔ آب وہوا تبدیل ہو جائے گی اور سیر بھی ہو جائے گی۔ واقعی ہی قابل دید جگہ ہے"

رمیش کچھ غور سمجھ کر راضی ہو گیا۔ اس دن رمیش کا دل جیسے ہوا میں پرواز کر رہا ہے۔ بے چین دل کی حرکت کو کسی ایک راستہ میں چھوڑ دینے کے لئے وہ اپنے مکان میں دروازہ بند کرکے ہارمونیم لے کر بیٹھ گیا۔ آج وہ بے خود ہو گیا! پاگلوں کی طرح اس کی انگلیاں ناچنے لگیں۔ نلنی کے جانے کی بات سن کر اس کا دل کئی دنوں فکر و تشویش میں ڈوبا ہوا تھا۔ گانے بجانے کے تعلق میں ہر طرح کی پابندی اور آزادی کو بھول گیا۔ انگلیاں بے لگام گھوڑے کی طرح بجلی کی مانند سروں پر رقص کر رہی تھیں۔

اتنے میں کسی نے دروازے پر دستک دی۔ "ٹھہرو رمیش بابو! کیا کرتے ہو؟"

رمیش نے نہایت جھنجھلا کر دروازہ کھولا۔ اکشے نے مکان میں داخل ہو کر کہا۔ "رمیش! گھر میں چھپ کر کیا غلط ملط بجا رہے ہو مجھے تو بالکل ——"

رمیش نے اپنا قصور مانتے ہوئے کہا "آپ ٹھیک فرما رہے ہیں"

"رمیش بابو! اگر آپ بُرا نہ مانیں۔ تو میں ایک بات کہوں؟"

"ہاں! ہاں!! ضرور!!!"

"آپ نے یہ سمجھا ہے کہ میں ہیم نلنی کے بُرے بھلے کی جانب سے بے پرواہ ہوں۔ مگر آپ غلطی پر ہیں"

رمیش خاموش سنتا رہا۔

"اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے۔ مجھے یہ دریافت کرنے کے لئے مکمل اختیار حاصل ہے۔ کیونکہ میں بابو آنند چرن کا دوست ہوں"

یہ بات رمیش کو بہت بُری معلوم ہوئی۔ لیکن اسے سخت اور دنداں شکن

جواب دینے کی مشق نہ تھی۔ اس لیئے نرم لہجہ میں کہا: "اس سے تعلق میں میرا کوئی بڑا ارادہ ہے۔ یہ شک آپ کے دل میں کیوں کر ہوا۔ آخر آپ نے کوئی بات دیکھی؟ یا یوں ہی!

"دیکھیئے! آپ ہندو ہیں۔ آپ کے والد مرحوم کٹر ہندو تھے۔ یہ میں جانتا ہوں۔ بعد میں آپ شاید برہمن کے ہاں شادی کریں۔ اس خوف سے وہ آپ کی شادی کرنے کے لیئے ولیس لے گئے تھے۔ سمجھے!"

یہ خبر اکشے تک پہنچنے کی ایک خاص وجہ تھی۔ کیونکہ اسی نے رمیش کے باپ کے دماغ میں یہ شک پیدا کر دیا تھا۔ رمیش چند سیکنڈ بھی اکشے سے آنکھیں نہ ملا سکا سر جھکائے خاموش رہا۔

"کیا اپنے والد کی وفات کے بعد اب اپنے کو خود مختار سمجھتے ہیں؟"

رمیش کی برداشت کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ بولا! "دیکھیئے اکشے بابو! میرے پیارے دوسرے کو بیسٹ کر اگر آپ کو مجھے ایڈیشن دینے کا اختیار ہے؟ تو دیجئے منظور ہوگا لیکن پتاجی کے ساتھ میرا جو تعلق ہے۔ اس کے متعلق آپ کسی قسم کی بات کرنے کا مجاز نہیں رکھتے۔ سمجھتے؟ اپنی زبان بند رکھیئے۔"

بہت اچھا! مگر یہ تو بتایئے۔ کہ ہیم نلنی کے ساتھ شادی کرنے کا خیال ہے یا نہیں؟ یہ بات آپ کو بتانی پڑے گی۔"

رمیش کے دل پر چوٹ پر چوٹ لگی۔ وہ تڑپ اٹھا۔ ...... "دیکھیئے اکشے بابو! آپ آنند بابو کے دوست ہو سکتے ہیں۔ مگر میرے ساتھ آپ کا کوئی خاص تعلق نہیں۔ اس لیئے مہربانی فرما کر آپ زبان بند ہی رکھیں۔ تو بہتر ہے۔"

"آپ زیادتی سے کام نہ لیتے۔ تو کوئی بات ہی نہ تھی۔ مگر سماج میں آپ جیسے لوگوں کے لیئے دکھ نہیں۔ گو آپ بڑے آدمی ہیں۔ اور آپ کی نگاہ میں یہ چھوٹی چھوٹی باتیں وقعت نہیں رکھتیں۔ تاہم آپ خود سوچ سکتے ہیں۔ کہ ایک شریف شخص کی لڑکی کے ساتھ آپ جیسا سلوک کر رہے ہیں۔ وہ کہاں تک جائز اور

مناسب ہے۔ آپ کسی طرح اپنے آپ کو جواب دہی سے نہیں بچا سکتے جسے آپ پیار کرتے ہیں۔ اسی پیار کی وجہ سے سوسائٹی کے لوگ اس سے نفرت کریں گے۔ اور پھر آپ کو کف افسوس ملنا پڑے گا۔"

"آپ کی اس دوستانہ نصیحت کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جو میرا فرض ہے میں اس کا فیصلہ خود بہت جلد کروں گا۔ اور اس کے تکمیل میں سرگرم رہوں گا اس کے متعلق آپ بے فکر رہیں.......... آپ کو زیادہ تکلیف فرمانے کی ضرورت نہیں۔"

"آپ کی یہ دانشمندانہ بات سن کر میں بہت خوش ہوا ہوں۔ اتنے عرصہ بعد آپ نے اپنے فرض کی جانب توجہ دی۔ اور اس کی تعمیل پر کمربستہ ہوئے آپ کے ساتھ مجھے کسی قسم کی بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں آپ کے گانے بجانے میں مخل ہوا۔ اس کے لئے معافی چاہتا ہوں۔ اب آپ شوق سے گائیے بجائیے الوداع! کبھی پھر سہی۔"

اس کے بعد باجے کی آواز نہیں سنائی دی۔ رمیش سر جھکائے ہوئے اور دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ چھپائے ہوئے لیٹ گیا بہت دیر تک وہ اسی حالت میں پڑا رہا۔ گھڑی نے پانچ گھنٹیاں بجائیں۔ وہ اٹھا اس نے اپنے فرائض کی بابت کیا سوچا یہ تو کوئی نہیں جانتا۔ جو دو پیالے چائے کے اڑا لیا کرتا تھا آج اس میں وہ کشش نظر نہیں آئی۔

ہیم نلنی۔ رمیش بابو! آج آپ اس قدر اداس کیوں ہیں؟"

"کوئی خاص وجہ نہیں۔"

بابو آنند چرن نے کہا "کچھ نہیں معلوم ہوتا ہے۔ ہاضمہ کی شکایت ہے۔ خیر ایک گولی میں دیتا ہوں اسے کھا لیجئے۔ طبیعت اچھی ہو جائے گی۔"

ہیم نلنی نے مسکرا کر کہا "بابا وہ گولی انہیں نہ دو۔ اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔"

"نقصان بھی نہ کرے گی۔"

"میری سمجھ میں تو وہ گولی کچھ فائدہ مند نہیں۔"

"تمہیں تو کسی بات پر یقین ہی نہیں آتا۔ اچھا اکشے سے پوچھو۔ میرے علاج سے اسے بہت فائدہ پہنچا ہے۔"

کہیں ثبوت کے لئے گواہ نہ بلایا جائے۔ اس جواب سے نلنی کو لاجواب ہونا پڑا ہے۔ مگر گواہ خود بخود ہی حاضر ہوا۔ آتے ہی آنند بابو سے بولا "مجھے ایک گولی اور دیجئے۔ اس سے بہت فائدہ ہوا ہے۔ آج طبیعت ہلکی معلوم ہوتی ہے۔ بہت اچھی ہے آپ کی گولی۔"

آنند بابو خود پرستی کے جوش میں تکبرانہ انداز سے اپنی لڑکی کی طرف دیکھنے لگے۔ ان کی نگاہوں میں جوش تھا۔

گولی کھانے کے بعد آنند چرن نے اکشے کو جلد رخصت کرنا نہ چاہا۔ اکشے نے بھی جانے کے لئے کوئی خاص اصرار نہیں کیا۔ وہ رمیش کے چہرے کی طرف خاص انداز سے دیکھنے لگا۔ رمیش کی نگاہیں یکایک کسی طرف نہیں جاتی تھیں۔ مگر اکشے کی ان پراسرار نگاہوں نے اس کے دل پر ایک خاص اثر کیا۔ اور وہ پیچ و تاب کی حالت میں چکرا گیا۔

بچھم جانے کا دن رفتہ رفتہ قریب آ رہا تھا۔ ہیم نلنی دل ہی دل میں اس سفر کی بابت سوچ کر بہت خوش ہوتی تھی۔ اس نے خیال کیا تھا۔ کہ آج رمیش بابو آئیں گے۔ تو ان سے اس کے متعلق بہت سے مشورے کروں گی۔ وہاں کیا کیا کتابیں لے چلنی ہوں گی۔ دونوں مل کر ایک فہرست مرتب کریں گے۔ رمیش صبح ضرور آئیں گے۔ کیونکہ چائے پینے کے وقت اکشے یا کوئی نہ کوئی ضرور آجاتا ہے۔ اس وقت بات کرنے کا موقعہ نہیں ملتا۔ وغیرہ وغیرہ۔

مگر آج رمیش اور دنوں سے بھی زیادہ دیر سے آیا۔ اس کے چہرہ کا رنگ بھی بدلا ہوا تھا۔ فکر تشویش کے آثار صاف نظر آ رہے تھے۔ نلنی کے ارادوں

پر پانی پھر گیا۔ موقع پاکر اس نے رمیش سے آہستہ پوچھا "آج آپ بہت دیر سے آئے۔ وجہ؟"

رمیش نے بے پرواہی سے جواب دیا۔ "ہاں ذرا دیر ہو گئی۔"

ہیم نلنی نے آج صبح بہت جلدی جلدی اپنا جوڑا باندھا تھا۔ اور کپڑے بدل کر اس نے کتنی ہی بار گھڑی دیکھی تھی۔ بہت دیر تک وہ یہ سوچتی رہی۔ کہ گھڑی غلط ہے۔ ابھی بہت دیر نہیں ہوئی۔ جب بہت دیر ہو گئی۔ کھڑکی کے پاس بیٹھ کر اپنے دل کو تسلی دینے کی کوشش کرنے لگی۔ اتنے میں رمیش آ گیا۔ اس کا متفکر چہرہ دیکھ کر اسے کچھ کہنے سننے کی ہمت نہ ہوئی۔ گویا اس نے صبح تڑکے کی امید ہی نہ تھی۔ اس کا دل بیٹھا جا رہا تھا۔

نلنی کسی طرح چائے وغیرہ سے فارغ ہوئی۔ گھر کے ایک کونے میں چھوٹی سی میز پر کتنی ہی کتابیں رکھی تھیں۔ کسی طرح رمیش کی توجہ اپنی طرف کرانے کے لئے کتابیں اٹھا کر کمرے سے باہر جانے کی کوشش کرنے لگی۔ اس وقت یکایک رمیش کی توجہ کا رخ بدلا۔ وہ جلدی جلدی نزدیک آ کر بولا۔ یہ سب کہاں لئے جاتی ہو کیا آج کتابوں کا انتخاب نہ ہو گا۔ جانے میں کچھ زیادہ دن نہیں۔"

نلنی کے ہونٹ لرز رہے تھے۔ بہت کوشش سے اپنے آنسوؤں کو روک کر کانپتی ہوئی آواز میں بولی "ٹھہریئے! ابھی کتابوں کا انتخاب کرتی ہوں۔ یہ کہہ کر وہ الٹے پاؤں باہر چلی گئی۔ اور اوپر خواب گاہ میں جا کر کتابیں وغیرہ پھینک دیں۔ اس وقت وہ اپنے سے باہر ہو رہی تھی۔ اس کے دل کی کیفیت عجیب سی ہو گئی۔ ؎ جس تن لگے سو ہی جانے۔"

رمیش کا دل اور بھی بے چین ہو گیا۔ اکشے نے اپنے دل میں خوش ہو کر کہا۔ "رمیش" معلوم ہوتا ہے آج آپ کی طبیعت کچھ ناساز ہے۔"

رمیش نے جواب میں خشک لہجہ میں کہا۔ "اچھی طرح سمجھ میں نہیں آیا۔" میں نے رمیش کو دیکھتے ہی کہہ دیا تھا۔" ــــــ آنند بابو نے کہا

اکشے نے منہ بنا کر ہنستے ہنستے کہا۔"جسم کی طرف سے تو رمیش بابو بالکل بے پرواہ ہے ہو رہے ہیں۔ ان کا مزاج شاہانہ ہے۔ کھانا ہضم نہ ہو۔ تو چنداں پرواہ نہیں کرتے۔ رمیش بابو! ہماری رائے تو یہ ہے۔ کہ آپ بابو آنند چرن کی گولی استعمال کیجئے۔ طبیعت درست ہو جائے گی بالکل"۔

رمیش نے کہا۔"بابو آنند چرن سے آج مجھے ایک خاص بات کرنی ہے۔ اسی لئے بیٹھا ہوں۔ ورنہ چلا جاتا۔

اکشے نے کرسی سے اٹھ کر کہا۔" یہ دیکھئے! رمیش بابو تمام باتیں دل کے اندر ہی رکھتے ہیں"۔ جب اکشے چلا گیا۔ تو رمیش نے زمین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا آنند بابو! آپ مجھے اپنے عزیز کی طرح مانتے ہیں۔ یہ میری بڑی خوش نصیبی ہے۔ اس کا شکریہ کیوں کر کروں زبان قاصر ہے"۔

آنند چرن نے کہا! خوب تم میرے جوگ کے دوست ہو۔ اگر تم کو اپنا عزیز نہ مانوں تو دوسرا کون ہو سکتا ہے"۔

دیباچہ تو ہوا۔ مگر اس کے بعد وہ کیا کہے۔ رمیش کافی سوچنے کے بعد بھی کچھ طے نہ کر سکا۔ آنند بابو نے رمیش کی تکلیف کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا۔ "رمیش! تم جیسے لڑکے کو پا کر میں بہت خوش ہوا ہوں۔ کیا یہ میری خوش نصیبی نہیں؟ تم جیسے لڑکے شاذ و نادر ہی ملتے ہیں۔

مگر رمیش اب بھی بالکل خاموش تھا۔

آنند چرن نے کہا! رمیش! تمہارے متعلق لوگ بہت سی باتیں کرنے لگے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ ہیم شادی کے قابل ہو گئی ہے۔ اس وقت اس کے ملنے والوں پر نظر رکھنی بہت ضروری ہے۔ میں نے ان لوگوں سے کہا۔ رمیش پر مجھے قابل اعتماد ہے۔ وہ ہمارے ساتھ کبھی کسی قسم کے فریب سے کام نہ لے گا۔ بہت شریف لڑکا ہے۔ اور میں اسے چاہتا ہوں"۔

میرے متعلق تو آپ سب کچھ جانتے ہیں۔ اگر آپ مجھے اس قابل خیال

کرتے ہیں۔ تو.....

"یہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ میں نے ایک طرح پر سب کچھ ٹھیک کر رکھا ہے صرف تمہاری مصیبتوں کی وجہ سے دن مقرر نہ کر سکا۔ مگر اب دیر کرنا مناسب نہیں۔ سوسائٹی میں اس بات کو لے کر لوگ چہ میگوئیاں کر رہے ہیں جتنی جلدی ممکن ہو۔ اس تذکرہ کو تھوڑے دنوں کے لئے روک دینا چاہئے۔ کیوں تم کیا کہتے ہو؟۔ میں تمہارے برخلاف کچھ نہیں کر سکتا۔"

"آپ جیسا فرمائیں گے۔ وہی ہوگا۔ سب سے پہلے ہیم نلنی کی رائے لینا ضروری ہے۔" "آخر وہ بھی بالغ ہے۔"

"یہ درست ہے۔ بات بھی طے پا گئی ہے۔ تاہم کل صبح اس سے دریافت کروں گا۔" "میرے خیال میں اسے کوئی انکار نہیں۔"

"اب آپ کو سونے کے لئے دیر ہو رہی ہے۔ اب جا رہا ہوں۔ صبح درشن کروں گا۔ اجازت دیجئے۔"

"ذرا ٹھہرو! میری خواہش ہے۔ جبل پور جانے سے پیشتر شادی ہو جائے"

"اب جانے میں دیر تو نہیں۔"

"نہیں! ابھی تو دس دن باقی ہیں۔ اگلے اتوار کو اگر تمہاری شادی ہو جائے۔ تو بھی تین دن باقی رہیں گے۔ اس وجہ سے میں اتنی جلدی کر رہا ہوں مجھے اپنی صحت کا بھی خوف ہے۔ جسم کمزور ہو گیا ہے۔"

رمیش نے ہاں میں ہاں ملائی اور ایک گولی کھا کر گھر روانہ ہوا۔

باب ۳

اکشے اور آنند چرن

کالج میں چھٹیاں ہونے والی تھیں۔ دوران تعطیل میں کملا کو بورڈنگ میں ہی رکھنے کے لئے رمیش نے ادھیا پک سے فیصلہ کیا۔

رمیش نے علی الصباح دل میں ارادہ کیا۔ کہ شادی ہو جانے پر ہیم نلنی سے کملا کے تمام حالات کہہ دے گا۔ اسکے بعد کملا سے بھی تمام حالات کہنے کا موقعہ مل جائے گا۔ اور کملا ہیم نلنی کے ساتھ آرام سے رہ سکیگی۔ دیس میں رہنے سے طرح طرح کی باتیں لوگ کہیں گے۔ اس لئے اس نے ہزاری باغ میں رہ کر دکالت کرنے کا خیال کیا۔ ایک دماغ اور سینکڑوں خیالات۔

سیر سے واپس آکر رمیش آنند چرن کے گھر گیا۔ زینہ پر چڑھتے ہوئے ناگہاں ہیم نلنی کا سامنا ہوا۔ اگر کوئی اور دن ہوتا۔ تو ہیم نلنی ضرور کچھ بات چیت کرتی۔ مگر آج اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اور اسی سرخی میں کسی قدر مسکراہٹ کی ہلکی ہلکی شعاعیں افق کی جگمگاہٹ کی طرح جلوہ افروز ہوئی۔ ہیم نلنی نے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ آنکھیں نیچے کر کے چل دی۔

رمیش نے ہیم نلنی سے جو ہارمونیم سیکھی تھی۔ گھر جاکر خوب مشق کرنی شروع کر دی۔ مگر ایک ہی گت کب تک بجاتا رہتا۔ آخر شعر و شاعری کی سوجی تو کتاب لے کر بیٹھ گیا۔ دماغ ہر وقت ایک ہی کام نہیں کر سکتا۔

ہیم نلنی خوشی خوشی جلد ہی گھر کے تمام کام کاج ختم کر کے دوپہر کے وقت اپنے کمرے کا دروازہ بند کر کے کسیدہ نکالنے میں مصروف ہو گئی۔ اس کا چہرہ مطمئن اور خوشی سے سرخ تھا۔ اس کی خواہش کامیاب ہوتی نظر آتی تھی۔

چائے کے مقررہ وقت سے پیشتر ہی رمیش ہیم نلنی کے ہاں آموجود ہوا۔ مگر چائے خانے میں ہیم نلنی کو نہ دیکھ کر اس کے دل کی تاریں منتشر ہونے لگیں دوسری منزل پر بھی جب اس کے کوئی آواز نہ آئی۔ تو بہت گھبرایا رہ رہ کر گھبرائی ہوئی نگاہوں سے دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ اچانک پاؤں کی آہٹ پا کر دل میں کچھ خوف نظر آنے لگا۔ مگر وہ ہیم نلنی کی بجائے اکشے بابو تھے۔ جنہیں دیکھ کر رمیش کے چہرے پر گھبراہٹ چھاگئی۔

اکشے نے ہنس کر آتے ہی پر تکلف لہجے میں کہا۔ "رمیش بابو میں تو آپ کے گھر گیا تھا

مجھے یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی تھی۔ اس لیے میں مبارکباد دینے گیا تھا۔ اس میں خوف کی کوئی بات نہ تھی۔ آپ کیوں گھبرا گئے۔ میں تو دوستی کا حق ادا کرنے گیا تھا۔

اتنے عرصہ میں آنند جین بابو کو خیال آیا۔ کہ ہیم نلنی ابھی تک کیوں نہیں آئی۔ اسے اوپر جاکر کہنے لگے۔ ہیم نلنی! تم اب تک بیٹھی کسیدہ ہی کاڑھ رہی ہو۔ چاء تیار ہے رمیش اور اکشے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہیم نلنی کا سنتے ہی چہرہ سرخ ہوگیا۔ وہ کہنے لگی: بابوجی میری چائے آج یہاں ہی بھیج دیں۔ کیونکہ میں آج ہی اس کام کو ختم کرنا چاہتی ہوں۔

کسیدہ کہیں بھاگ جاتا ہے۔ آکر ختم کرلینا۔ نیچے چلئے تیار ہے تین آدمی کب سے تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ مگر ایک تم ہو۔ جو اس وقت کسیدہ لے بیٹھی ہو۔ اس فضول کو چھوڑ کر چلو چائے پیو۔ یہ کہہ کر آنند جین بابو نے ہیم نلنی کا ہاتھ پکڑ کر نیچے لے گئے۔

ہیم نلنی بھی آنکھیں نیچے کئے ہوئے چائے پلانے میں مصروف ہوگئی۔

آنند جین۔ یکایک پکار اٹھے: "ہیم ہیم! یہ کیا میں تو چائے میں کبھی شکر نہیں ڈالا کرتا۔ تم نے آج شکر کیوں ڈال دی؟"

اکشے۔ ہنستے ہوئے "آج وہ کسی قسم کا امتیاز نہیں رکھیں گی —— —— سب کو مٹھائی ہی تقسیم کرتی جائیں گی۔"

رمیش۔ اکشے کا ایسا مذاق ہیم نلنی کے ساتھ دیکھ کر غصہ میں بھر گیا۔ —— اس نے دل ہی دل میں فیصلہ کرلیا۔ خواہ کچھ بھی ہو۔ شادی کے بعد میں اکشے سے کوئی تعلق نہ رہنے دوں گا۔

اکشے: "رمیش بابو! آپ اپنا نام تبدیل کرلیں تو بہتر ہوگا"

رمیش نے کسی قدر رنجش سے کہا۔ "کیوں؟"

اخبار دیکھ کر —— "آپ کے نام کے ایک شخص نے دوسرے کا نام رکھ امتحان پاس کرلیا تھا —— جو گرفتار کرلیا گیا۔"

ہیم نلنی جانتی تھی۔ کہ رمیش بابو اس کا جواب نہ دیں گے۔ اس لئے اکشے کی اس چوٹ کا جواب دینے کے لئے خود تیار ہو گئی۔ غضبناک لہجہ میں مگر مسکرا کر کہنے لگی۔ "اکشے نامی کوئی شخص جیل میں ہی گھر بنائے بیٹھے ہیں۔

"دیکھو تو دوست ہو کر میری نیک صلاح پر کیونکر ناراض ہو رہے ہیں۔ تو اب سچ سچ بات کہتا ہوں۔ میری چھوٹی بہن شرت شستی نے اس شام کو کہا تھا کہ آپ کے رمیش بابو کی بیوی ہمارے سکول میں پڑھتی ہے میں نے کہا۔ میرے رمیش کے بغیر دوسرا رمیش شہر میں کوئی اور نہیں ہو سکتا۔

شرت: "اجی وہ ہی تو ہیں۔ جو اپنی بیوی کے ساتھ بڑی بے انصافی کرتے ہیں۔ چھٹیوں میں سب لڑکیاں اپنے اپنے گھر چلی جاتی ہیں۔ مگر اس کے وہیں رہنے کا انتظام کرتے ہیں وہ ہر وقت روتی رہتی ہے۔"

"میں نے اس وقت دل ہی دل میں کہا۔ یہ تو اچھی بات نہیں۔ شاید تو غلطی پر ہو۔ کیونکہ میرا خیال تھا کہ تجھی کو ان باتوں سے کیا۔"

آنند چرن: "تم کیا پاگلوں کی سی باتیں کر رہے ہو۔ کون رمیش کی بیوی سکول میں پڑھتی ہے۔ اور روتی رہتی ہے کیسی بے سر و پیر کی باتیں کر رہے ہو۔"

اس وقت رمیش غصہ میں بھرا ہوا اٹھ کر چلا گیا ہے۔

اکشے "رمیش بابو آپ کیوں ناراض ہوئے جاتے ہیں۔ میں نے آپ پر تو ہرگز شک نہ کیا تھا" ——— یہ کہہ کر وہ بھی رمیش کے پیچھے پیچھے چلا گیا

آنند چرن کچھ حیرانی سے دونوں کے چلے جانے کے بعد کہنے لگے۔ "کچھ سمجھ نہیں آتی۔ یہ کیا بات ہے؟ ———"

ہیم نلنی رونے لگی "بابا اکشے بابو بہت زیادتی کرتے ہیں۔ ——— ہمارے گھر میں ایک شریف آدمی کی ایسی بے عزتی یہ تو مجھ سے بھی برداشت نہیں ہو سکتا۔ اکشے دراصل اچھا آدمی نہیں۔"

"نہیں ہیم اکشے تو مذاق کرتا تھا۔ تم بھلا کیوں برا منا رہی ہو۔"

"اس قسم کا مذاق ناقابل برداشت ہے۔" یہ کہہ کر اوپر چلی گئی۔ اب کے کلکتہ آنے پر رمیش بابو نے کملا کے شوہر کا پتہ لگانا شروع کر دیا۔ بعد مشکل کوشش اشتہار سے کملا کے ماموں تارنی چرن کا پتہ لگا کہ وہ دھوبی پاڑے میں کسی جگہ رہتے ہیں۔ جنہیں رمیش بابو نے خط لکھ دیا۔

آج صبح اس خط کا جواب تارنی بابو نے لکھا تھا۔ کہ اس بڑے واقعہ کے بعد ان کے داماد نلنی کانت کا کہیں پتہ ہی نہیں لگا۔ پہلے وہ رنگ پور میں ڈاکٹری کیا کرتے تھے ——— مگر وہاں بھی خط لکھنے سے پتہ لگا ہے کہ اب اس نام کا کوئی ڈاکٹر وہاں پریکٹس نہیں کرتا۔ سب حیران ہیں کہ وہ کہاں گئے۔

رمیش بابو آج اس خط کے جواب سے بھی کچھ تشویش میں تھے۔ کہ شاید کملا کا شوہر مسٹر نلنی کانت زندہ ہی نہ ہو ——— کیوں کہ اس کے ماموں کے خط سے کوئی خاص بات ظاہر نہیں ہوتی۔ اتنے میں آنند چرن کے گھر سے ایک نوکر نے آ کر انہیں خط دیا۔ دستخط دیکھتے ہی رمیش کے دل میں گدگدی سی پیدا ہونے لگی۔ دل میں خوشی اور غم مل گئے تھے۔

ہیم نلنی کے خط نے رمیش کے دل ہی دل میں تلاطم پیدا کر دیا۔ وہ سوچنے لگا شاید اکشے کی گفتگو سے اس کے دل میں شک پیدا ہوا ہے۔ جس کے دفعیہ کی خاطر یہ خط لکھا گیا ہے۔ یا کوئی اور بات ہے۔

خط کھول کر پڑھا۔ تو صرف یہی چند سطریں لکھی تھیں۔

"اکشے بابو نے کل آپ کے ساتھ جو مذاق کیا تھا۔ وہ سراسر ناواجب تھا۔ اس کا کوئی خیال نہ کریں۔ آپ کو معلوم تو ہے کہ میں ان کی کوئی بات بھی خاطر میں نہیں لائی ——— میرے دل کا بھاؤ آپ بخوبی جان سکتے ہیں۔

آج شعاع آفتاب سے ہی انتظار میں ہوں۔ مگر آپ نہیں آئے۔ آج کچھ جلدی آئیں۔ میں کسیدہ یا سلائی کا کوئی کام نہ کروں گی۔ شاید آپ کو ان کاموں سے نفرت ہے۔"

اس مختصر سے خط سے ہی ہیم نلنی کے نازک دل کی تکلیف کا احساس رمیش کو محسوس ہوا۔ جس سے آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ سوچنے لگا کل سے ہی ہیم نلنی میرے

دل کی اس تکلیف کو دور کرنے کی کوشش کر رہی ہے ۔ اسی فکر میں اس کی رات کٹی ۔ دن گذرا ۔ جب پھر بھی میں نہ پہنچا ۔ تو اس خط میں سب کچھ لکھ کر بھیج دیا ۔

رمیش بابو ۔ اس واقعہ کے بعد یہی سوچ رہے تھے ۔ کہ اب ہیم نلنی سے ہر ایک بات صاف صاف کہہ دوں گا ۔ مگر آج کے تارنی بابو کے خط سے کہنے کا طریقہ نہ سمجھ سکا ۔ خیالات دماغ میں آتے اور چلے جاتے ۔

پھر رمیش سوچنے لگا ۔ کہ اکشے کے دل میں ضرور کسی دوسرے رمیش کا خیال ہے ورنہ وہ ہرگز اشاروں میں بات نہ کرتے ۔ بلکہ صاف صاف گفتگو کرنے کی بجائے محلہ بھر میں خبر پہنچا دیتا ۔ جس طرح ہو ۔ کسی حکمت عملی سے کام لینا چاہئے ۔

اتنے میں پوسٹمین ایک اور خط دے گیا ۔ جو کینا پاٹھ شالہ کی طرف سے تھا ۔ جس میں ہیڈ مسٹرس نے لکھا تھا ۔ کملا بہت دکھی ہے ۔ وہ چھٹیوں میں کسی حالت میں بھی بورڈنگ میں رہنے پر رضامند نہیں ہے ۔ اگلے سنیچر کو سکول بند ہو جائے گا ۔ تو سب چلی جائیں گی ۔ اس لئے اس کا بھی اسی دن جانا ضروری ہے ۔

رمیش خط پڑھتے ہی شش و پنج میں مبتلا ہو کر سوچنے لگا ۔ پربھو یہ آپ کا کیسا کھیل ہے ۔ جو ہر کام میں کوئی نہ کوئی نیا شگوفہ کھڑا کر رہے ہو ——— خوب اگلے سنیچر وار کملا کو سکول سے لانا ہے ۔ اور اس کے بعد دوسرے دن اتوار کو ہی رمیش اور ہیم کی شادی ہوگی ۔ اب تو دماغ میں قوت پرواز نہیں رہی ۔

اسی وقت اکشے یکایک آ کر رمیش کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا ۔ رمیش بابو مجھے معاف کریں ۔ آپ تو معمولی مذاق سے ہی ناراض ہو جاتے ہیں ۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ نے ناراض ہو جانا ہے ۔ تو باوجود سب کچھ معلوم ہونے کے بھی وہاں کچھ نہ کہتا ——— سچائی سے بھی آپ لوگ کیوں گھبراتے ہیں ۔ اس میں شک و شبہ کی گنجائش ہی نہ تھی ۔ جس پر آپ اس قدر خفا ہوئے ۔ ہیم نلنی نے تو بول چال ہی بند کر دی ۔ آج صبح جب میں وہاں گیا تھا ۔ تو بابو آنند چرن کے رنگ ڈھنگ کچھ بدلے ہوئے تھے ۔ جس کی وجہ سے میں وہاں سے جلد چلا گیا ۔ بھلا آپ ہی بتا دیں ۔ میں نے بات کر کے کونسا قصور

کیا ہے جس کی وجہ سے مجھ سے یہ سلوک ہو رہا ہے۔ ہر جانب ناراضگی"۔
"معاف کریں مجھے اس وقت بہت ضروری کام درپیش ہے۔ اس لئے ان سب باتوں کو کسی پھر وقت سوچیں گے"۔
"کیا باجہ والوں کو پیغام دینے جا رہے ہو۔ کیونکہ شادی میں بہت تھوڑے دن باقی ہیں۔ اچھا میں جاتا ہوں آپ کے کام میں دخل انداز نہیں ہوتا۔ نمستے!"
رمیش اکنشے کے جانے کے بعد بابو آنند چرن کے گھر گیا۔ جاتے ہی ہیم نلنی سے ملاقات ہوئی۔ ہیم نلنی کو پہلے ہی محسوس ہو رہا تھا۔ کہ رمیش آج ضروری صبح ہی آئیگا اس لئے وہ انتظار کر رہی تھی"۔ کیا لطف ہے انتظار میں۔
رمیش کے گھر میں داخل ہوتے ہی ہیم نلنی کے چہرے کا رنگ کچھ بدل گیا۔ مگر رمیش نے کوئی بات نہ کہہ کر پوچھا"بابو آنند چرن کہاں ہیں؟"
"ابھی تو خواب گاہ میں ہی ہیں۔ کیا کوئی کام ہے۔ کہو تو بلا لوں۔ ورنہ چائے کے وقت تو آئیں گے"۔ نلنی اس بے رخی کا مطلب نہ سمجھ سکی۔
"مجھے کوئی خاص کام ہے۔ اس لئے زیادہ دیر کرنا مناسب نہیں"۔
"تو آپ خود ہی چلے جائیں"۔
رمیش بابو آنند چرن کو ملنے چلا گیا۔ مگر ہیم نلنی محبت کی پتلی باہر کھڑی انتظار کی گھڑیاں گننے لگی۔ جب انتظار میں کافی دیر ہو گئی۔ تو ہارمونیم کے پاس کرسی پر بیٹھ کر گیت نکالنے لگی۔ محبت کی پیاسی مفلس فقیر کی مانند رنگین خواب دیکھ رہی تھی۔
آنند چرن بابو اخبار پڑھ رہے تھے۔ کہ رمیش اندر داخل ہوا۔ تو اخبار رکھ کر کہنے لگے"دیکھو رمیش اس سال ہیضہ نے کتنے لوگ تباہ کئے ہیں"۔
رمیش مندرجہ بالا کا جواب نہ دیتے ہوئے"شادی چند دنوں کے لئے ملتوی کرنی ضروری ہے ——— مجھے ایک خاص کام درپیش ہے"۔
آنند چرن بابو کے دماغ سے ہیضے سے مرے ہوئے لوگوں کی فہرست مٹ گئی حیران ہو کر رمیش کے چہرے پر ٹکٹکی لگا کر بولے ——— رمیش یہ کیا بات ہر ایک تیاری

مکمل ہو چکی ہے ۔ نوید دے دیا گیا ہے ۔ پھر یہ بہانہ سازی اس کا کیا مطلب ؟"
"اس اتوار کو چھوڑ اگلے اتوار کا دن مقرر کریں ۔ اتنے عرصہ میں دوبارہ سب کو اطلاع دی جا سکے گی کوئی حرج نہیں ۔"
"رمیش بتاؤ تو سہی تمہیں ایسا کونسا ضروری کام آ پڑا ہے ۔ جو شادی کو ملتوی کر رہے ہو ۔ مجھ سے کیوں چھپاتے ہو ۔"
"بہت ہی ضروری کام درپیش ہے ۔ دیر کرنے سے خرابی کا احتمال ہے ۔"
چپ چاپ آرام کرسی کی پچھلی سیٹ سے جا لگے ۔"
بہت اچھا میں تمہارے نقصان میں راضی تھوڑے ہی ہوں ۔ اس لئے خوشی منظور کرتا ہوں ۔ جو جی میں آئے کرو ۔ مجھ سے جب کوئی پوچھے گا ۔ تو کہہ دوں گا ۔ بھئی رمیش سے پوچھو اسی نے اپنی سہولت کو مدنظر رکھ کر ایسا کیا ہے اس لئے اب اس کا جواب بھی وہ ہی دے سکتا ہے ۔"
لاجواب ہو کر چپ چاپ بیٹھا ۔ رمیش آنند چرن کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا
"کیا ہیم سے یہ سب باتیں کہہ دی ہیں ۔"
"نہیں ! انہیں ابھی تک کچھ بھی معلوم نہیں ہے ۔"
"اس سے بھی تو سب کچھ کہنا ضروری ہے ۔ تمہارے اکیلے کی تو شادی نہیں ۔ اس سے دریافت کرنا ضروری ہے ۔
"پہلے آپ سے کہنے کا ارادہ تھا پھر ان کو ۔"
آنند چرن نے آواز دی ! ہیم ہیم نیچے آؤ ۔
ہیم نلنی کمرے میں داخل ہو کر خاموش کھڑی ہو گئی ۔
"رمیش بابو کا خیال شادی کو چند دن ملتوی کرنے کا ہے ۔ انہیں ایک ضروری کام ہے ۔ جسے بتانا نہیں چاہتے ۔
ہیم نلنی کا چہرہ سرخ ہو گیا ۔ اس نے رمیش پر نظر ڈالی ۔ دیکھا ! رمیش خوف زدہ ملزم کی مانند لاجواب ہوا بیٹھا ہے ۔ جیسے اپنی صفائی کے لئے کچھ کہنا ہی نہیں چاہتا ۔

رمیش کا رنگ ہیم نلنی کے نازک ترین دل کے ہل جانے سے تبدیل ہو گیا۔ وہ اس کا احساس کر کے سوچنے لگا۔ میں ان الفاظ کو اتنی جلدی ہیم تک کسی صورت میں بھی نہ پہنچا سکتا تھا۔ مگر اب کیا ہو سکتا ہے۔ اس بچاری نے تو تاریخ کی تبدیلی کے متعلق سوال کرنا بھی اچھا خیال نہیں کیا۔

آنند چرن۔ ہیم نلنی کی طرف دیکھ کر ـــــ "تمہیں بھی کام ہے اس لیے اس کے متعلق تم جو مشورہ دو۔ وہ بھی منظور ہو گا"

ہیم نلنی۔ سر جھکائے ہوئے بولی۔ بابو جی۔ میں ـــــ ـــــ ـــــ!
آگے کچھ نہ کہہ سکی۔ اور آنکھیں نیچے کئے چلی گئی۔

آنند چرن بھی اخبار سے منہ ڈھنپ کر سوچنے لگا اور رمیش چپ چاپ بیٹھا رہا۔ واقعات ہر لحظہ نئی صورت اختیار کر رہے تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد یکایک اٹھ کر چلا گیا۔ بڑے کمرے میں جا کر دیکھا تو ہیم بالکل خاموش کھڑکی کے پاس کھڑی ہے۔ چہرے کے اتار چڑھاؤ سے رمیش میں اتنی جرات نہ رہی۔ کہ وہ یکایک ہیم نلنی کے پاس پہنچ جائے۔ کافی دیر اس کے پیچھے کھڑا ہو کر دیکھتا رہا۔ رمیش رہ رہ کر اس کی بل کھاتی ہوئی کمر۔ شانوں پر بکھرے ہوئے گیسوے خمدار کانوں سے لہراتا۔ بالوں پر سنہری بار کا تھوڑا سا حصہ اپنی چمک الگ پیدا کر رہا تھا۔ جسے دیکھ دیکھ کر رمیش کے دل میں ایک درد سا ہونے لگا۔ یہ ہے حسن کا جادو

آخر آہستہ آہستہ چل کر رمیش ہیم نلنی کے پاس آ کھڑا ہوا۔ ہیم نے بھی راستہ چلتے لوگوں کی طرف سے نظر ہٹا کر رمیش کو پریم بھرے نینوں سے دیکھا۔

رمیش نے روندھے ہوئے گلے سے کہا "میری ایک درخواست ہے"

ہیم نلنی سے رمیش کی یہ آواز برداشت نہ ہو سکی۔ اس کا بھی رنگ تبدیل ہو گیا۔ غم نے دونو دل ہلا دئے تھے۔

تب یکایک رمیش نے کہنا شروع کیا۔ آپ مجھ پر بدگمان نہ ـــــ ـــــ

اس سے آگے رمیش کچھ بھی نہ کہہ سکا۔ آنکھوں
میں آنسو جھلکنے لگے۔ دل بھر آیا۔ اور پُرسکون نظروں سے ہیم نلنی کی طرف دیکھنے
لگا

کچھ دیر کے بعد رمیش نے اس خاموشی کو توڑتے ہوئے پھر کہنا شروع کیا۔
ہفتہ بھر کے لئے شادی ملتوی کرنے کی تجویز میں نے کی ہے۔ کیا اس کا سبب
"تم جاننا چاہتی ہو!

ہیم نلنی نے خاموشی سے سر جھکا لیا۔

جس کے اندر سے ظاہر ہوتا تھا۔ کہ وہ اس تفتیش سے کیا لے گی۔

رمیش ہیم سے کوئی جواب نہ پا کر کہنے لگا۔ شادی کے بعد سب حالات آپ
کے گوش گذار کئے جائیں گے۔ رمیش کی اس بات کو سن کر ہیم نلنی کے رخسار زرد
پر سرخی دوڑ گئی۔ اس وقت سے تھوڑے پہلے وہ ہی ہیم اپنے دلی خیال میں
رمیش سے ہی مذاق کی باتیں سوچ سوچ کر خوش ہو رہی تھی۔ مگر تھوڑی دیر
میں ہی حالات تبدیل ہو گئے۔ کون جانتا ہے قدرت کے راز۔

آخر ہیم نے کہا "آپ تھوڑی دیر کے لئے بابو صاحب کے پاس جائیں۔ کیوں کہ
وہ کچھ ناراض نظر آتے تھے۔"

رمیش۔ اس کے حکم کی تعمیل کرنے کی خاطر دوبارہ خوشی خوشی ایک اور
ٹیس برداشت کرنے کے لئے چلا گیا۔

آنند چرن نے دوبارہ رمیش کو آتے دیکھ کر پوچھا۔

"رمیش۔ آپ نوید کی فرد میرے سپرد کر دیں۔ تو آج ہی خطوط لکھ دوں۔

"کیا دن تبدیل کرنے کا تمہارا پختہ وچار ہے؟"

"جی ہاں! اس کے سوا کوئی چارہ ہی نظر نہیں آتا۔ اس لئے مجبور ہوں۔"

دیکھو بابو میں پھر ان باتوں میں دخل نہیں دیتے کا تمام انتظام آپ کو ہی
کرنے ہوں گے۔ میں لوگوں کا تمسخر نہ بن سکوں گا۔ تم نے تو شادی کو بچوں کا کھیل بنا

دیا ہے۔ اس لئے اب مجھ بوڑھے کا اس میں دخل دینا نامناسب ہے۔ یہ نوید کی فرصت جس پر میں نے کئی روپیے برباد کر دیا ہے۔ اب بار بار مجھ سے یہ نہ ہو سکے گا۔"

تمام بات کا ذمہ دار میں ہوں اس لئے تمام خرافات میں اپنے سر لیتا ہوں یہ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے تو بابو آنند چرن نے کہا۔ "رمیش شادی کے بعد کہاں وکالت کرنے کا وچار ہے۔ کلکتہ یا اور کہیں۔"

"پچھم کی طرف کوئی شہر تلاش کر لوں گا۔ آگے جیسا آپ کہیں گے۔ عمل کروں گا۔" ان کے بس کچھ بھی نہیں۔"

"بس ٹھیک ہے اٹاوا نہایت بہتر جگہ ہے۔ وہاں کا پانی ہاضمہ صحت کے لحاظ سے بہت اچھا ہے۔ میں وہاں ایک ماہ رہ چکا ہوں۔ یہاں سے دگنی خوراک کھا جاتا تھا مگر پھر بھی پتہ نہیں لگتا تھا۔ میری بھی اکلوتی بیٹی ہے۔ اگر میں اس کے ساتھ نہ رہا تو یہ بھی سکھی نہ رہ سکے گی۔ اور میں بھی خوش نہ رہوں گا۔ اسی لئے میری خواہش ہے۔ کہ تم کوئی اچھی سی جگہ پسند کرو۔" آنند چرن بابو نے محض رمیش کے دل کو خوش کرنے کی خاطر طرح طرح کی باتیں کرنی شروع کر دی تھیں۔

"جو حکم دیں گے عمل کروں گا۔" یہ کہہ کر نوید فرصت لے کر چلا گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد اکشے آنند چرن بابو کو جب ملنے آئے تو انہوں نے کہا۔

"رمیش نے شادی ایک ہفتہ کے لئے ملتوی کر دی ہے۔"

"آپ کیا کہہ رہے ہیں یہ کبھی ممکن ہے کہ پرسوں تو شادی ہونی ہے۔ اور آج تاریخ تبدیل ہو جائے۔ ہر بات نرالی ہے۔"

"ہاں ایسا نہ ہوتا تو ٹھیک تھا۔ معمولی خاندان بھی ایسا نہیں کرتے۔ مگر آج کل نوجوانوں کی حالت ہی کچھ عجیب ہے۔ اس میں سب کچھ ممکن ہو گیا ہے۔"

اکشے غور و خوض میں ڈوب گیا۔ اس کا چہرہ سنجیدہ ہو گیا۔ آخر کچھ دیر کے بعد کہنے لگا۔

"آپ نے جسے ممتاز لڑکا سمجھ کر شادی طے کر لی ہے۔ اس میں مجھے لب کشائی

کی ضرورت نہیں۔ مگر یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جس کو لڑکی دے رہے ہو۔ اس پر اچھی طرح سے وچار کر لیا۔ وہ کوئی دیوتا تھوڑے ہی ہے۔ احتیاط لازمی ہوا کرتی ہے تو

" رمیش جیسے بھولے بھالے صاف گو لڑکے پر بھی اگر کوئی شک کرے تو دنیا میں بھی رشتہ ناطہ کرنا غیر ممکن ہے۔"

" اچھا آپ ہی بتائیں دن بڑھانے کا سبب بھی رمیش نے کوئی بتایا تھا یا نہیں"

" سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہنے لگے" نہیں سبب تو کوئی بھی نہیں بتایا۔ صرف ضروری کام کہتے تھے۔"

" منہ پھیر کر ہنسنے لگا۔ پھر بولا" شاید آپ کی لڑکی کو اس کی کچھ وجہ معلوم ہو۔"

" شاید۔ مگر میں نہیں جانتا۔"

" ذرا پوچھئے تو سہی۔"

آنند چرن نے ہیم نلنی کو آواز دی وہ اکشے کو دیکھ کر باپ کے پیچھے اس طرح کھڑی ہو گئی۔ کہ اکشے اسے نہ دیکھ سکے۔

" کیا رمیش نے شادی کا دن یکایک تبدیل کرنے کی کوئی وجہ نہیں بتائی تھی؟"

ہیم نلنی۔ (گردن جھکا کر) نہیں۔"

" کیا تم نے دریافت ہی نہیں کیا؟

" نہیں ! ضرورت ہی کیا تھی۔"

عجب انسان ہو جیسے وہ ایسی تم اس نے آ کر کہا۔ شادی اگلے ہفتے ہوگی۔ تو تم نے کہا بہت اچھا۔"

" جب ایک شخص علانیہ کسی بات کو چھپانا چاہے تو اسے مجبور کرنا مناسب نہیں ہوتا۔ اگر انہوں نے بتانا ہوتا تو خود ہی بغیر پوچھے سب کچھ کہہ جاتے۔"

" ہیم نلنی (غصے میں بھر کر) میں اس مضمون پر کسی بھی باہری آدمی کی کوئی بات سننے کے لئے تیار نہیں۔ مجھے ان پر کوئی رنج نہیں۔"

یہ کہہ کر ہیم نلنی جلدی سے باہر چلی گئی۔ اور اکشے دیکھتا ہی رہا۔

اکشے" دینا ہیں چونکہ دوستی کا حق ادا کرنا ضروری خیال کرتا ہوں۔ اس لئے میں ان سب ـــــ سے مجبور ہو کر آپ لوگوں کو سب اونچ نیچ بتلا رہا ہوں۔ خواہ آپ مجھے گالی دیں یا نفرت کریں۔ میں آپ کی جگہ ہر قربانی کو تیار ہوں۔ آپ لوگ خواہ مجھ سے نفرت کریں یا گالیاں دیں۔ مگر دوستی کا اہم فرض ادا کر کے ہی رہوں گا۔ ذرا انتظار کریں۔ جگندر (ہیم نلنی کا بھائی) کو آ لینے دیں۔ وہ جیسے کہے گا عمل ہو گا۔"

رمیش کے تعلقات و سلوک کا سوال ہے۔ انہیں بار بار اکشے کے اوپر غصہ آ رہا تھا آخر نہ رہا گیا تو کہنے لگے "دیکھئے اکشے آپ کا مزاج نہایت شکی ہے۔ ثبوت نہ پا کر بھی تم سے" اکشے اپنے آپ پر بخوبی ضبط کی طاقت رکھتا تھا۔ مگر لگاتار چوٹ سے آج اس کا بھی استقلال جاتا رہا۔ جوش میں آ کر کہنے لگا۔ دیکھئے آنند بابو آپ کے خیال میں میں نیکوں پر شک اور حسد کرتا ہوں۔ مجھ میں آپ کی نیک لڑکی کو سمجھانے کی طاقت نہیں میں تو ایک معمولی سا انسان ہوں مگر کافی مدت سے آپ لوگوں سے میل ملاپ ہو جانے سے محبت ہو گئی ہے۔ اس لئے ہر نیک و بد سے آگاہ کرنا اپنا فرض خیال کرتا ہوں۔

رمیش نوید کے خطوط کی جو فہرست بابو آنند چرن سے لایا تھا ان کے جواب میں تاریخ کی تبدیلی کے تقسیم کرتے کرتے رات زیادہ گذر گئی۔ اس لئے سونے کے کمرے میں چلا گیا۔ مگر نیند ایسی ہوا ہوئی۔ جیسے گدھے کے سر سے سینگ کروٹیں بدل بدل کر اٹھ کھڑا ہوا۔ کھڑکی میں کھڑا ہو کر سنسان گلیوں پُر سکون اندھیری رات کے تارے گننے لگا۔ آخر چھت پر چڑھ کر ہیم کے مکان پر حسرت بھری نظریں ڈالیں۔ مدت تک چھت پر ٹہلتا رہا۔ آخر تھک کر نیم بیہوشی کے عالم میں بستر پر جا لیٹا۔ اور دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر محو خواب ہو گیا۔

باب ۴
رمیش کا راز

دوسرے دن

پہلی گاڑی سے جگندر واپس آگیا۔ آج سنیچر کا دن کا تھا۔ اور کل اتوار ــــ ہیم نلنی اور رمیش کی شادی کا دن۔

ہیم نلنی کی شادی ہے۔ مگر جگندر نے دیکھا۔ کہ بیاہ کی کوئی دھوم دھام نہیں وہ راستہ میں سینکڑوں باتیں سوچتا ہوا آ رہا تھا۔ گھر میں رونق ہوگی۔ دروازہ سجایا گیا ہوگا۔ پاس آکر دیکھا تو ایک مالن کے گھر اور اپنے گھر میں کوئی خاص فرق نہ تھا۔

وہ ڈر گیا۔ نامعلوم قدرت کو کیا منظور ہے۔ داخل ہوکر دیکھا تو چائے کی میز پر اس کے کھانے پینے کا تمام سامان موجود ہے۔ اور آنند چرن مقابل پیالہ رکھے اخبار پڑھ رہے ہیں۔

"نلنی کیسی ہے؟ جگندر نے داخل ہوتے ہی سوال کیا۔

"اچھی ہے"

"اور شادی"؟

"دوسرے اتوار کو!"

"وجہ"

"وجہ" اپنے دوست سے دریافت کرو۔ اس نے صرف یہی کہا تھا۔ کہ کوئی خاص کام ہے۔ اس اتوار کو شادی نہیں ہوسکتی"

جگندر دل ہی دل میں ناراض ہوکر بولا۔ "اگر میں نہیں ہوتا تو آپ بہت غلطیاں کرتے ہیں۔ اب کام ہی کیا ہے۔ وہ خود مختار آزاد ہے۔ اس کا اپنا اب کوئی نہیں۔ اگر کوئی دوسرا جھگڑا ہوگیا ہو۔ تو یہ بات وہ صاف صاف کہہ سکتا تھا۔ اس میں ہرج ہی کیا ہے۔ آپ نے اسے آسانی سے کیوں چھوڑ دیا۔ بغیر سوچے سمجھے"

"وہ ابھی چلا تو نہیں گیا۔ تم خود ہی دریافت کر لو" جگندر اُٹھ کھڑا ہوا۔

"جگندر تم اتنی جلدی کر رہے ہو۔ کچھ کھا پی تو لو"

جگندر نے کچھ نہیں سنا۔ وہ رمیش کے مکان پر پہنچا۔ رمیش کو آواز دی۔ جواب نہ ملا ہر ایک کمرے میں تلاش کیا۔ خواب گاہ میں نہیں۔ دفتر میں نہیں۔ چھت پر نہیں۔ برآمدہ میں نہیں۔ بعد از تلاش ملازم ملا۔ جگندر نے دریافت کیا بابو کہاں ہیں۔

"صبح سے کہیں گئے ہیں معلوم نہیں"

"آئیں گے کب"؟

وہ تو کافی سامان لے کر گئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے۔ چار پانچ دن لگیں گے۔ کدھر گئے معلوم نہیں۔ جگندر واپس آیا۔ آنند چرن نے کہا "کیا ہوا"؟

ہو گا کیا۔ جس کے ساتھ لڑکی کی شادی کر رہے ہو۔ اس کی خبر رکھنا بہت ضروری ہے۔ کہ وہ کب کہاں ہے۔ مگر آپ کو کچھ بھی نہیں پتہ ہے۔ حالانکہ گھر اتنا نزدیک ہے"

"کل رات تک تو گھر ہی میں تھا"

جگندر نے جوش میں کہا "آپ کیا جانیں وہ کہاں ہے جب اس کے اپنے ملازم کو پتہ نہیں یہ کیا ہو رہا ہے۔ مجھے تو آثار اچھے نظر نہیں آتے۔ آپ اس قدر بے فکر کیوں ہیں؟ بات کیا ہے؟"

کم فہم رمیش بآسانی کل رات کو آنند چرن سے رخصت لے کر جا سکتا تھا۔ مگر یہ بات اس کا دماغ نہ سوچ سکا۔ "ضروری کام ہے" صرف یہی کہا تھا۔ کیا اس میں تمام باتیں آ گئیں۔

"ہیم کہاں ہے"

وہ چائے پی کر اوپر چلی گئی۔ غالباً وہاں ہو گی"

"معلوم ہوتا ہے۔ رمیش کے اس بُرے سلوک سے وہ دل میں شرمندہ ہے یہی وجہ ہے۔ مجھ سے نہیں ملی۔ اوپر چلی گئی" مایوس اور غمناک ہیم نلنی کو تسلی دینے کی خاطر جگندر

اوپر گیا۔ وہ اپنے کمرے میں چپ چاپ بیٹھی تھی۔ بھائی کے پاؤں کی آہٹ پاتے ہی کتاب لے کر ورق گردانی کرنے لگی۔ اس کے پہنچتے ہی کتاب کو ایک طرف پھینک کر بولی۔

"ہیں بھائی کب آئے؟ مجھے تو پتہ تک نہیں لگا ——— "

"آپ کی صحت تو اچھی ہے۔ چہرہ مرجھایا ہوا معلوم ہوتا ہے۔"

جگندر نے بیٹھ کر کہا۔ اچھے ہونے کی بات ہی نہیں۔ کیسے اچھا رہ سکتا ہوں مجھے سب معلوم ہوگیا ہے۔ اس معاملہ میں اب تم کوئی فکر نہ کرنا۔ میں موجود نہ تھا۔ اس وجہ سے یہ باتیں ہوئیں۔ میں سب درست کر دوں گا۔ کیا رمیش نے کوئی سبب نہیں بتایا؟"

نلنی مشکل میں پڑ گئی۔ رمیش کے متعلق یہ تمام شکوک اس کے لئے ناقابل برداشت تھے۔ اور نہ ہی رمیش نے شادی کا دن ملتوی کرنے کا سبب ہی بتایا تھا۔ بڑے بھائی سے اس کے متعلق وہ گفتگو کرنا نہیں چاہتی تھی۔ اور جھوٹ بولنا بھی اس کے لئے ناممکن تھا اس نے سوچ کر کہا "آپ مجھے سب کچھ بتانے کو تیار تھے۔ مگر میں نے انکار کر دیا۔"

جگندر نے خیال کیا۔ یہ غرور کی بات ہے۔ اور غرور ہے بھی قدرتی۔ بولا "تم کوئی فکر نہ کرنا۔ میں آج ہی پتہ لوں گا"

نلنی نے کتاب کے ورق الٹتے ہوئے کہا بھائی میں فکر نہیں کرتی۔ بات دریافت کرنے کے لئے تم پریشان ہو۔ یہ میری خواہش نہیں آگے تم مالک ہو۔

جگندر نے خیال کیا یہ بھی غرور کی بات ہے۔ جواب دیا "اچھا دیکھا جائیگا" جب رمیش جانے کو تیار ہوا۔ تو نلنی پلنگ سے اٹھ کر کھڑی ہوئی اور عاجزی سے بولی۔

رمیش کے ساتھ جھگڑنے کے لئے آپ ان پر شک کیوں کرتے ہیں؟ مجھے تو بالکل شک نہیں"۔ اس کے دل میں خیال آیا۔ یہ تو غرور کی بات نہیں جیسے جگندر بیدار ہو گئے۔ اتنی تعلیم یافتہ ہے عالم کی خبر بھی رکھتی ہے مگر کہاں شک کی ضرورت ہے۔ اتنا فہم نہیں سادہ لوح لڑکی کے ساتھ رمیش کا قابل اعتراض سلوک دیکھ کر اسے بہت غصہ آیا۔ وجہ دریافت کرنے کا عہد دل میں کیا۔ اٹھتے دیکھ کر نلنی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ اس بات کا

ذکر رمیش بابو سے نہ کرو گے ۔"

"سوچونگا۔"

"نہیں بھائی سوچنے کی بات نہیں ۔ وعدہ کرتے جاؤ۔ آپ کوئی فکر نہ کرو ایک بار میری یہ بات مان لو۔ ان پر شک کی ضرورت نہیں۔"

نلنی کی یہ بھگتی دیکھ کر اُس نے خیال کیا۔ یقیناً رمیش نے نلنی سے سب باتیں کہہ دی ہیں ۔ اور یہ ہم سے پوشیدہ رکھنا چاہتی ہے ۔

"لیکن ہمیں بھی تو ان تمام ناقابل فہم باتوں سے بہلانا مشکل ہے" اُس نے نلنی کی دیکھ کر کہا۔

"میں کسی قسم کا شک نہیں کرتا۔ شاید رمیش بابو کا تمہارے ساتھ کوئی خاص فیصلہ ہوا ہے ۔ مگر ہمارے سامنے بھی تو ہونا لازمی ہے۔ جو کچھ تمہارا فرض ہے تم انجام دو ۔ مگر جو ہمارا فرض ہے۔ اسے بھی تو نظر انداز نہیں کر سکتے ۔ ابھی تک تمہاری شادی نہیں ہوئی ۔ اس لئے میں یہ سب کچھ کہہ رہا ہوں ۔ ہاں جب شادی ہو جائے گی۔ پھر ہمارا کوئی اختیار نہ ہوگا۔ اور نہ ہی ہم کسی بات میں دخل دیں گے ۔"

یہ کہہ کر جگندر وہاں سے چل گیا ۔

الفت جس چیز کا انتظار کرتی تھی وہ آج غائب ہو گئی۔ نلنی اور رمیش کے درمیان جو رشتہ محبت قائم تھا ۔ اب لوگ اس پر شک کرنے لگے ۔ ہر طرف سے شک کی نظریں دیکھ کر نلنی کو بہت رنج ہوا۔ اسے سب کچھ بے معنی معلوم ہونے لگا ۔ یہاں تک کہ رشتہ داروں سے ملنا بھی ناگوار ہو گیا۔

جگندر کے چلے جانے بعد وہ پھر خاموش پلنگ پر جا بیٹھی ۔

باہر راستے میں کھڑا تھا۔ بولا "جگندر آ گئے ؟ تمام باتیں اس نے ہی کہی ہیں ۔ اب کیا ارادہ ہے ؟"

"دل میں ہزاروں خیالات آتے ہیں ۔ مگر ان تمام باتوں کو پکڑ کر جھگڑا مچانے سے کیا فائدہ ؟ کیا تم بتا سکتے ہو رمیش کہاں گیا ہے ؟"

"ہاں"

"کہاں ہے ؟"

واقعہ نہیں بتاؤں گا۔ ہاں آج تین بجے کے قریب اس سے تمہاری ملاقات کراؤں گا

"معاملہ کیا ہے۔ بتاؤ تو سہی۔ میری نگاہ میں تم سب لوگ تاریکی میں ہو۔ چند دن کے واسطے میں باہر چلا گیا۔ اس عرصہ میں اس قدر خرابی ہوئی اب کوئی بات پوشیدہ رکھنے کی ضرورت نہیں ؟"

"میں نے کچھ بھی پوشیدہ نہیں رکھا۔ مگر مجھے سخت مشکل کا سامنا ہے ملنی تو مجھے دیکھنا تک پسند نہیں کرتی اور تمہارے پتا گالی دیتے ہیں۔ اور رمیش بھی مجھ سے مل کر پہلے کی طرح خوشی کا اظہار نہیں کرتا۔ اب تو صرف تم ہی باقی ہو۔ اس لئے تم سے بھی میں ڈرتا ہوں۔ شاید کام بگڑ نہ جائے ؟"

دیکھو۔ اکشے! تمہاری یہ سب چالیں مجھے پسند نہیں ہیں خوب سمجھ گیا ہوں۔ کہ تم کچھ کہنا چاہتا ہو۔ بات کو چھپا کر اس کی قیمت زیادہ کرنا چاہتے ہو۔ بالکل صاف کہہ دو تاکہ ختم ہو جائے یہ سلسلہ ؟"

"اچھا میں ابتدا سے ہی تمام شروع کرتا ہوں۔ تاکہ تم اس مگر وہ داستان سے اچھی طرح واقف ہو جاؤ ؟"

درزی باڑہ میں وہ جس مکان میں رہتا تھا۔ اس کی کرایہ معیاد ابھی پوری نہ ہوئی تھی۔ اور نہ ہی وہ کسی دوسرے کو اس نے کرایہ پر ہی دیا ہے۔ یہ سوچنے اسے ابھی تک وقت ہی نہیں ملا۔ اور وہ کچھ دنیا سے بے تعلق سا ہو گیا ہے۔ اور رشتہ دار اور دوست سے کچھ الگ الگ رہتا تھا۔ اس کے سوچنے کا مادہ بالکل خارج ہو گیا تھا۔ مگر یکایک ایک دن بابو آنند چرن اسے ملے اور پھر پرانے مکان میں لے آئے۔ اب آگے سنو۔

اگر میں غلطی نہیں کرتا تو اس کی شادی ہو چکی ہے اور وہ اپنی بیوی کو ایک مقامی گرلز سکول میں پڑھا رہا ہے۔

پھر آج صبح اسی مکان میں جا کر کمرے کی صفائی کرائی۔ پلنگ پر بستر بچھوایا۔ اور کھانے وغیرہ کا انتظام کیا۔

ابھی کافی وقت ہے۔ یہ خیال کر کے رمیش لیٹ گیا۔ اس وقت وہ اپنے مستقبل میں جھانکنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ میں نے اٹاوہ کبھی نہیں دیکھا۔ یہ سوچتے ہی اس کے دماغ میں سیر و تفریح کا دلکش سین پھر گیا۔ شہر کے باہر یہ مکان تھا۔ درختوں کی قطاروں کے سایہ میں ہو کر باغیچہ کا راستہ۔ راستہ کے دور سامنی طرف میدان اور اس میں بہت سے کنوئیں۔ بیچ بیچ میں پرندوں کے اڑانے کے جا بجا جال بندھے ہوئے ہیں۔ کھیت میں پانی کا ذریعہ عجیب ہے بہت دور گرمی اداس دوپہر اور خاموش جگہ میں وہ اپنے بنگلے کے دروازے بند کئے ہوئے ہیم نلنی کو خیال کر کے دکھ کا احساس کرنے لگا۔ اور ساتھ ہی عرصہ دراز کی سکھی کملا کی انتظار میں روحانی سرور کا احساس ہوا۔ رمیش کا خیال تھا۔ اس وقت کملا سے کچھ نہ کہے۔ شادی کے بعد کملا کو ہیم نلنی اپنے سینہ سے لگا کر موقع کے ساتھ محبت کا اظہار کر کے آہستہ آہستہ اسے تمام [illegible] واقعات سنائے گی۔ تاکہ قدرتی تکلیف کم ہو سکے۔ بہتر ہے۔ کملا کی زندگی کا وہ دکھ زبردست اور پُراسرار جال توڑنے کی کوشش کروں گا۔ اس کے بعد دیس میں [illegible] کے باہر کسی قسم کا خطرہ نہ پا کر کملا بآسانی اپنی ہو جائے گی۔ اب دوپہر ہے۔ ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا۔ جو دفتر جانے والے تھے چلے گئے تھے۔ جو گھر میں رہنے والے تھے وہ نیند کے انتظار میں تھے۔ آفتاب کی گرمی سے دن میں ایک حرارت آمیز دلکشی پیدا ہو گئی تھی۔ مستقبل کی خوشی سے آسمان بھی دلکش اور سجا ہوا نظر آرہا تھا۔ رمیش اس سنسان مکان میں دوپہر کے سناٹے میں رنگین مستقبل کو قوس و قزح کی شکل میں دیکھنے لگا۔

بالکل اسی وقت کسی گاڑی کی گڑگڑاہٹ کی آواز آئی اور گاڑی گھر کے سامنے آکر رکی۔ رمیش کو خیال آیا کہ سکول کی گاڑی کملا کو پہنچانے آئی ہے۔

یک دم اس کا دل اچھل پڑا۔ کملا کو کس نظر سے دیکھے گا۔ اس کے ساتھ کس انداز سے گفتگو کرے گا۔ کملا کس طرح قبول کرے گی۔ پھر یک دم اس کے غم ناک دل میں

مسرت کی لہر دوڑ گئی۔

نچلی منزل میں دو نوکر تھے۔ ایک نے جلدی جلدی کملا کا ٹرنک برآمدہ میں لا رکھا۔ اس کے بعد کملا دروازے کے سامنے آکھڑی ہوئی۔ مگر اندر نہ گئی۔

رمیش نے کہا! کملا! آؤ۔

کسی قدر جھجکتی ہوئی کملا اندر داخل ہوئی۔ چھٹیوں میں رمیش اسے دیار میں دکھنا چاہتا تھا۔ مگر وہ دھوکر چلی آئی تھی۔ اس خوفناک واقعہ اور کئی مہینوں کی جدائی میں اس کا دل جیسے رمیش کے دل سے جدا ہوگیا تھا۔ یہی وجہ تھی۔ کملا اندر آکر رمیش کے چہرے کی طرف نہ دیکھ کر ذرا گردن پھیر کر کھلے دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔

رمیش کملا کو دیکھتے ہی حیران ہوگیا۔ جیسے اس نے پہلی بار دیکھا۔ ان کئی مہینوں میں اس کی جسامت میں کسی قدر تبدیلی آگئی۔ پیچ دار اور درخت سے لپٹی ہوئی خوب صورت بیل کی طرح وہ بہت زیادہ بڑھ گئی تھی۔ دیہاتی لڑکیوں کی طرح اس کے عضو عضو میں شگفتگی اور لچک آ گئی تھی۔ اس کے گول رخسار لمبے ہوکر ایک خاص قسم کی خوبصورتی کا اظہار کر رہے تھے۔ اور سابقہ سانولی چکناہٹ چھوڑ کر نازک اور زردی مائل ہوتے جا رہے تھے۔ اس وقت ان میں کسی قسم کی سختی نہ تھی۔ آج گھر میں داخل ہو کر جس وقت وہ نزاکت سے ذرا منہ پھیر کر۔ کھڑکی کے سامنے جا کھڑی ہوئی تب اس کے چہرے پر موسم سرما کے دوپہر کی سی روشنی پڑی۔ اس کے سر کا کپڑا گر گیا بالوں کے اگلے حصے میں لال فیتے کی گرہ بندھی ہوئی دکھائی دی۔ بال پیت پر ناگوں کی طرح لہرا رہے تھے۔ جسم پر بسنتی رنگ کی ساڑھی اس کے نوشگفتہ چہرے اور جسم پر ایک عجیب دلفریب دلکشی پیدا کر رہی تھی۔ رمیش چپ چاپ اس کے چہرے کی طرف دیکھتا رہا۔ جیسے کسی نے اس کے چہرے کے سامنے اندر کی پری لاکر کھڑی کر دی ہو۔ اس کے ایک ایک عضو کو دیکھتا اور جھومتا۔

کملا کے دلکش حسین چہرہ کا عکس رمیش کے آئینہ دل میں مدت سے پڑ رہا تھا اور آج بے خبری میں اسی حسن کی تجلی زیر شعاع نے یکایک اس کے صفحہ دل کو جگمگا دیا۔

"کملا! بیٹھو نا"

وہ پلنگ پر بیٹھ گئی۔ رمیش نے پھر کہا "سکول میں لکھائی پڑھائی کیسی ہوتی ہے؟"

کملا نے جواب دیا "اچھی!"

رمیش پھر سوچنے لگا۔ اب کیا کہنا چاہیے۔ یکایک ایک اور بات دماغ میں آئی "معلوم ہوتا ہے کافی دیر سے کچھ نہیں کھایا۔ سب کچھ تیار ہے کہو تو لے آؤں۔"

"نہیں! میں کھا آئی ہوں۔"

"کچھ تھوڑا سا بھی نہیں کھاؤ گی؟ مٹھائی نہ کھاؤ مگر پھل تو کھاؤ نا۔ سیب ناشپاتی انگور۔ کچھ تھوڑا بہت!"

کملا نے سر جھکا لیا۔ مگر خاموش رہی۔

رمیش نے ایک بار پھر کملا کے چہرے کی طرف دیکھا۔ کملا سر نیچا کئے اپنی انگریزی کتب کی تصاویر دیکھ رہی تھی۔ اس کا خوبصورت چہرہ سونے کے ہار کی طرح چمک کر چاروں طرف جگمگاہٹ پیدا کرنے لگا۔ موسم خزاں کے بے رونق دن میں جیسے رونق آ گئی۔ دھوپ نے جیسے اپنا ہالہ بنا لیا۔ گویا اس کے حسین چہرہ نے چاروں طرف ایک حسن بکھر دیا۔ مگر وہ خود کچھ نہ بھی اور اسی طرح خاموش بیٹھی تصویر دیکھتی رہی۔

رمیش ایک تھال میں سیب۔ ناشپاتی وغیرہ لے آیا۔ اور بولا "کملا! معلوم ہوتا ہے۔ کہ تم نہیں کھاؤ گی۔ مجھے بھوک لگی ہے میں تو اب صبر نہیں کر سکتا۔ مجھے اجازت دو۔"

یہ سن کر کملا مسکرائی۔ اس ہنسی کی ضیا نے دونوں دلوں سے ناامیدی کا خاتمہ کر دیا۔

رمیش نے چاقو سے سیب کاٹنا شروع کیا۔ مگر کوشش کرنے پر بھی وہ اچھی طرح نہ کاٹ سکا۔ بھوک نے اس کا برا حال کر دیا تھا۔ برا بھلا کاٹتے دیکھ کر کملا کو ہنسی آ گئی۔ وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"معلوم ہوتا ہے میں اچھی طرح نہیں کاٹ سکتا۔ اسی وجہ سے تم ہنس رہی ہو۔ اچھا لو! تم کاٹو۔ دیکھوں۔ کس قدر ہوشیار ہو؟"

"کملا نے کہا! اگر ہنسیا ہو تو کاٹ سکتی ہوں۔ چاقو سے نہیں۔"

رمیش نے نوکر کو آواز دی وہ ہنسیا اٹھا لایا۔
کملا نے جوتی اتاری اور اچھی طرح بیٹھ کر کاٹنے لگی۔ رمیش سامنے بیٹھا ہوا چھلوں کے ٹکڑے تھالی میں رکھ رہا تھا۔ مدت سے بچھڑے ہوئے دو دل نزدیک آنے کی کوشش کر رہے تھے
تمہیں بھی ضرور کھانا ہوگا۔ رمیش نے کملا کے چہرے پر نظر جماتے ہوئے کہا۔
"بالکل نہیں"
"تو میں بھی نہ کھاؤں گا۔"
کملا نے سر اٹھایا اور رمیش کے چہرے پر اپنی نگاہیں ڈال کر کہا۔۔۔ "اچھا پہلے آپ کھائیں پھر میں کھاؤں گی"
"بعد میں مکر نہ جانا تم کچھ بدلی ہوئی سی معلوم ہوتی ہو"
کملا نے پھر گردن جھکا کر کہا۔ "کہہ رہی ہوں دھوکہ نہ دوں گی۔ عورت کبھی کسی سے دھوکہ نہیں کرتی"
کملا کے ان الفاظ کو سن کر رمیش نے تھال سے ایک ٹکڑا لے کر منہ میں رکھا۔ یکایک اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اس نے دیکھا سامنے کے دروازے میں جگندر اور اکشے کھڑے ہیں۔ حیرت اور غصہ دونوں رمیش کے دماغ میں تھے۔
اکشے نے کہا۔ "رمیش بابو معاف کرنا میں نے سمجھا تھا۔ کہ آپ یہاں تنہا ہیں۔ (پھر جگندر کی طرف دیکھ کر) جگندر! بغیر اطلاع دئے ہوئے یہاں آنا نامناسب ہوا۔ چلو ہم لوگ نیچے بیٹھیں۔ کسی کی خوشی میں خلل انداز ہونا اچھا نہیں"
ہنسیا پھینک کر کملا اٹھ کھڑی ہوئی۔ دروازے میں دونوں اشخاص کھڑے تھے۔ وہ کہاں جائے۔ پھر جگندر نے راستہ چھوڑ دیا۔ مگر نظریں کملا کے چہرے پر ہی رہنے دیں گویا صرف آنکھوں سے سب راز معلوم کرنا چاہتا ہے
کملا شرما کر پاس کے کمرے میں چلی گئی
جگندر نے سوال کیا۔ "رمیش یہ عورت کون ہے"
"میری قریبی رشتہ دار ہے"

"کیسی رشتہ دار؟ معلوم ہوتا ہے کوئی خاص رشتہ نہیں۔ اور نہ ہی محبت کا رشتہ معلوم ہوتا ہے۔ تمہارے تمام رشتہ داروں کی نسبت تو تمہاری ہی زبان سے سن چکا ہوں۔ مگر اس رشتہ دار کا تو کوئی ذکر نہیں ہوا۔"

"جگندر! یہ تم بے انصافی کرتے ہو ممکن ہے ایسی بات ہو جو تم سے پوشیدہ رکھنے کے قابل ہو۔" اکشے نے منہ بنا کر کہا۔

"کیوں رمیش! کیا سچ مچ راز کی بات ہے؟"

رمیش کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ بولا "ہاں راز کی بات۔ اس لڑکی کے متعلق تم سے کوئی بات کرنے کو تیار نہیں۔"

مگر میں یہ راز دریافت کرنے کی خاص خواہش رکھتا ہوں۔ نلنی کے ساتھ اگر تمہاری شادی کی تجویز نہ ہوتی۔ تو کسی کے ساتھ تمہارا کتنا گہرا تعلق کیوں ہوتا۔ میں کبھی بھی دریافت نہ کرتا۔ جو راز تھا۔ وہ راز ہی رہتا۔"

"دنیا میں کسی کے ساتھ میرا کوئی خاص تعلق نہیں۔ جس سے نلنی کے ساتھ شادی کرنے میں رکاوٹ ہو سکے۔"

"نہ سہی مگر میں تم سے ایک بات دریافت کرتا۔ وہ جس سے تمہارا کوئی رشتہ نہیں۔ تعلق نہیں اس کے چھپانے کا سبب؟"

"سبب اگر بتا دیا۔ تو راز رکھنے کا فائدہ؟ مجھے بچہ نہ سمجھو۔ کچھ دریافت نہ کرو۔ صرف مجھ پر اعتبار کی ضرورت ہے۔"

"اس کا نام کملا ہے۔"

"ہاں"

اس کا تعارف کسی دوسرے شخص سے تم نے اپنی بیوی کہہ کر کرایا تھا یا میں غلطی پر ہوں؟

رمیش۔ "کرایا تھا"

اب بھی تم پردہ پوشی رکھتا ہوگا۔ تم مجھے یہ ذہن نشین کرانا چاہتے ہو کہ یہ لڑکی

تمہاری بیوی نہیں۔ اور سب پر ظاہر ہے۔ کہ تمہاری بیوی ہے۔ سچائی کہاں ہے؟"

"بھائی جگندر! دنیا کے کام اسی طرح چلتے ہیں ممکن ہے۔ رئیس میں سچائی ہو۔ یہ جو کچھ کہتے ہیں۔ یہ درست ہوسکتا ہے" اکشے نے طعنہ کے طور پر کہا۔

"میں تم سے کوئی بات نہیں کہتا۔ صرف یہی کہتا ہوں۔ نلنی کے ساتھ شادی کسی فرض کے خلاف نہیں۔ کملا کے متعلق تمام باتوں کا تذکرہ بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ تم اگر مجھ پر شک کرتے ہو۔ مگر پھر بھی میں کوئی بے انصافی نہیں کرتا۔ میرے اپنے رنج و راحت عزت بے عزتی ———————— پوشیدہ رکھنا نہیں چاہتا۔ مگر دوسرے کے متعلق بے انصافی سے کام نہیں لے سکتا۔"

"نلنی سے یہ سب باتیں کہہ چکے ہو؟"

"نہیں"

"شادی کے بعد کہوں گا۔ ایسے نہیں۔ اگر وہ اس وقت بھی سننے کی خواہش کرے۔ تو میں اب بھی بتا سکتا ہوں۔"

"اچھا! کملا کے متعلق دو سوال کر سکتا ہوں؟"

"نہیں بالکل نہیں۔ اگر تم مجھے قصوروار سمجھتے ہو۔ تو میرے متعلق ہر قسم کی سزا تجویز کر سکتے ہو۔ مگر تمہارے روبرو سوال و جواب کرنے کے لئے بے قصور کملا بدنام نہیں ہوسکتی۔"

"بس اب سوال جواب کرنے کی ضرورت نہیں جو جاننے کی بات تھی۔ وہ جان گیا اب کافی ثبوت بھی مل چکا۔ صاف طور پر سن لو۔ آج تم نے میرے مکان میں داخل ہونے کی خواہش کی۔ تو تمہیں سخت بے عزتی برداشت کرنی پڑے گی۔"

رمیش کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔ وہ خاموش بیٹھا رہا۔

"ایک بات اور ہے تم آج سے ہیم نلنی کو خط بھی نہیں لکھ سکتے۔ اس کے ساتھ تمہارا اندرونی بیرونی دور کا تعلق تک نہ رہے گا۔ اگر خط لکھو گے۔ تو جو بات تم پوشیدہ رکھنا چاہتے ہو۔ وہی سب کے روبرو پورے ثبوت کے ساتھ ظاہر کر دوں گا۔ اس وقت اگر کوئی مجھ سے سوال کرے۔ کہ تمہارے ساتھ نلنی کی شادی کیوں نہیں ہوگی۔ تو میں کہونگا

کہ میں متفق نہ تھا۔ راز کی بات راز میں رہے گی۔ اظہار نہیں کیا جائے گا۔ لیکن اگر تم محتاط نہ رہو گے۔ تب تمام باتیں ظاہر ہو جائیں گی۔ تم نے ہم سے ایسا سلوک کیا ہے جس کی کسی شریف انسان سے امید نہیں ہو سکتی۔ بس تمہارے ساتھ میری آخری گفتگو ہے۔ کسی وقت تمہارا کملی کے ساتھ کچھ تعلق کا خیال تھا۔ تمہاری بات چیت سے اس کا کوئی ثبوت نہیں پایا جاتا۔ اس تعلق میں میں نے تمہیں ثابت قدم نہیں پایا۔ اور اب اتنا جھوٹ کے بعد سچ بولنے کی تم سے امید نہیں۔ اگر اس وقت بھی شرم ہے اور بعد میں بے عزتی کا خوف ہے تو میری یہ بات نہ بھولنا۔" اچھی طرح یاد رکھنا۔"

"واہ جوگندر۔ بس! رمیش بابو لاجواب ہو گئے۔ اب بھی تمہیں رحم نہیں آتا۔ چلو چلیں"۔ رمیش بابو! کچھ خیال نہ کیجئے گا۔ جا رہے ہیں"۔ اکشے نے پھر مسکراتے ہوئے کہا۔

جگندر اور اکشے دونوں رخصت ہو گئے۔ رمیش پتھر کے بت کی طرح بیٹھا رہا۔ آخر اٹھا باہر نکل کر ٹہلتے ہوئے تمام حالتوں کا اندازہ لگا کر سوچنے لگا۔ اس کے دماغ میں خیال آیا۔ کہ کملا کو اتنے بڑے مکان میں تنہا چھوڑ کر کہیں جانا مناسب نہیں۔"

رمیش نے پاس والے کمرے میں جا کر دیکھا۔ کھڑکی کھول کر چپ چاپ بیٹھی ہے رمیش کے پاؤں کی آہٹ پا کر اس نے منہ پھیر لیا۔ اور کھڑکی کا دروازہ بند کر دیا۔ رمیش کرسی پر بیٹھ گیا۔

"یہ دونوں شخص کون تھے آج صبح ہی میرے اسکول میں بھی گئے تھے"۔

"سکول گئے تھے؟

"ہاں" "آپ سے کیا کہتے تھے"

"دریافت کرتے تھے تم میری کون ہو"

کملا نے سالس سسر نہ ہونے سے اب تک شرم کرنا نہیں سیکھا تھا۔ مگر پھر بھی رمیش کی بابت اس بات سے بوجہ حیا اس کا منہ لال ہو گیا ——— "پھر؟"

"میں نے ان سے کہا تھا۔ کہ تم میری کوئی نہیں"۔

کملا نے سوچا "رمیش محبت کی چٹکی لینا چاہتا ہے اس نے منہ پھیر کر خاص ادا سے کہا۔

"جاؤ!"

رمیش سوچ میں پڑھ گیا۔ کملا کے سامنے تمام باتیں صاف طور پر کیسے کہہ سکوں گا۔ کملا کچھ بیتاب ہو اٹھی! بولی" یہ دیکھو تمہارے پھل کوئے لئے جارہے ہیں" پھر کمرے میں جاکر کوئے کو اڑ کر تھال اٹھا لائی"

رمیش کے سامنے تھال رکھ کر کہا۔ "کھاؤ نا"

رمیش کی خواہش نہیں تھی۔ مگر کملا کی اس بات نے اس کے دل کے تار ہلا دئے وہ محبت سے بولا" کملا! تم بھی کھاؤ"

"پہلے آپ پھر میں"

بات معمولی تھی۔ مگر رمیش کی موجودہ حالت نے اس کے دل کی نازک ترین حصوں میں بہت گہرا زخم لگا یا تھا۔ اس نے جواب نہیں دیا۔ زہر مار کر کھانے لگا۔

کھانے کے دوران میں رمیش نے کہا" کملا! آج رات کو ہم لوگ واپس چلیں گے"

"مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا"

"سکول میں رہنے سے اچھا ہے"

"نہیں مجھے سکول نہ بھیجنا۔ شرم آتی ہے۔ لڑکیاں صرف تمہاری ہی باتیں دریافت کرتی ہیں"

"اور تم کیا کہتی ہو"

"میں کچھ نہیں کہتی۔ وہ پوچھتی ہیں۔ کہ آپ کیوں مجھے چھٹی پر بھی وہاں رکھنا چاہتے ہیں ~~~~ کملا بات ختم نہ کر سکی۔ دل بھر آیا۔

"تم نے کہہ کیوں نہ دیا کہ وہ میرے کوئی نہیں"

کملا ناراض ہو گئی اور ٹیڑھی نظر سے دیکھ کر بولی۔

"جاؤ!"

رمیش سوچ رہا تھا۔ اب کیا کروں گا۔ دماغ یہ سوچ رہا تھا۔ اور دوسری طرف اس کے سینہ میں ایک خاص قسم کا درد آہستہ آہستہ ابھر رہا تھا۔ جگندر نے نلنی سے کیا کہا ہوگا۔ اور وہ اپنے دل میں کیا سوچتی ہوگی؟ اپنی اس قدرتی اور ناموافق حالت کا اظہار نلنی پر کس طرح کروں گا۔ ہمیشہ کے لئے علیحدہ ہونا پڑا۔ تو زندگی کیونکر گذرے گی۔ یہ تمام دل کے خیالات اندر ہی اندر اس کے جسم کو جلانے لگے۔ وہ کچھ سوچنے کے لئے وقت بھی نہ پا سکا۔ اور صرف یہی سوچ سکا۔ کہ کملا کے ساتھ میرے تعلق کی خبر کلکتہ کے دوستوں اور دشمنوں میں پھیل گئی ہے۔ اب کلکتہ میں ایک دن بھی رہنا اچھا نہیں گنگا کشتی اچھی ہے۔

پژمردہ اور ناخوش رمیش کو اس طرح فکر میں دیکھ کر کملا نے کہا۔ "آپ کیا سوچ رہے ہو؟ اگر ویس میں رہنا چاہتے ہو تو میں وہاں ہی رہوں گی۔ میرے لئے آپ کوئی تکلیف نہ اٹھائیں۔ میں تو ناچیز داسی ہوں۔"

کملا کے منہ سے ایثار و الفت کی بات سن کر رمیش کے دل پر ایک اور چرکا لگا۔ وہ سوچنے لگا۔ کہ کیا کرنا ہوگا۔ اور اپنی پریشان آنکھیں کملا کے چہرے پر لگا دیں۔

کملا نے رمیش سے دریافت کیا۔ "شاید میں چھٹیوں میں سکول نہیں رہنا چاہتی اس وجہ سے ناراض ہیں؟ میں سب سمجھ گئی ہوں۔"

"نہیں تمہارے اوپر غصہ نہیں۔ میں اپنے آپ پر ہی غصہ کر رہا ہوں۔" رمیش فکر اور تشویش کے پر اسرار جال سے باہر نکل آیا۔ اس کا دل کملا سے باتیں کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے دریافت کیا۔ "کملا سکول میں تم اتنے دن تک کیا سیکھتی رہی ہو۔ بتاؤ گی؟"

کملا نہایت حوصلہ سے اپنا امتحان دینے لگی۔ "زمین گول ہے۔ ستارے ہر وقت متحرک رہتے ہیں۔ سورج سب سے بڑا ہے۔" یہ سب کہہ کر وہ رمیش کے چہرے کی طرف دیکھنے لگی۔ رمیش اس کے دل کا خیال بھانپ گیا۔ اور بولا۔

"یہ سب ناممکن ہے۔"

کملا نے جوش میں کہا۔ "ہماری کتاب میں لکھا ہے۔ بہت بڑی کتاب ہے اس

میں تصاویر بھی ہیں۔

رمیش کو تسلیم کرنا پڑا۔ اب کملا اور ادھر اُدھر باتیں کرنے لگی۔ پھر رمیش کے چہرے کی طرف دیکھ کر یکایک بول اٹھی "آپ بات تو سنتے ہی نہیں" یہ کہہ کر وہاں سے چلی گئی۔ محبت کئی رنگ بدلتی ہے۔

رمیش بے چین ہو گیا۔ "نہ کملا! غصہ نہ کرو" "میری طبیعت خراب ہے" "خراب ہے" یہ سن کر کملا واپس آئی اور بولی تمہاری طبیعت خراب ہے کیا شکایت ہے؟

"کوئی مرض نہیں۔ کبھی کبھی ایسا ہو جاتا ہے۔"

"میری کتاب میں جو تصویریں ہیں دیکھو گے۔ لاؤں"

"ہاں ضرور"

کملا جلد اپنی کتاب اٹھا لائی اور رمیش کے سامنے کھول کر رکھ دی۔ پھر کہنے لگی "یہ جو دو گول دیکھ رہے ہیں آپ۔ اصل میں ایک ہی ہے۔ گول چیزوں میں اگلے اور پچھلے کی تمیز نہیں ہوتی۔ اس لئے دو گول بنائے گئے ہیں۔"

"چپٹی چیزوں میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ پھر فرق کیا ہوا؟"

اسی لئے تو اس تصویر میں زمین کے دو گول علیحدہ دکھائے گئے ہیں۔ انہیں محبت بھری رسیلی باتوں میں سورج غروب ہو گیا۔

باب ۵

مکشے اور ہیم نلنی

بابو آنند چرن اپنے کمرے میں تنہا پڑے ہوئے سوچ رہے تھے۔ جگندر کوئی اچھی خبر لائے گا۔ تمام جھگڑے تقاضے ہاسانی ختم ہو جائیں گے۔ جگندر و مکشے جس وقت گھر آئے۔ اس وقت آنند چرن نے بھانپنے والی نگاہوں سے ان کی طرف دیکھا۔

جگندر: "پتاجی آپ لوگ رمیش پر بہت اعتبار کرتے رہے تھے۔ اس کا انجام آپ پر خوب روشن ہوگیا ہوگا۔ اب جو کرنا ہو پہلے سوچ لیجئے۔"

"رمیش کے ساتھ ہیم نلنی کی شادی تمہاری صلاح سے ہی قرار پائی تھی۔ تم نے مجھے بارہا کہا۔ اگر تم غلط انداز ہونا چاہتے ہو تو مجھے ــــــــ"

اکشے درمیان میں ہی بول اٹھا۔ "اب اس کی فکر کریں جو پیش نظر ہے۔ اس کے متعلق سوچنا چاہیئے۔ پچھلی باتوں کو چھیڑنا کہاں کی عقل مندی ہے۔"

"رمیش سے تم لوگوں کی ملاقات ہوئی؟"

"بہت اچھی ملاقات ہوئی تھی۔ اس سے چھوڑ اس کی بیوی سے بھی۔"

حیرانی سے منہ دیکھنے لگے۔ کچھ دیر بعد بولے "کس کی بیوی سے تعارف ہوا؟"

"رمیش کی!"

"رمیش کی بیوی؟ میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آتا۔"

"ہمارے رمیش کی اور کس کی۔ پانچ چھ ماہ ہوئے ہیں۔ جب وہ دیش گیا تھا تو شادی کر آیا تھا۔"

"مگر ان کے باپ کی وفات کے باعث شادی نہ ہوئی تھی۔"

"غلط ہے! ان کی موت سے پہلے ہی شادی ہو چکی تھی۔"

آنند چرن بابو نہایت حیرت سے بالکل خاموش ارد گرد دیکھنے لگے۔

کچھ دیر سوچنے کے بعد کہنے لگے۔ "اب ہیم نلنی سے اس کی شادی نہیں ہو سکتی۔"

"میں بھی تو یہی کہہ ــــــــ"

"کہہ تو رہے ہو مگر اب تو شادی کا سامان تیار ــــــ اب ایک دفعہ پہلے اطلاع دی گئی تھی۔ پھر تاریخ تبدیل کی گئی۔ اور اب شادی کے بالکل ہی ملتوی کے خطوط لکھنے ہوں گے۔"

"ملتوی کی چنداں ضرورت نہیں۔ کچھ تھوڑی سی تبدیلی سے کام چلا لیں گے۔"

"تبدیلی کیسے ہو سکے گی۔"

"بتائے دیتا ہوں۔ رمیش کی بجائے دوسرا لڑکا تلاش کر کے مقررہ تاریخ کو ہی یہ کام سرانجام ہو سکتا ہے۔"

"مگر رشتہ دار اس شادی کو کھیل تصور کریں گے" اور ہم بھی کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہیں گے۔ یہ کہہ کر آنند چرن نے اکشے پر نظر ڈالی۔"

اکشے نے بھی خاموش گردن جھکا دی۔

"لڑکا اتنی جلدی مل سکے گا؟" آنند چرن نے پھر سوال کیا۔

"اس بات کا آپ بالکل فکر نہ کریں۔"

"مگر شادی کے معاملات میں ہیم کی صلاح تو ضروری ہے۔"

"رمیش کے حالات سن کر وہ خود بخود ہی اس سے منہ پھیر لے گی۔"

اچھا جیسا تم مناسب خیال کرو۔ انتظام کرو۔ مگر رمیش جیسا اچھا لڑکا ملنا بہت ہی مشکل امر ہے۔ پرسوں تو وہ کہہ رہا تھا۔ جہاں آپ کہیں گے وکالت شروع کروں گا۔ مگر اتنے عرصہ میں ہی یہ تبدیلی؟ شاید وہ اٹاوہ ہی چلا جاتا۔"

"اب آپ کو کیا۔ یہاں چائے کام کریے۔ اب تو ہیم نلنی کو بلا کر سب کچھ سمجھا دینا چاہیئے۔"

کچھ دیر بعد جب جگندر نلنی کو لے کر آیا۔ تو اکشے کتابوں کی الماری کے پیچھے کونے میں کھڑا دیکھتا رہا۔

جگندر نے کہا۔ "ہیم بیٹھو! تمہیں کچھ کہنا ہے۔"

وہ چپ چاپ کرسی پر جا بیٹھی۔ کیونکہ اس کا خیال تھا کہ میرے امتحان کے متعلق کوئی بات چیت ہوگی۔

ہیم کے بیٹھتے ہی جگندر نے کہا۔ رمیش کے حالات تو تمہیں معلوم ہو ہی گئے ہوں گے

نلنی نے کوئی جواب نہ دیا۔ صرف گردن جھکالی۔ حیا کی سرخی اس کے رخساروں پر پھیل چکی تھی۔ —— ابتدائے پریم کا زیور حیا ہے۔

اس نے شادی کا دن ایک ہفتہ کے لئے کیوں بڑھایا ہے جو ہمیں بتانا نہیں چاہتا۔

"کوئی وجہ ہو گی"

"کیا وجہ شک کے قابل نہیں ہو سکتی"

ہیم نلنی خاموش رہی مگر گردن سے ——— "منفی" میں جواب دیا۔"

ہیم کے لفظوں نے جگندر کے تن بدن میں آگ سی لگا دی۔ غضب ناک ہو کر کہنے لگا تمہیں معلوم نہیں جب رمیش دیس گیا تھا۔ مگر اس نے کافی مدت کسی قسم کی خط و کتابت کرنی پسند نہ کی۔ سب حیران تھے کہ کیا ہو گیا! پھر بہت مدت کے بعد رمیش اچانک ہی کلکتہ آنکلا۔ مگر ہمارے گھر نہ آیا۔ دوسرے مکان میں ہی چھپ چھپا کر بیٹھا رہا۔ پھر بھی تم سب نے اس سے پہلا سا سلوک کر کے اسے سر پر چڑھا لیا۔ اگر میں ہوتا تو ہرگز ہرگز ایسا نہ کرتا؟"

ہیم نلنی خاموش رہ کر سب سنتی رہی۔

"کیا تمہیں کبھی خیال نہیں آیا۔ کہ رمیش نے کیوں اس قدر روکھا پن اختیار کر رکھا ہے۔ کیا تمہارے دل میں کبھی اس کے متعلق سوال نہیں اٹھا۔ تمہارا ایسا زبردست وشواس دیکھ کر مجھے تو حیرانی آتی ہے۔"

ہیم نلنی زمین کا جگر چیر کر کچھ دیکھنے کی یا اس میں سما جانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"تمہاری صاف دلی کے کیا کہنے تمہیں، تو کسی پر شک ہی نہیں ——— اسی طرح مجھے وشواس ہے اگر میری ہر ایک بات کو سچائی پر مبنی خیال کرو گی۔ میں نے بذات خود سکول میں جا کر سب کچھ پوچھا۔ کچھ بورڈنگ میں گیا۔ یہاں بیچاری کو رکھ کر پڑھانے کا انتظام کیا گیا ہے۔ افسوس تو یہ ہے کہ اسے چھٹیوں میں بھی بورڈنگ میں رہنے پر مجبور کیا گیا۔ مگر ہیڈ ماسٹرس کے مجبور کرنے پر کملا کو مجبوراً رمیش گھر لے آیا۔ اس گھر میں بھی میں گیا تھا۔ کملا بیٹھی پھل کاٹ رہی تھی۔ اور رمیش بیٹھا کھائے جاتا تھا۔

میں نے رمیش سے پوچھا یہ کیا ہو رہا ہے۔ وہ بالکل خاموش رہا۔ اگر ایک دفعہ بھی کہہ دیتا کہ میری کملا کچھ نہیں تو میں سمجھتا شائد اس میں کچھ سچائی ہو۔ مگر اس نے ——— جواب نہ دے کر مجھے زیادہ پریشان کر دیا کیا ان سب خیالات کو

سوچتے ہوئے رمیش پھر بھی اعتبار کے قابل ہو سکتا ہے؟"

سوال کے جواب کا جگندر نہایت دلجوئی سے انتظار کرنے لگا۔ اس نے دیکھا ہیم نلنی کا چہرہ یک دم سرخ ہو کر پیلا پڑ گیا۔ پھر اس نے ہر چند اپنے آپ کو سمجھانے کی کوشش کی۔ مگر سنبھل نہ سکی۔ دیکھتے ہی دیکھتے زمین پر غش کھا کر گر پڑی۔

بابو آنند چرن کے خون کی حرکت بند ہونے لگی۔ گھبرا کر انہوں نے ہیم نلنی کا سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا۔ اور تسلی آمیز الفاظ میں کہنے لگے "ہیم ہیم۔ بیٹی گھبراؤ مت کسی بات پر اعتبار کرنا گدھے سر پر سینگ سمجھو یہ سب جھوٹ کہہ رہے ہیں۔"

جگندر نے جلدی سے ایک آرام کرسی بچھا کر لٹا دیا۔ گلاب کا عرق لے کر اس کے چھینٹے دیئے۔ آکشے نے پنکھا کیا۔ تب کہیں بمشکل ہیم نے آنکھیں ——— جو چونک کر ——— بابو جی بابو جی۔

"آکشے کو رخصت کر دو"

آکشے پنکھا رکھ کر گھر سے باہر چلا گیا۔ اور دروازے کی آڑ میں کان لگا کر کھڑا ہو گیا۔ بابو آنند چرن بڑے پریم سے ہیم کو بیٹی بیٹی کہہ کر پیار کر کے ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگے۔ یہ بھی پدرانہ محبت ہے

دیکھتے ہی دیکھتے ہیم نلنی کی دونوں آنکھوں سے آنسوؤں کا تار جاری ہو گیا۔ سر باپ کے زانو پر رکھ کر ماں کہہ کر دھاڑیں مارنے لگی۔ بابو آنند چرن رقت آمیز لہجہ میں روندھی ہوئی آواز سے بولے بیٹی تم بے فکر رہو رمیش کو میں جو جانتا ہوں وہ کسی بھی حالت میں ناقابل اعتبار نہیں ہو سکتا۔ جگندر نے اس کی دیکھ بھال میں ضرور غلطی کھائی ہے۔ "ایک شریف لڑکے پر یہ کلنک۔"

جگندر اس جھوٹی تہمت کو سن کر فوراً بول اٹھا۔ بابو جی ایسا نہ کہیو۔ اس دم بھر کی تکلیف کو دیکھ کر ہیم نلنی کو ہمیشہ کے لئے تکلیف کے گڑھے میں نہ گراؤ۔ اس وقت اسے تھوڑی دیر سوچنے کا موقعہ ضرور دیں۔

ہیم نلنی اس وقت اپنے باپ کے زانو سے سر اٹھا کر بیٹھ گئی قہر آلودہ نگاہوں سے

جگندر کو دیکھ کر کہنے لگی "مجھے جو سوچنا تھا سوچ لیا۔ جب تک وہ خود اپنی زبان سے اس سوال کو حل نہ کریں گے۔ میں اعتبار نہیں کر سکتی یہ کہہ کر وہ غصے میں ہی اٹھ کر کھڑی ہوئی۔ آنند چرن بابو نے بے چین ہو کر کہا ——"لیٹ جاؤ گر پڑو گی"

مگر ہیم نلنی نے لیٹنے کی بجائے آنند چرن کا ہاتھ پکڑ کر خواب گاہ کا رخ کیا وہاں بستر پر لیٹ کر کہنے لگی مجھے کچھ عرصہ اکیلے بیٹھ کر سوچنے کا موقع دیجئے۔

"تو کیا ہری کی ماں کو بلاؤں تاکہ پنکھا کرے"

"نہیں ہوا کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں اب ٹھیک ہوں"

انند چرن پاس والے کمرے میں جا کر بیٹھ گئے۔ ایشور سے دعا کرنے لگے پربھو میری ہیم کے سب شک و شبہات دور ہو جائیں۔ تاکہ ... سکھ آرام کی زندگی بسر کر سکے۔ میں بھی اسے سکھی دیکھ کر خوش رہ سکوں گا۔ یہ کہتے ہوئے ان کے آنسو بھر آئے۔ سچی دعا آنسوؤں سے تر ہوتی ہے۔

جگندر کا سوچنا واقع میں ٹھیک ہوا کرتا تھا۔ کہ عورتیں کم فہم اور بے وقوف ہوا کرتی ہیں۔ آج اس کا یہ صاف ثبوت ہے۔ حالانکہ میں خود ہر ایک بات کو دیکھ چکا ہوں۔ مگر اسے پھر بھی اعتبار نہیں آتا۔ آخر اس نے پکارا "اکشے بابو!"

"آہستہ آہستہ چل کر جگندر کے پاس آ کھڑا ہوا۔

"آپ نے سب سن لیا ہے۔ بتاؤ اب کیا تدبیر کی جائے"

بھائی مجھے خواہ مخواہ اس جھگڑے میں پیٹ رہے ہو؟"

میں نے تو آج تک کوئی بات نہ کی تھی مگر تم نے آتے ہی مجھے بھی آٹے میں پلیتھن کی مانند پھنسا دیا۔ جیسے میں تو اب کملی کی مانند چھوڑتا ہوں۔ مگر کملی مجھے نہیں چھوڑتی۔

"اس وقت کوئی تدبیر اس کے حل کی نکالیں۔ شکوہ شکایت پھر کر لینا۔ میرے خیال میں تو ہیم کے سامنے رمیش سے ہر ایک بات کہلائی جائے تو بہتر ہوگا"

"ہوش کی بات کرو۔ بھلا ایسا کوئی انسان ہے۔ جو اپنے ہی منہ سے ——

اگر وہ اپنے ہاتھ سے خط لکھ کر سب خیالات کا اظہار کردے تو اور بھی اچھا ہوگا
مگر اس کی ذمہ داری آپ کو اٹھانی پڑے گی۔ دیر نہیں کرنی چاہئے۔ نہیں تو کام بگڑنے
کا ڈر ہے۔ جو کام آج کرنا ہو اسے ابھی کر لو۔
"دیکھو اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ کوشش کرنا اپنا فرض ہے۔"
رمیش کملا کو لے کر اسٹیشن پر چلا گیا وہاں سیکنڈ کلاس کا ایک کمرہ پہلے
ہی ریزرو کرایا ہوا تھا جس میں جا کر اسباب رکھ دیا گیا۔ ایک سیٹ پر بستر بچھا
دیا۔ دوسرے پر خود بیٹھ کر رمیش نے کہا کملا سو جاؤ۔ تمہارے سونے کا وقت ہو چکا
ہے۔ بے خوابی تمہاری صحت پر اثر ڈالے گی۔
گاڑی چھوٹنے پر سو رہوں گی۔ میں ذرا کھڑکی میں بیٹھ کر نظارہ دیکھنا چاہتی ہوں
رمیش راضی ہو گیا۔ کملا کھونگٹ نکال کر سٹیشن کی چہل پہل دیکھنے لگی۔ رمیش
سوچنے لگا۔ گاڑی چھوٹنے پر یکایک چونک اٹھا۔ کیونکہ اس کی جان
پہچان کا ایک آدمی گاڑی کی طرف دوڑتا دکھائی دیا۔
اسی وقت کملا کھکھلا کر ہنس پڑی تو رمیش نے بھی کھڑکی سے منہ نکال کر
دیکھا۔ کہ ٹکٹ کلرک کے منع کرنے پر بھی زبردستی گاڑی میں سوار ہو گیا۔ مگر ٹکٹ
کلکٹر نے اس کی چادر اتار لی گاڑی پر سوار ہو کر جب اس نے اپنی چادر لینے کی خاطر
منہ پھیرا۔ تو رمیش اکشے کو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ اس کی خداداد عقل نے فوراً اندازہ
لگا لیا۔ یہ ہمارا ہی تعاقب ہو رہا ہے۔ ورنہ اس کا کلکتہ سے باہر کیا کام۔ اسی چادر
کے تماشے کو دیکھ کر کملا ہنسی تھی۔
"ساڑھے دس بج چکے ہیں اب سو رہو۔"
رمیش کے کہنے پر کملا بستر پر لیٹ تو گئی۔ مگر اسے نیند نہ آئی۔ وہ رہ رہ کر ہنستی
ہی جاتی تھی۔
رمیش بیٹھا سوچ رہا تھا۔ اکشے مزید میرے گاؤں میں پہنچ کر تفتیش شروع کرے

جس کی وجہ سے ہر شہر گاؤں کا سب حالات جان جائے گا۔ تو پھر خواہ مخواہ میں ہر ایک کی آنکھ کانٹ بن جاؤں گا۔ کلکتہ جیسے شہر میں تو سب حالات چھپ سکتے ہیں مگر گاؤں میں لوگ بیکار ایک دوسرے کی برائی ہی سوچا کرتے اور چغلیاں کر کے وقت صرف کرتے رہتے ہیں۔ بیکار کو کچھ نہ کچھ شرارت ہی سوجھتی ہے۔

جوں جوں وہ خیالات کو سوچتا۔ اس کا دل تشویش و فکر میں بیٹھا جاتا تھا۔ نیم ہائی کے سٹیشن نے آ کر رمیش کے خیالی تار کو توڑ دیا۔ تب اس نے پھر باہر سر نکال کر دیکھا۔ کہ شائد اکشے یہاں ہی کہیں اتر جائے۔ مگر اسے مسافروں میں کہیں بھی نظر نہ آیا۔ اس کے بعد رمیش سوچتے سوچتے تھک کر سو گیا۔ دوسرے دن صبح گوالا گنج کے سٹیشن پر جب گاڑی پہنچی تو رمیش نے دیکھا۔ اکشے ہاتھ میں بیگ لئے سٹیمر کی طرف دوڑا جا رہا ہے۔ اسی سٹیمر پر جانے کا ارادہ رمیش کا بھی تھا۔ جس کے چھوٹنے میں ابھی دیر تھی۔ مگر دوسرے گھاٹ پر ایک دوسرا سٹیمر بالکل تیار کھڑا تھا۔

رمیش نے پوچھا "یہ سٹیمر کہاں جائے گا"؟

"سب ملا۔ پچھم کی طرف"

"کہاں تک جائے گا۔ کس شہر تک"

"اگر پانی کم نہ ہوا تو بنارس تک۔"

یہ سن کر رمیش اسی سٹیمر پر چڑھ گیا سامان وغیرہ رکھوا کر کچھ دال چاول دودھ وغیرہ خرید کر لئے۔

ادھر اکشے دوسرے سٹیمر کے تمام مسافروں میں پھر کر ڈھونڈنے لگا۔ کیوں کہ اس سٹیمر کے چلنے میں ابھی کافی دیر تھی۔ سب لوگ اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے دوڑ رہے تھے۔ کوئی نہا رہا تھا۔ کوئی کھا رہا تھا۔ اکشے نے گوالا گنج نہیں دیکھا تھا۔ اس نے سمجھا رمیش ضرور کملا کو کھانا کھلانے کے لئے کسی ہوٹل میں لے گیا ہو گا۔ اس لئے اس نے تختہ جہاز سے جانا مناسب خیال نہ کیا۔ بالآخر جہاز نے سیٹی بجائی تو تمام مسافر جہاز پر سوار ہونے لگے جب تمام مسافر اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ چکے۔ تو بھی بے تابانہ

اکشے ہر چہار طرف نہایت تیز نظروں سے دیکھتا رہا۔ مگر اسے رمیش کہیں نظر نہ پڑا ملاح نے لنگر اٹھا دیا۔ تو اکشے چلا کر کہنے لگا میں تو اتروں گا۔ مگر کسی نے اس کے چلانے کی پروا نہ کی۔ تو اکشے ایک ڈونگے میں کود پڑا۔ کنارے پر آکر پھر رمیش کو ڈھونڈنے لگا۔ جب کچھ بھی پتہ نہ مل سکا۔ تو کلکتہ کو جانے والی ٹرین پر سوار ہوگیا۔ دل میں سوچتا جاتا تھا۔ کہ میں نے ضرور رات کو رمیش اور کملا کو دیکھا تھا۔ اب کلکتہ میں اس کا ڈھونڈنا نہایت ہی مشکل ہے۔

دوسرے دن صبح کلکتہ پہنچتے ہی سب سے پہلے درزی پاڑا میں رمیش کے مکان پر گیا دیکھا مکان بند ہے اور گرد سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا۔ باہر گئے ہوئے ہیں۔ پھر کولوٹولہ والے مکان پر آکر دیکھا۔ تو وہ بھی خالی تھا۔ آخر آنند چرن کے گھر پہنچ کر جوگندر کو کہنے لگا ــــ "بھاگ گیا ــــــــ پکڑا نہیں گیا"

"یہ کیا بات ہے ؟"

اکشے نے اپنے سفر کے تمام حالات مفصل وار کہہ سنائے۔

"اکشے بیشک آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ کہ رمیش تمہیں دیکھتے ہی بھاگ گیا مگر ان کوششوں سے نتیجہ تو کچھ بھی نہ نکلا۔ اب تو بابو جی بھی ہیم کی مانند کہنے لگے۔ نہیں جب تک میں رمیش کے منہ سے ہر ایک بات نہ سنوں گا۔ مجھے اعتبار نہیں آئے گا۔ یہی تو بات ہے؟ اگر آج بھی رمیش بابو جی کو مل جائے تو وہ اب بھی ہیم نلنی کے ساتھ شادی کرنے کو تیار ہیں۔ علاوہ ازیں اگر ہیم نلنی موگن تیا منظور کرے تو بھی بابو جی شادی کرنے کو تیار ہیں۔ اس لئے جہاں تک جلد ہو سکے رمیش کا پتہ معلوم کرنا ضروری ہے۔ اگر اس میں دیر ہو گی۔ تو سب کھیل بگڑ جائے گا۔ میں بھی جہاں تک ہو سکے گا۔ اس کا پتہ لگانے میں آپ کے ساتھ مدد کروں گا۔ چائے پیو اور کوئی تجویز ضرور نکالو۔"

اکشے نے منہ ہاتھ دھو کر چائے پی۔ اتنے میں آنند چرن بھی ہیم نلنی کا ہاتھ پکڑ

ہوئے کمرے میں داخل ہوئے۔ اگر اکشے کو دیکھتے ہی ہیم نلنی الٹے پاؤں واپس چلی گئی۔

جگندر نے ناراض ہو کر کہا "ہیم کی یہ سراسر بے انصافی ہے۔ اس کا یہاں بیٹھنا اور باتیں سننا ضروری تھا۔ مجھے یہ پسند نہیں!"

اکشے نے کہا "جگندر معلوم ہوتا ہے تم ان باتوں سے اور بھی زیادہ خرابی پیدا کر دو گے۔ زبردستی سے کام نہیں ہو سکتا۔ ان کے سامنے میری کوئی بات نہ کیا کریں۔" کہہ کر اکشے چلا گیا۔ مگر اس کے دل پر گہرا زخم لگا تھا۔

ہیم نلنی جب چائے پینے آئی تو اپنی نظریں اوپر نہ اٹھا سکی۔ اسے معلوم تھا کہ جگندر بھائی رمیش پر ناراض ہے اور ہر وقت ہمارے برخلاف تدابیر سوچتا رہتا ہے اسی وجہ سے اسے جگندر کے ساتھ نظر ملانا دشوار ہو گیا۔

رات کی تاریکی میں بستر خواب پر پڑی ہوئی ہیم سوچنے لگی جگندر بھی کسی حد تک ٹھیک کہتا ہے۔ ضرور دال میں کالا ہے۔ اس لئے رمیش منہ نہیں دکھاتا۔ وہ آج تک جس کو ہیم دل سے چاہتی آئی تھی۔ آج وہ ہاتھ سے چھوٹا نظر آتا ہے۔ پھر دل کو تسلی دینے لگی۔ نہیں دلبری سے ضرور کام نکل سکتا ہے۔

ہیم نلنی کے ساتھ والے کمرے میں آنند بابو سو رہے تھے انہیں کروٹیں بدلنے کی کیسی آواز آنے لگی۔ تب وہ اس کمرے میں جا کر کہنے لگے "بیٹی تمہیں نیند کیوں نہیں آتی؟ —— کیا طبیعت خراب ہے"

بابوجی "آپ کیوں جاگ رہے ہیں؟ مجھے ابھی نیند آ رہی ہے سو جاتی ہوں"

دوسرے دن ہیم چھت پر ٹہل رہی تھی۔ تو اس نے دیکھا رمیش کے مکان کا کوئی دروازہ یا کھڑکی بھی کھلی نہیں۔ اسی چھت پر بیٹھ کر دونوں پریم گیت گایا کرتے تھے۔ وہی چھت اس وقت سنسان نظر آ رہی تھی اس خیال کے آتے ہی ایک کونے میں بیٹھ کر۔ دونوں ہاتھوں سے منہ ڈھانپ کر رونے لگی۔ کیسی سوچتی چائے کے وقت ان کے رمیش ہو جایا کرتے تھے۔ اب وہ بھی نہ ہوں گے۔ ان کا خیال آتے ہی رہا سہا اطمینان

بھی جاتا رہا۔ ایک سرد آہ کے ساتھ آنسوؤں کا تار بندھ گیا۔

ہیم، ہیم!!

ہیم نلنی جلدی سے اٹھ کر آنسو پونچھ کر بولی۔ ہاں بابو جی!

آنند چرن بابو آواز سنتے ہی چھت پر چلے گئے۔ اور ہیم نلنی کی پیٹھ پر ہاتھ پھیر کر کہنے لگے۔ "مجھے آج اٹھنے میں کچھ دیر ہو گئی ہے۔ پھر کہنے لگے چلو بیٹی نیچے چلیں چائے تیار ہو گئی ہے۔"

چائے کی میز پر ہیم جگندر کے سامنے بیٹھ کر چائے پینا نہ چاہتی تھی۔ مگر انکار کرنا بھی تہذیب کے سراسر خلاف تھا۔ اس لئے مجبوراً خود ہی وہاں جا بیٹھی۔ وہاں جا کر اسے معلوم ہوا کہ جگندر کسی سے باتیں کر رہا ہے۔ اس کا خیال رمیش کی طرف تھا۔ اس لئے وہ اسی خیال میں سوچنے لگی۔ اتنی سویرے ضرور رمیش ہی آئے ہوں گے۔ یہ خیال آتے ہی سینہ میں ایک قسم کا درد ہونے لگا۔ کانپتے ہوئے پاؤں سے اندر جا کر دیکھا۔ تو اکشے تھا۔ جسے دیکھتے ہی اس کے ضبط کا بند ٹوٹ گیا۔ جس طرح سانپ کو دیکھ کر انسان ڈر کر بھاگتا ہے۔ اسی طرح الٹے پاؤں واپس بھاگ آئی۔ نفرت کی حد ہو چکی تھی۔

دوسری بار جب بابو آنند چرن چائے کے کمرے میں آئے۔ تو سر نیچا کئے ہوئے باپ کے پیالے میں چائے ڈالنے لگی۔ اس کے لئے گردن اٹھانا دوبھر ہو گیا تھا۔

جگندر ہیم نلنی کے ان اطوار سے بہت ناراض تھا۔ وہ سوچتا ہیم رمیش کے لئے کیوں اس قدر بے چینی کا اظہار فضول کرتی رہتی ہے یہ اس کے لئے ناقابل برداشت ہو گیا۔ مگر جب اس نے دیکھا کہ بابو آنند چرن بھی اس کے درد میں شریک ہیں اس وقت اس کی بے چینی اور بھی بڑھ گئی۔ سوچنے لگا کیا ہم سب اگر بے انصاف ہیں۔ ہم لوگ محبت کی خاطر بھی اس فرض میں کورے ہیں مگر جہاں احسان کا اعتراف تو در کنار الٹے قصوروار تسلیم کئے جا رہے ہیں بابو جی بھی اتنے سمجھ دار ہو کر پتہ نہیں کیوں اس سے مل گئے ہیں۔ اس وقت تسلی دینے کا وقت نہ تھا۔ مگر رعب سے کہتے تو وہ سدھر جاتی۔ مگر وہ یہ نہیں کر سکے۔ جگندر پدرانہ الفت سے ناواقف تھا۔

جگندر نے ... کو مخاطب کر کے کہا "بابو جی آپ کو معلوم ہے کیا ہو رہا ہے؟"

"نہیں!"

"رمیش اپنی بیوی کملا کو لے کر گولا گنج جا رہا تھا۔ مگر اکشے کو اس گاڑی میں دیکھ کر پھر کلکتہ واپس چلا آیا۔"

چائے ڈالتے ہوئے ہیم کا ہاتھ اسی وقت کانپ اٹھا۔ اس کا سر چکرا گیا۔ مجبوراً کرسی پر بیٹھ گئی۔ پروانہ الفت شمع کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں سن سکتا۔

جگندر اس کے منہ کی طرف دیکھ کر آنکھیں دکھانے لگا۔ اور کرخت آواز سے بولا۔

"اسے بھاگنے کی کیا ضرورت تھی۔ اکشے سے اس کی کون سی بات چھپی ہے وہ تو سب کچھ جانتا ہی ہے۔ ایک تو اس نے پہلے ہی غلطی کی تھی۔ اب پھر ——— چوروں کی مانند بھاگنا اور چھپنا یہ کون سی مردانگی ہے۔ معلوم نہیں ہیم کے دل میں کیا ہے۔ ——— ہر وقت اسی کا خیال ہیں نہیں سمجھتا کہاں کی دانش مندی ہے۔ مگر اس کے بعد گئے ہے تو اس کے قصوروں پر بڑی زبردست روشنی پڑتی ہے۔"

نلنی نے کانپتے ہوئے لرزتی زبان سے کہا ——— "بابو جی مجھے ثبوت کی چنداں ضرورت نہیں۔ میں ان باتوں کی کوئی پرواہ نہیں کرتی اگر تم چاہتے ہو تو کرو۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔"

"جس کے ساتھ تمہاری شادی ہونے والی ہے کیا اس سے میرا کوئی تعلق نہیں"

غصے میں بھر کر شادی کی بات رہنے دو۔ اگر تم اسے منسوخ ہی کرنا چاہتے ہو ——— تو کر دو ——— یہ تمہاری مرضی پر منحصر ہے مگر میرا دل توڑ کر تمہیں کیا حاصل ہوگا۔

یہ کہتے کہتے ہیم نلنی پھلا پھلا کر رونے لگی۔ آنند بابو جلدی سے اٹھ کر اسے گود میں لے کر کہنے لگے۔

"چلو۔ بیٹی! ہم لوگ اوپر چلیں۔"

باب ۶

جہاز میں

دریا بالکل ساکن تھا۔ جہاز اپنی مقررہ رفتار سے بدستور چلا جا رہا تھا پہلے اور دوسرے درجے میں کوئی مسافر نہ تھا۔ رمیش نے ایک کمرہ تجویز کر کے بچھونا درست کیا ———۔ صبح کچھ پھل کھا کر اور دودھ پی کر کملا ندی کے چنچل پانی کو دیکھ رہی تھی۔

"کملا معلوم ہے ہم کہاں جا رہے ہیں۔" رمیش نے اس کے پاس آ کر کہا۔

"ہاں جانتی ہوں ویس جا رہے ہیں۔"

"وہ تو تمہیں اچھا نہیں لگتا۔ ہم وہاں نہیں جا رہے۔"

"کیا میرے لئے آپ ایسا کر رہے ہیں ———"

"ہاں۔"

"مگر کیوں! ایسا کرتے ہیں؟ میں نے تو بات بات میں پرسوں کہہ دیا تھا۔ اور اب بار بار اسی کا ذکر۔ ذرا سی بات میں بگڑ جاتے ہیں آپ۔"

"نہیں میں ناراض نہیں ہوں۔ ویس جانے کی مجھے بھی خواہش نہیں"

کملا نے گھبرا کر کہا۔ "تو پھر کہاں جا رہے ہیں ہم؟ ———"

"پچھم"

کملا بہت خوش ہوئی اس طرف کتنے ہی تیرتھ ہیں۔ ہوا خوشگوار اور نئی زندگی پیدا کرنے والی ہے۔ پراچین یادگاریں ہیں۔ مسرت سے بولی "پچھم میں کہاں جا رہے ہیں۔"

"کچھ ٹھیک کہہ نہیں سکتا۔ مونگیر۔ پٹنہ۔ غازی پور۔ دانا پور۔ بکسر۔ کاشی جو پسند

آیا۔ وہی سمجھ ہو۔ ان شہروں کا نام سن کر کملا کا دل اور بھی اچھل پڑا۔ وہ تالیاں بجاتے ہوئے بولی۔ "بڑا مزا ہوگا"

"مزہ تو خوب آئے گا۔ اتنے دنوں تک کھائیں گے کیا۔ ملازم کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا کھاؤ گی؟"

"نہیں کبھی نہیں!"

"تو پھر؟"

"میں خود پکاؤں گی۔ کیا بالکل انجان ہوں میں؟"

"پکا سکتی ہو؟"

"آپ مجھے کیا سمجھتے ہیں۔ میں کیا بالکل جاہل ہوں۔ ماما کے گھر میں تو پکاتی تھی اب پکا لیا تو کیا حرج ہے"

رمیش نے بے تابی سے کہا۔ بہت خوب میں نے سرسری کہہ دیا تھا۔ میرے خیال میں اب کھانا پکانے کی چیزیں اکٹھی کرنی لازمی ہیں۔

رمیش چلا گیا اور آدھ گھنٹے کے بعد ایک لوہے کا چولہا اور بہت سا باقی سامان بھی لے آیا۔ یہاں تک ہی نہیں بلکہ ایک ملازم اسٹیشن سے ہی دکھایا۔ اس کا خیال تھا کہ یہ برتن وغیرہ صاف کرے گا۔ اور پانی وانی لا دیا کرے گا۔ کملا کو کام میں مدد مل جائے گی۔

"کملا! آج کیا پکاؤ گی؟"

"آپ تو صرف دال اور چاول ہی لائے ہیں۔ ملا کر کھچڑی پکاؤں گی۔"

رمیش نے مصالحہ بھی کھول کر اس کے آگے رکھ دیا۔

کملا ہنسنے لگی اور بولی! صرف مصالحہ کیا کروں سل بھی تو چاہیے۔ پیسوں گی کیونکر۔ رمیش نے اسی وقت دستہ منگوایا۔ کملا کو اس سے مسالحہ پیسنے کی عادت نہ تھی رمیش نے کہا اسٹیشن سے پسوا لو۔ مگر کملا کو یہ منظور نہ تھا۔ خود ہی پیسنے لگی۔ چیزیں اچھل کر چاروں طرف بکھر گئیں۔ یہ دیکھ کر وہ کھل کھلا کر ہنس پڑی۔ رمیش بھی ہنسی ضبط نہ کر سکا اور خوب ہنسا۔ یہ سب کھیل کر کے کملا کھچڑی پکانے لگی کلکتہ سے ایک

ہانڈی میں مٹھائی لائے تھے۔ وہی آج کام آئی۔

آدھے گھنٹے بعد کملا نے کہا "کھچڑی تیار ہے اسنان کرلیں۔ رمیش نہا آیا سوال یہ تھا۔ تھالی تو نہیں۔ کھائیں گے کس میں؟" ہوٹل میں تھالی موجود ہے مانگ لاؤ۔

"چھی۔ پھر وہی بات"

رمیش نے زیر لب کہا "اس قسم کی غلطی ایک بار پہلے بھی کرچکا ہوں۔"

ہانڈی کے اوپر جو ڈھکنا تھا۔ اسے اچھی طرح دھوکر کہا "آج اسی میں کھائیں کل پھر دیکھا جائے گا۔"

رمیش کھانے لگا اسے کھانے میں بہت مزہ آیا۔ رمیش نے تعریف کے پل باندھ دیے۔ کملا نے کہا "آپ تو مذاق کررہے ہیں۔" "نہیں کملا کھانا نہایت ہی اچھا بنا ہے۔" کملا۔ "اور ڈال دوں؟ کیا تم نہ کھاؤ گی؟"

"میرے لیے بہت ہے فکر نہ کریں"

رمیش نے سیر ہوکر کھایا۔ کملا بہت خوش ہوئی آخر رمیش نے دریافت کیا۔

"کیسے کھاؤگی؟"

"اسی میں"

"نہیں! ایسا کبھی نہ ہوگا"

"کیوں؟"

"نہیں یہ ہو ہی کیسے سکتا ہے"

"ہو جائے گا میں سب درست کرلوں گی۔ اور تم کس میں کھاؤ گے؟"

اور میں نیچے ایک آدمی کھانے کی چیزیں فروخت کرتا ہے۔ اس کے پاس سے پتے مانگ لاؤں گا۔

رمیش "اگر تم ڈھکنے میں کھانا چاہتی ہو۔ تو مجھے دو میں بھی طرح صاف کردوں۔"

"آپ کیسی باتیں کررہے ہیں ــــــــ مگر پان کہاں ہیں؟"

"وہ نیچے فروخت ہوتے ہیں۔"

یہ گھر کے انتظام کی ابتدا تھی۔ کام تو شروع ہو گیا۔ مگر رمیش دل میں بہت بے چین تھا۔ اسے ہر وقت یہی خیال تھا کہ بیتی ہوئی کے بوتر تعلقات پر کس طرح پردہ ڈالا جائے گا۔

دوسری طرف کملا بھی مالکہ کی پیروی پا کر اب کسی دوسری امداد کی توقع نہ رکھتی تھی وہ جب تک اپنی ماں کے گھر تھی۔ کھانا بناتی تھی۔ بچوں کی پرورش کرتی تھی۔ اور گھر کا باقی تمام کام بھی خوش اسلوبی سے انجام دیتی تھی۔ اس لئے کملا کی اس اہلیہ کو دیکھ کر رمیش دل ہی دل میں بہت خوش تھا ——— مگر یہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی اس کے دل میں ایک خیال تھا جو اسے ہر وقت تنگ کر رہا تھا۔ کہ آئندہ کملا سے کیسے برتاؤ کیا جائے۔ یہ تمام عمر میرے ساتھ کس طرح رہے گی؟ ہم دونوں کے درمیان عدالت قائم کرنا سخت مشکل ہے۔ اگر اس پر اسرار پریم کی بنیاد پر نلنی ابھی سوار ہوتی تو توازن قائم رہ سکتا تھا۔ مگر اب خدا ہی حافظ ہے۔

اگر اب نلنی کی امید منقطع ہی رہے۔ تو میں اکیلا کملا کو لے کر ان سب ہموار اور ناہموار راستوں سے کیسے گذر سکوں گا۔

انہی باتوں کو سوچ کر اس کا دماغ چکرا گیا۔ اس نے خیال کیا کہ یہ تمام باتیں اب کملا کو کہہ دینا ہی مناسب ہے۔ کچھ بھی پوشیدہ رکھنا ٹھیک نہیں۔

شام سے پہلے ہی جہاز کنارے جا لگا۔ اور اس کے بعد کافی کوشش کرنے پر بھی روانگی ممکن نہ ہو سکی۔

خوشنما اور مختلف رنگ کے پرندے اوپر ٹیلے پر بیٹھے ہوئے اپنی اپنی راگنی گاتے تھے۔ اور ان کا آدھا قافلہ نیچے ریت کے اتھاہ ساگر پر بیٹھا ہوا پانی پی رہا تھا۔ بہت سی نوجوان لڑکیاں ساحل پر پانی بھرنے کے لئے گھڑے اٹھائے آ رہی تھیں۔ جو گاؤں کی لڑکیاں تھیں۔ وہ تو منہ کھولے کنارے پر کھڑی تھیں۔ مگر جو بہو بیٹیاں گھونگٹ نکالے اپنے کام میں مشغول تھیں۔ ان میں سے کئی ایک ترچھی نگاہوں سے جہاز کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ چند قدم بڑے ساحل دریا پر اونچی جگہ لڑکے کبڈی کھیلنے

میں مشغول تھے۔ انہیں جیسے معلوم ہی نہیں کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔

دوسرے کنارے اور درختوں کی آڑ میں آفتاب غروب ہو رہا تھا۔ اور اپنا خونی چہرہ دریا میں ڈبکی لگا کر دھونے کی کوشش کر رہا تھا۔ رمیش خاموش ایک آرام کرسی پر بیٹھا ہوا یہ دل گداز اور دل فریب نظارہ دیکھنے میں محو تھا۔ کملا باورچی خانہ کے دروازے میں کھڑی تھی۔ اور دل میں خیال کر رہی تھی۔ ابھی رمیش منہ پھیر کر میری طرف دیکھے گا۔ مگر جب کافی دیر نا امیدی ہوئی تو کھانسنے لگی۔ مگر مایوسی کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ آخر اگر دروازے کی سنکل پکڑ کر اسے کھٹکھٹانے لگی۔ رمیش خیالات کے بحر بےکنار میں ڈوبا ہوا تھا۔ مگر اس کی محویت قائم نہ رہ سکی۔ اس نے پیچھے دیکھا کملا کھڑی تھی۔ اس کے پاس آیا اور نہایت شیریں لہجے میں بولا۔

"یہ انوکھا طریقہ ایجاد ہوا ہے بلانے کا"

کملا یہ سن کر مسکرانے لگی۔ رمیش کو ایسا معلوم ہوا کہ جیسے بادل میں بجلیاں یکدم چمک اٹھی ہیں۔

کملا نے رمیش کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔ "مگر کیا کہہ کر پکاروں؟ کیا باپ نے تیرا نام نہیں رکھا۔ ضرورت پر مجھے رمیش بابو کہہ کر پکار سکتی ہو۔ یہ مذاق میں پسند نہیں کرتی۔" کملا کے چہرے پر آفتاب کی الوداعی کرنیں پڑ رہی تھیں۔ اس کے چہرے پر حیا کی سرخی دوڑ گئی۔ جس نے اس کے حسن کو دوبالا کر دیا۔ اس نے سر جھکا کے کہا "کھانا تیار ہے۔"

"کھائیے آج صبح بھی اچھی طرح کھایا نہیں۔ غروب آفتاب سے پہلے کھا لیجئے۔" ہوا کے فرحت بخش جھونکوں نے رمیش کی بھوک تیز کر دی تھی۔ کملا کو تکلیف ہوگی اس لئے اس نے بھوک کا اظہار نہ کیا۔ وہ خوش تھا کہ کملا یہ جانتے ہوئے بھی کہ میں اس کا شوہر نہیں ہوں۔ لیکن پھر بھی دل و جان سے خدمت کر رہی ہے۔ یہی خوشی مدت سے اس کے دل کے کسی کونے میں دبی بیٹھی تھی۔ مگر ——— یہ بیش قیمت چیز رمیش کے مقدر میں نہ تھی۔

اتنی بڑی چیز کا دارو مدار صرف غلطی پر ہے اس خیال کی بے رحم چوٹ وہ برداشت نہ کر سکا۔ سرد آہ کے بعد کمرے میں داخل ہوا۔

کملا اس کے چہرے کی حالت دیکھ کر نہایت نرمی سے بولی "معلوم ہوتا ہے آج طبیعت بہت علیل ہے۔ نہ کھاؤ۔ میں تنگ کرنا نہیں چاہتی!"

رمیش نے مسرت آمیز لہجہ میں کہا "نہیں! مجھے خوب بھوک لگی ہے۔ مگر کھانا پروسنے کے بعد لال پری کی طرح کہیں چھپ نہ جانا —— مگر کھانے کی کوئی چیز نہیں دیتی۔ یہ سب کیا اسرار ہے مجھے تو سخت بھوک لگی ہے۔"

کملا ایک فلک بوس قہقہہ لگا کر بولی "معلوم ہوتا ہے اب صبر نہیں ہو سکتا لیکن جس وقت لا لیما کو دیکھ رہے تھے۔ اس وقت کیا بھوک نہیں تھی؟ میں نے پکارا تو خیال آیا۔ کہ بھوک تھی۔ اچھا آپ ایک منٹ صبر کریں۔ میں آتی ہوں۔ مگر دیر کی صورت میں یہ بستر وغیرہ مجھے نہ دیکھ پاؤ گی۔ بعد میں کچھ نہ کہنا۔"

محبت کی اس دلکش اور پر فریب بات سے کملا کو خاص حظ حاصل ہوا۔ چہرہ سرخ ہو گیا۔ اپنی پر سحر ہنسی سے تمام کمرے میں امرت کی بارش کر کے چلی گئی۔

پتوں سے ڈھکی ہوئی ایک ٹوکری لیئے کملا کمرے میں داخل ہوئی۔ بستر پر وہ ٹوکری رکھ کر آنچل سے میز صاف کرنے لگی۔

"یہ کیا کر رہی ہو"

"کچھ نہیں۔ ابھی دھوتی دھو ڈالوں گی۔" اس کے بعد اس نے پوری اور بھاجی تپل پر رکھ دی۔ پھر کہا۔

"کیا تعجب ہے پوری انتظام کیسے ہوا؟"

"نہیں بتاتی۔"

"ہوٹل سے کھانا آیا ہے۔" "ہری رام کبھی نہیں!"

رمیش نے کھاتے کھاتے پوری کی اس قدر تعریف کی کہ کملا گھبرا اٹھی۔ مگر رمیش کو اس پر بھی صبر نہ ہوا پھر بولا۔

"شاید الف لیلیٰ کے مشہور جادوگر نے بادشاہ سے یہ نایاب تحفہ ارسال کیا ہے"
کملا کی برداشت کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ چمک کر بولی۔
"جاؤ میں تم سے نہ بولوں گی"
"ناراض کیوں ہوتی ہو۔ میں تو ذرا گانے بجانے سے تھک گیا تھا۔ اس لئے آخر اسی نتیجہ پر پہنچا ہوں"
اس کے بعد رمیش جلدی جلدی کھانے لگا۔ جب کملا کو معلوم ہوا کہ جہاز آج روانہ نہیں ہو سکتا۔ تو اس نے اومیش کو چیزیں منگوانے بھیجا تھا۔ جب کملا پکنے کتنی نہیں آگا ہے دکانے جو روپے رمیش نے دیئے تھے انہیں سے بچا کر اس کے پاس کچھ اسا ... ہو گیا تھا۔ آج وہی کام آیا۔
کملا نے اومیش سے دریافت کیا "تو کیا کھانے گا؟" گوالے کے گھر بہت اچھا دہی دیکھ آیا ہوں۔ اگر پیسے ملیں تو لے آؤں۔ کیلا موجود ہے میں تو یہی کھانا پسند کرتا ہوں"
کملا اس کی بات سے دل میں خوش ہوئی۔ بولی "کچھ بچا بھی ہے"
"نہیں"
یہ کملا کے امتحان کا وقت تھا۔ وہ رمیش سے پیسہ مانگ سکے گی؟ سوچنے لگی۔
بعد میں بولی "اگر تمہاری قسمت میں دہی نہ ہوا۔ تو پوری موجود ہے"
"جو دہی دیکھ آیا ہوں اس کی تعریف کیا کہوں"
اومیش! اب جب کھانے کے بعد بیٹھیں۔ تو بازار والے پیسے مانگ لینا۔
اور اب جب رمیش کھانے بیٹھا اومیش آیا۔ رمیش اس کی طرف دیکھنے لگا۔ اومیش نے کمزور آواز سے کہا "سامان کے پیسے"
رمیش کو جیسے کسی نے بیدار کر دیا ہو۔ اسے اب خیال آیا کہ کملا کے پاس کچھ بھی نہیں۔ اور یہ جادوگر کب تک کھانا مہیا کرتا رہے گا۔ آخر سب کچھ سوچ کر بولا "کملا تمہارے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔ پھر لینے سے انکار کیوں کیا؟"
کملا کے چہرے پر حیا کی سرخی دوڑ گئی۔ اس نے سر جھکا کر اپنا قصور تسلیم کیا کھانے

سے فارغ ہو کر کملا کو ایک کیش بکس دیکر کہا۔ کافی روپے ہیں۔"

آج ہر قسم کا خانگی بھار کملا کے سر پر پڑا۔

رمیش کمرہ سے باہر آکر مغرب کی طرف دیکھنے لگا۔ اور تھوڑے عرصہ بعد دیکھتے ہوئے۔ اس کی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ اومیش نے آج خوب سیر ہو کر دھی اور پھل کھائے۔ اور کملا اپنے کمرے میں بیٹھی ہوئی اومیش کے مستقبل پر غور کر رہی تھی

اپنی سوتیلی ماں سے تنگ آکر اومیش بنارس اپنے نانکے بھاگا جا رہا تھا۔ کہ رمیش سے ملاقات ہوئی۔ جہاز میں آکر کملا سے ملاقات ہوئی۔ ماں کی محبت سے محروم اومیش نے محبت سے کملا کو کہا۔

ماں! اگر مجھے ساتھ رکھو گی تو زندگی مزے سے گزارے گی۔

مادر شفقت سے بیگانہ بچے کے منہ سے ماں کا لفظ سن کر کملا کو دلی تسکین ہوئی اور محبت سے اومیش کو کہا۔

"ہاں اومیش بیٹا اب تم ہمارے ساتھ ہی رہو۔"

درختوں کی قطار پر شب کی تاریکی نے الوداعی سرخی کی بجائے سیاہی کی پرخوف لکیر لگا دی۔ جنگلی پرندوں کے غول تمام دن آبادی میں تنگ کر اب آخری دھندلی سرخی میں دور دریا کے کنارے چلا جا رہا تھا۔ کووں کا شور ختم ہو چکا تھا۔ وہ اپنے تاریک گھونسلوں میں رات بسر کرنے کے لئے چلے گئے تھے۔ مگر گویا ہر طرف آبادی میں مین گئے تھے۔ جیسے کسی نے کوئی پوشیدہ غار کھول دی ہو کہیں کہیں ان کی آوازیں بھی آنی شروع ہو گئی تھیں دریا کا پانی بالکل ساکن تھا۔ تمام کشتیاں اپنی اپنی قیام گاہ پر لنگر انداز تھیں۔ صرف ایک بڑی دوگی سنہری اور سبز ہیروں سے خالی پانی پر آہستہ آہستہ چلی جا رہی تھی پانی پر اس کا سایہ کسی سیاہ دیو کی طرح پڑ رہا تھا۔ اس کی مدھم رفتار سے پانی میں کچھ ہلچل ہوئی اور چند سیکنڈ کے بعد بھی وہی خاموشی ہر جانب چھا گئی شاید مچھلیاں بھی پانی کی تہ میں آرام کرنے چلی گئی تھیں۔

رمیش جہاز کے صحن میں ایک بینت کی کرسی پر بیٹھا ہوا مکمل چاند کی روشنی کا

لطف اٹھا رہا تھا۔ اس کے ساکن دماغ میں ایک طلاطم برپا تھا۔

آخر مغربی سرخی سیاہی میں تبدیل ہوئی۔ اور سیاہی کو چاندنی نے جذب کر لیا۔ رمیش۔ پھر آہستہ آہستہ بڑبڑانے لگا۔

نلنی! نلنی!!

اس کا نام زبان پر آتے ہی اس کے تمام جسم میں بجلی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ بدن میں خاص قسم کی گدگدی ہونے لگی۔ دماغ پر محویت طاری ہو گئی۔ ساتھ ہی ہیم نلنی کی تصویر اس کی آنکھوں میں پھر گئی۔ اس کی آنکھیں اشک بار تھیں۔ اور غم ظاہر کر رہی تھیں۔ رمیش اس نظارے کی تاب نہ لا سکا۔ اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ ہر عضو میں اٹھا۔ آنکھیں آبگوں ہو گئیں۔ زمانہ ماضی کی رنگین یادوں نے اس کو بے تاب کر دیا۔ نلنی کی سب سے پہلے کی طرح سینما کی تصویر کا تند سامنے آکھڑی ہوئی۔ کون جانتا تھا۔ کہ یہ دن بھی اس کی زندگی کا ایک خاص دن ہوگا ―― پہلے دن جگندر جب اسے اپنے گھر لے گیا۔ اور ایک میز کے پاس کرسی پر بٹھایا۔ وہاں دوسری کرسی پر نلنی بیٹھی تھی رمیش سخت شرمسار اور پریشان ہوا۔ دن بدن شرم کافور ہوئی اور وہ ہیم کے ساتھ ہنس ہنس کر باتیں کرنے لگا۔ اور آخر اس مسکراہٹ نے اسے پریم جال میں جگندر اور رمیش نے بڑے بڑے ادیبوں کی بلند پایہ بہترین شاعری کا مطالعہ کیا تھا۔ شاید اسی کی بدولت آج اسے اپنے دل سے ایک شیریں نغمہ اٹھتا ہوا

ہیم نلنی کو پرسحر آنکھوں نے اسے مسحور کر لیا تھا۔

میں ہیم نلنی سے پریم کرتا ہوں"

اس پر لطف خیال کے آتے ہی اسے ایک روحانی سرور حاصل ہوا۔ اس کے دوسرے دوست امتحان میں کامیابی کے لئے فن شاعری کی بہترین چیزیں پڑھتے مگر رمیش خود ہی اس مرض میں داخل ہو چکا تھا۔

پھر رمیش نے جہاز پر بیٹھے ہوئے خوب غور کیا۔ تو اسے اب بھی وہی محبت

اپنے دل کے ایک کونے میں دیکھائی دی۔ محبت تو موجود تھی مگر درمیان میں کملا نے ——— زندگی میں ایک نیا ہی طلاطم پیدا کر دیا تھا۔ اس وقت اس کے ایک دماغ میں دو تصویریں کھنچ رہی تھیں۔ اور خیال محبت نے اس کے گرد ایک ہالہ سا بنا لیا۔

رمیش کا تخیل شروع ماضی سے لے کر حال تک پرواز کرتے کرتے پہنچ گیا۔ اسے اپنی زندگی پیاس محبت میں بے قرار نظر آنے لگی۔ مگر ہر جانب اندھیرے اور مایوسی کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ مگر کیا میں اپنے اس فہم کی بدولت طلسم ہوش ربا کو درہم برہم نہ کر سکوں گا؟ یہ بات رمیش کے منہ سے یکایک نکل گئی۔

رمیش نے گردن اٹھائی تو سامنے چند قدم کے فاصلہ پر کملا ایک کرسی پر ہاتھ رکھے کھڑی تھی۔ رمیش کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے اسے تعجب سے کہا۔

"کیا آپ سو رہے تھے؟"

بدحواس اور غمناک کملا جانے کے لئے تیار ہو گئی۔ مگر رمیش نے جلدی سے کہا۔ "نہیں میں سوتا نہیں ہوں۔ یونہی کچھ سر درد ہو رہا ہے۔ کیا تمہیں ایک کہانی سناؤں؟" اب کملا کا چہرہ چمک اٹھا وہ کرسی رمیش کے نزدیک اٹھا لائی۔ رمیش کا خیال تھا کہ تمام باتیں کملا کو بالکل صاف صاف کہہ دوں گا۔

مگر اتنی انقلاب انگیز بات وہ اپنی زبان پر نہ لا سکا۔ مبادا کملا کا شیشہ دل چور چور ہو جائے۔ اسی لئے اس نے بات کا پہلو بدلتے ہوئے کہا تھا۔ تمہیں ایک کہانی سناؤں۔ کملا نے مسکراتے ہوئے کہا سناؤ۔

کسی زمانہ میں ایک چھتری راجہ تھا ——— !

"کسی زمانہ میں؟" کافی دنوں کی بات ہوگی؟"

ہاں بہت دنوں کی۔ تم پیدا نہیں ہوئی تھیں۔"

مگر آپ قدیم زمانہ کے شخص ہیں۔"

وہ خود شادی پر نہیں گیا۔ اپنی تلوار بھیجی اس تلوار کے ساتھ شادی ہو گئی۔ جب

بیوی گھر آئی۔ تو دوبارہ شادی ہوئی۔

میں ——— یہ کیسے شادی ہوئی؟"

"میں بھی اس قسم کی شادی پسند نہیں کرتا۔ مگر جس کی بات ہے وہ سسرال جاکر شادی کرنے میں بے عزتی خیال کرتا تھا۔"

"کملا مگر یہ تو بتایا ہی نہیں کہاں کا تھا؟"

کملا دیس کا راجہ تھا۔ ایک دن راجہ ——————— !"

"مگر اس کا نام کیا تھا؟"

کملا کی تمنا تھی۔ کہ تمام کہانی صاف طور پر سنے۔ اس کے سامنے کچھ پوشیدہ نہ رکھا جائے۔ مگر رمیش یہ سب جانتے ہوئے بھی آگے کہنے کو تیار ہوتا تھا۔ اب رمیش سمجھ گیا کہ کہانی میں اگر معمولی تنگ دلی سے کام لیا گیا۔ تو بھی کملا برداشت نہ کرے گی۔

"نام ——— شاید وجے سنگھ تھا"

کملا نے حیرانی ظاہر کرتے ہوئے کہا ——" وجے سنگھ؟ کملا دیش کا راجہ ——— خیر ——؟

"ایک دن راجہ کو اپنے درباری بھاٹ کی زبانی معلوم ہوا۔ کہ ایک کشتری راجہ کی بہت حسین لڑکی ہے۔"

"وہ کہاں کا راجہ تھا؟"

"شاید کانشی کا ہوگا"

شاید! کیا معنی؟ کیا وہ کانشی کا راجہ نہ تھا؟

کانشی کا تھا تم اس کا نام دریافت کرتی ہو۔" امر سنگھ ہوگا" "اور لڑکی کا؟" ہاں بھول گیا تھا۔ لڑکی کا نام منہ میں پھر رہا ہے۔ شاید

ہاں ہاں! ——— چندرا ——— چندرا

"کمال ہے آپ دماغ آپ ہر بات بھول جاتے ہیں میرا نام بھی بھول گئے تھے۔"

"کوشل کا راجہ اپنے بھاٹ سے یہ بات سن ——— !"

"کوشل کا راجہ کون ہے آپ تو کہتے تھے کہ دیش کا راجہ ہے"

"تو کیا وہ صرف ایک شہر کا راجہ تھا۔ وہ کوشل کا بھی اور مگدھ دیش کا بھی۔ دونوں جگہ کا راجہ تھا"

"اچھا اب سمجھی دو راجہ نزدیک ہوں گے"

"ہاں ایک جان دو قلب"

اپنی غلطیوں کو مانتے اور کچھ ترمیم کرتے۔ اور کملا کے سوالات کا مکمل اور بادلیل جواب دیتے ہوئے رمیش نے اپنا افسانہ جاری رکھا۔

جیت سنگھ نے امر سنگھ کے پاس قاصد روانہ کیا۔ اور شادی کا ارادہ ظاہر کیا امر سنگھ نے بات خوشی سے مان لی۔ دن مقرر ہو گیا ——— اندھیری شب کی پنچمی کو اگن سنسکار۔ شب کو تمام شہر میں زیب الائی گئی۔ سب خوش تھے کہ رات کو کنواری چندرا کی شادی ہو گی۔ مدت کی آرزو آج پوری ہو رہی تھی۔

مگر ہو گی کس خوش نصیب کے ساتھ چندرا کو بالکل معلوم نہ تھا۔ جس وقت وہ پیدا ہوئی تھی پروہت نے وقت دیکھ کر حساب لگایا تھا۔ اور بتایا تھا کہ یہ لڑکی اچھی نہیں،

اس کی قسمت خراب ہے۔ شادی تلوار سے ہو گی۔ آج شب شادی ہونی تھی اس کی ہدایت کے مطابق شادی تلوار سے ہو گی۔ جیت سنگھ نے اگر جو جانی کو پرنام کیا۔ جے سنگھ اور جیت سنگھ رام لکھن کی جوڑی تھی۔ جیت سنگھ نے چندرا کے چہرے پر نظر نہیں ڈالی۔ اس نے صرف اس کے حنائی سرخ ہاتھ دیکھے تھے۔

رسم کے مطابق دوسرے دن جے سنگھ نے بہو کو نو لکھا ہار پہنایا اور اپنی راجدھانی کی طرف روانہ ہوا۔

بیچاری چندرا بدقسمت ہے یہ بات یاد کرتے ہوئے کاشی راج نے بیٹی کے سر پر ہاتھ پھیر کر رخصت کیا ماں نے بچی کا منہ چوما۔ اور اپنے آنسوؤں کو روکتے

کی ناکام کوشش کی۔

کانسی سے مکہ کافی دور تھا۔ شاید ایک ماہ کا راستہ ہوگا۔ دوسری رات ایک ندی کے کنارے وجے سنگھ تلوار کو مہ بانے رکھ کر سونے کی تجویز میں تھا۔ بالکل اسی وقت جنگل میں روشنی نظر آئی۔ وجہ معلوم کرنے کیلئے وجے سنگھ نے اپنی فوج کا ایک دستہ روانہ کیا۔

سپاہی واپس آئے تو معلوم ہوا کہ یہ بھی ایک برات ہے۔ شادی کرکے بہو کو ہماری طرح گھر لے جا رہے ہیں۔ ان کے ساتھ کچھ لوگ مسلح ہیں۔ کیونکہ راستہ میں چور وغیرہ کا کھٹکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ جناب سے التجا کرتے ہیں۔ کہ ہمیں اپنے ساتھ جانے کی اجازت دیں۔ تاکہ ہم بھی باحفاظت پہنچ سکیں۔

ہاں جو شرن میں آیا ہے۔ اس کی سہایتا کرنا فرض ہے۔ جہاں تک طاقت میں ہوگا ہم ان کی حفاظت کریں گے۔

تیسری رات اماوس کی خوفناک سیاہ اور ڈراؤنی تھی۔ سامنی طرف کوہستانی سلسلہ تھا۔ پچھلی طرف گھنے اور ہیبتناک جنگل تھے۔ ایک چھوٹے سے میدان میں خیمے لگائے گئے۔ پاس ہی ایک جھرنا بہ رہا تھا۔ اس کے شفاف پانی میں ستارے ڈبکی لگاتے لگاتے چھپ گئے۔ اور جنگی سپاہی جھرنے کے ترنم خیز لوری میں میٹھی نیند کے مزے لینے لگے۔

یکایک اس وقت شورش کی آواز سے تمام بیدار ہو گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ اودھم مچا ہوا ہے۔ لوگ ادھر ادھر دوڑ بھاگ رہے ہیں۔ اس ہاگڑ چوتھ میں نامعلوم گھوڑوں کے بندکس نے کھول دئے۔ اب کئی کسی جگہ آگ بھی لگ چکی تھی خیمے جل رہے تھے۔ سیاہ اور ڈراؤنی رات سرخ اور ڈراؤنی ہو گئی۔

معلوم ہوا۔ ڈاکوؤں نے حملہ کیا ہے۔ مقابلہ ہوا۔ کتنے ہی مرے کئی مارے گئے۔ شب ظلمت میں دوست دشمن کی تمیز مشکل تھی۔ صبح سے پیشتر ہی سب ڈاکو لوٹ مار کرکے جنگل میں جا چھپے۔

اس طوفانِ بے تمیزی کے بعد راج کماری نظر نہ آئی۔ وہ بوجہ خوف خیمہ سے باہر آگئی۔ اور چند آدمیوں کو بھاگتے دیکھ کر انہیں میں شامل ہوگئی۔ دوسری برات میں پہنچی۔ دولہن دشمن لے گیا۔ انہوں نے خیال کیا راج کماری چندرا ہی ہماری بہو ہے وہ اسے لے کر بوجہ ڈر جلدی جلدی روانہ ہوئے۔

یہ لوگ بہت مفلس تھے۔ اور سمندر کے کنارے ایک گاؤں میں رہتے تھے۔ اب راج کماری سے اس دوسری برات والے دولہا کا میل ہوا۔ اس کا نام جیت سنگھ تھا رسمیں ادا کر کے بہو کو گھر لایا گیا۔ جب عورتوں نے راج کماری کو دیکھا۔ تو حیران رہ گئیں۔ ایسی حسین لڑکی انہوں نے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ جیت سنگھ کو اس لاثانی حسن سے روحانی سرور حاصل ہوا۔

اس کلیانی لکشمی کی وہ پریم سے پوجا کرنے لگا۔ راج کماری بھی استری دھرم کی مریادا سے اچھی طرح واقف تھی۔ اس نے جیت سنگھ کو اپنا خاوند سمجھ کر اپنے آپ کو اس پر نچھاور کر دیا۔

ابتدائی محبت کی شرم ٹوٹنے میں کچھ دن ہوئے۔ جب حیا دور ہوئی۔ اس وقت باتوں باتوں میں جیت سنگھ کو معلوم ہوا۔ کہ جسے وہ بیوی سمجھ کر لایا ہے اسکی بیوی نہیں۔

کملا حیران و ششدر یہ افسانۂ غم سن رہی تھی۔ اب اپنی سرد آہ کو دبا کر بولی "پھر! اس کے بعد؟"

یہاں تک ہی معلوم ہے۔ پھر اس کے بعد کیا ہوا میں نہیں جانتا۔ تم ہی بتاؤ۔ کیا ہوا ہوگا۔

"نہ ایسے نہ کرو۔ پھر کیا ہوا بتاؤ۔ بتاؤ"

جس کتاب میں یہ کہانی پڑھی تھی۔ ابھی مکمل نہیں ہوئی۔ اور اگلا حصہ کب چھپے گا یہ بھی معلوم نہیں۔

کملا کا دل ٹوٹ گیا۔ وہ چیں بچیں ہو کر بولی "آپ بہت فریبی ہیں" جو مصنف ہیں۔ ان پر غصہ کرو۔ تم سے بس صرف اتنا پوچھتا ہوں راج کماری

سے جیت سنگھ کیا سلوک کرے گا۔"

کملا پانی کی طرف دیکھ کر سوچنے لگی ---- بعد میں بولی ----

"میں نہیں جانتی ۔"

رمیش خاموش رہا۔ پھر بولا "! جیت سنگھ چندرا کو تمام باتیں کہہ سکے گا؟"

"تو کیا اتنے زبردست معاملہ کی صفائی نہ ہوگی۔ ہونی لازمی ہے۔"

"ہاں میں بھی یہی سمجھتا ہوں"

رمیش نے پھر کچھ دیر سوچ کر کہا۔ کملا! اگر ----"

"اگر ---- اگر کیا؟"

اگر میں جیت سنگھ ہوتا اور تم ---- تم چندرا تب؟"

"ایسی بات نہ کہو۔ سچ کہتی ہوں۔ مجھے اچھی نہیں لگتیں"

"تمہیں بتانا ہی پڑے گا کملا! اس وقت میرا فرض کیا ہوگا اور تمہارا کیا؟"

کملا نے کوئی جواب نہ دیا۔ اٹھ کر چلی گئی اور رمیش اس کے کمرے کے باہر چپ چاپ بیٹھا ہوا پانی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بولی "تم نے بھی بھوت دیکھا ہے؟"

"ہاں دیکھا ہے۔"

کملا اس کے پاس ہی فرش زمین پر بیٹھ گئی۔ اور پھر دریافت کیا "وہ کیسا بھوت تھا۔ بتاؤ تو؟"

کملا چلی گئی۔ مگر رمیش نے بھی دوبارہ آواز نہیں دی۔ چاند اس کی آنکھوں میں ہی تاریک بانس کے جنگل میں غائب ہوا ---- چراغ گل کر کے لوگ اپنے اپنے کمروں میں آرام کرنے کے لئے چلے گئے۔ پہلے دوسرے درجے کے تمام مسافر کھانا وغیرہ بنانے میں مشغول تھے۔ دریا کے کنارے درختوں کی شاخوں سے چھن چھن کر چاند کی روشنی پانی پر پڑ رہی تھی۔ ندی کی خوفناک اور طلاطم خیز لہریں جہاز کی آہنی زنجیروں سے سر پھوڑ رہی تھیں۔ جس سے ایک مہیب آواز پیدا ہوتی تھی۔ اور بعد

میں ایک نغمے کی شکل میں بند ہو جاتی تھی۔ ہر وقت دریا کا بہاؤ جہاز کو اپنی آغوش میں اپنا چاہتا تھا۔ مگر کامیابی کہاں تھی!

رمیش اس بے کنار تاریکی اور پر اسرار منظر کے پہلو میں بیٹھا ہوا اپنے مستقبل کے متعلق سوچ رہا تھا۔ اس کے دماغ میں ایک خیال چکر لگا رہا تھا۔ کہ ہیم نلنی یا کملا دونوں میں سے ایک کو صفحہ دل سے مٹا دینا ہوگا۔ دونوں کی خبر گیری یہ نادان دل نہیں کر سکتا۔ نلنی کے لئے تو دنیا میں سب کچھ ہے۔ مگر کملا بے خانماں و برباد ——— اس کی دنیا بالکل تاریک ہے۔ اگر اس کو چھوڑ دیا۔ تو اس کا کوئی سہارا ہی نہیں۔ ایک تنکے کی طرح عالم کے سمندر کی لہروں میں جان دے دے گی۔

باقی رہی نلنی وہ مجھے بھول بھی سکتی ہے۔ اور دوسرے کسی سے شادی بھی کر سکتی ہے۔ اس کے لئے سب کچھ ہے۔ اس کی دنیا رنگین بن سکتی ہے۔ اور کملا کا —— —— کون ہے؟

رمیش ابھی بے سرو پا کی باتیں سوچ تو رہا تھا۔ مگر اسے ایسا معلوم ہوا۔ جیسے نلنی اس کے سامنے آکھڑی ہوئی۔ اس کی آنکھوں میں آنسوؤں میں اور چہرے پر نمایاں سرخی۔ پھر یکایک اس نے رمیش کی طرف پیٹھ کر دی۔ اور مخالف سمت کو بھاگنے لگی۔ رمیش نے خیال کیا ابھی وقت ہے۔ اس کو دوڑ کر پکڑا جا سکتا ہے۔ اگر اب کوتاہی کی۔ تو تمام عمر شاید اسی غم میں رہنا پڑے۔ کیا میں یہ غم برداشت کر سکوں گا؟

وہ دونوں ہاتھوں سے منہ پکڑ کر سوچنے لگا۔ بہت دور بانس کے جنگل میں گیدڑ چلا رہے تھے۔ اور گاؤں میں کتے اس خوفناک تاریکی میں اور بھی خوف پیدا کر رہے تھے۔

یکایک رمیش نے سر اٹھایا۔ تو سامنے کملا تاریکی میں دروازے کو پکڑے کھڑی تھی۔ رمیش اسی وقت اٹھ کھڑا ہوا۔ اور اس کے پاس جا کر بولا۔

"کملا! کیا اب تک سوئے نہیں گئیں؟ رات کافی چلی گئی ہے"

"آپ نہ سوئیں گے؟"

"میں جا رہا ہوں۔ پورب کے کمرہ میں میرا بستر لگا ہے۔ جاؤ دیر نہ کرو۔"
بالکل خاموش آہستہ آہستہ چلتی کملا اپنے کمرہ میں چلی گئی۔ اس وقت وہ رمیش سے یہ بھی نہ کہہ سکی۔ ابھی ابھی میں نے بھوت کی باتیں سنی ہیں۔ اور اس کا کمرہ بالکل تنہا ہے۔

کملا ناراض ہے۔ رمیش سمجھ گیا۔ اس کے دل کو گہری چوٹ لگی۔ اس نے نرمی سے کہا "کملا! خوف نہ کھانا اس کمرے کے پاس ہی میرا کمرہ ہے اور ساتھ ہی درمیان کا دروازہ کھول دوں گا۔

کملا نے سر کو تکبر سے جنبش دیتے ہوئے کہا "میں کیوں خوف کھاؤں۔ میری بلا ڈرے" کملا کے الفاظ سے غرور کی بو آتی تھی۔

رمیش کمرے میں چراغ بجھا کر لیٹ رہا۔ مگر نیند کہاں۔ دل ہی دل میں سوچنے لگا۔ کملا کو چھوڑنے کی کوئی تجویز نہیں اس لئے ہیم نلنی کو رخصت دیتا ہوں۔ آج یہی فیصلہ ٹھیک ہے۔ حیران ہونے کی ضرورت نہیں

اگر واقعی ہی ہیم نلنی رخصت ہو گئی۔ تو اس زندگی کی تمام رنگینیاں رخصت کر دینی ہوں گی۔ پھر یہ زندگی ہی کس کام کی۔ سب پھیکا ہو جائے گا۔

اندھیرے کمرے میں پڑا ہوا رمیش یہی باتیں سوچ رہا تھا۔ وہ اسی طرح خاموش کمرے میں نہ ٹھہر سکا۔ اٹھ کر باہر صحن جہاز میں آ گیا۔ شب کی ظلمت میں اس نے خیال کیا جس طرح تمام عالم پر یہ کالی رات تسلط جمائے ہوئے ہے۔ اسی طرح میری دنیا تمام عالم پھیلی ہوئی ہے۔ آسمان پر ستارے بالکل خاموش تھے۔ جیسے انہیں رمیش اور نلنی کے اس معمولی تعلق کی کوئی پرواہ نہ تھی۔ دریا کا شفاف پانی ریتلی زمین پر اگی ہوئی گھاس کو اپنے پاؤں تلے روندتا ہوا آسمان کے لاتعداد ستاروں کا سنگار کئے جنگلوں پہاڑوں اور گاؤں سے گذر جائے گا۔ اور شاید اسی طرح میری زندگی کے پر اسرار واقعات کا شور بھی شمشان کی راہ کی مانند عرصہ دراز کے لئے بالکل خاموش ہو جائے گا۔

باب ۷

بچا چکرورتی

اگلے دن ـــــ ـــــ کملا بیدار ہوئی تو اس وقت سورج اپنی پوری شان سے چمک رہا تھا۔ گھر میں بیتہ تک ہلنے کی آواز نہ آئی۔ خیال آیا وہ جہاز میں ہے۔ جلدی سے اٹھ کر باہر جھانکا پانی اپنی پرسکون رفتار سے بہے جا رہا تھا۔ اور اس کی چھاتی پر کملا کا جہاز نہایت تیز رفتاری ـــــ سے دوڑا جا رہا تھا۔ یکایک کسی قسم کے خیال آنے سے ـــــ سسکیاں بھر بھر کر رونے لگی۔ سینہ میں دل کئی قسم کی الجھنوں میں پھنس کر رہ گیا۔ کبھی سوچتی آہ جسے میں آج تک اپنا خیال کرتی تھی۔ وہ بھی پرایا ہے اس نے اپنے چاروں طرف نظر دوڑائی۔ خیال میں یہی آیا۔ آہ نہ میری کوئی ساس ہے نہ نند نہ ـــــ غرضیکہ اس دنیا میں میرا کوئی بھی ہمدرد نہیں۔ جس کے سہارے زندگی کا نیا سنسار ساگر سے گذر سکے۔ لے دے کر صرف رمیش ہی رمیش اسے تنکے کا سہارا نظر آتا تھا۔ جس پر اس کی زندگی کا سب دار و مدار تھا۔

کملا۔ کافی دیر دروازے کی دہلیز پکڑے خاموش من کے گھوڑے دوڑاتی رہی۔ کبھی کبھی انجن کی بھک بھک سن کر ارد گرد دیکھنے لگ جاتی۔ تو سا گاؤں کے بنے ہوئے جہاز کا شور و شر دیکھتے دیکھتے آنکھیں بند کر لیتی۔

انجن کی زیادہ بھک بھک سن کر رمیش بھی جاگ اٹھا۔ مگر کملا کو کمرے میں نہ دیکھ کر دروازے پر آیا۔ کملا نے متحیر ہو کر اپنا گھونگھٹ آگے سے بھی زیادہ کھینچ لیا۔ خبر نہیں کیوں؟ آج وہ ـــــ چھپانے کی کوشش کرنے لگی۔

"کملا! کیا تم ہاتھ منہ دھو چکی ہو؟"

اس سوال کا جواب کملا نے کچھ بھی نہ دیا مگر دوسری طرف منہ پھیر کر سر ہلا کر اشارہ

کر دیا جس کا مطلب تھا کہ ابھی نہیں ہے۔

"اب وقت ہو گیا ہے۔ اس لئے تیار ہو جاؤ۔"

کملا نے اب کے بھی کچھ جواب نہ دیا۔ صرف ایک دھوتی لے کر غسل خانے میں چلی گئی۔ رمیش کے الفاظ کملا کو بالکل غیر ضروری اور فضول سے معلوم ہوئے جس میں وہ اپنی بے عزتی خیال کرنے لگی۔ رمیش کی یگانگت کی صرف تھوڑی دور تک تھی۔ کملا نے محسوس کیا کہ مجھے آج تک شرم کرنا کسی نے نہیں سکھایا تھا۔ نہ ہی مجھے معلوم تھا کہ گھونگھٹ کن حالتوں میں نکالا جاتا ہے۔ مگر آج رمیش کے سامنے آتے ہی مجھے کیوں بلا وجہ حیا و شرم نے گھیر لیا۔

نہا دھو کر جب کملا اپنے کمرے میں آ بیٹھی۔ اس وقت اسے شانہ پر پڑے ہوئے انچل کے کونے میں بندھا ہوا چابیوں کا گچھا دیکھ کر رمیش کے دئے ہوئے کیش بکس کی یاد آ گئی۔ جس کو پا کر کل تک وہ بہت خوشی محسوس کر رہی تھی۔ آج اسی بکس کو دیکھ کر کملا کے دل میں کسی قسم کی خوشی کا احساس نہ ہوا۔ آج اسی بکس کو وہ رمیش کی امانت خیال کرنے لگی۔ جسے وہ جلد از جلد سبکدوش ہونا چاہتی تھی۔

رمیش نے کمرے میں داخل ہوتے ہی پوچھا۔ "بکس کھول کر جیب چاپ کیوں بیٹھی ہو" کیش بکس کھول کر کہنے لگی "یہ تو اپنا بکس ہے۔"

"میں اسے لے کر کیا کروں گا؟"

"آپ کو جتنی ضرورت ہو اتنی ضرورت کی چیزیں منگا دا دیں۔"

"کیا مجھے ضرورت ہے اور تمہیں نہیں؟"

"سر نیچا کر کے۔ روپے کی مجھے کیا ضرورت ہے؟"

ہنس کر "سمجھدار روپے پیسے کی بھی کسی کو ضرورت نہیں ہوتی اور جو میں دے چکا ہوں واپس کیوں لوں؟"

کوئی جواب نہ دے کر بکس زمین پر رکھ دیا۔

کملا کیا کہانی پوری نہ ہونے کی وجہ سے ناراض ہو گئی؟ ٹھیک ٹھیک کہو۔

اتنی سی بات پر غصہ ؟"

"آپ سے بھلا غصہ کسی نے کیا ہے ؟"

"اگر تم نے غصہ نہیں کیا تو کیش بکس کو پاس ہی رکھ [illegible]

نہیں ہو ۔ ـــــــــــ "

"نہیں ! کیش بکس آپ کو ہی رکھنا پڑے گا ۔ آپ کی چیز [illegible]

"میری چیز تو نہیں دی ہوئی ۔ چیز لینے سے دوسرے [illegible]

جو میں بننا نہیں چاہتا ۔"

ہیش کی اس بات کو سن کر کملا کو بے ساختہ ہنسی آگئی [illegible]

آج تک نہیں سنا کہ دی ہوئی چیز واپس لینے والا جر جری [illegible]

"دوسری کی زبانی کیوں کر سن سکتی ہو ۔ اگر کبھی کوئی [illegible]

پوچھ کر سچ جھوٹ کا فیصلہ کر لیتی تو پتہ لگ جاتا ۔"

کملا صلح کا پہلو اختیار کرتے ہوئے سنجیدگی اور پریم سے بولی ۔

"اچھا مذاق چھوڑو ۔ سچ کہو ۔ آپ نے کبھی بھوت دیکھا ہے ؟"

"سچ مچ کا تو نہیں دیکھا ۔ مگر اس قسم کے اور کئی بھوت ضرور دیکھے ہیں ۔

کہو ؟ امیش تو کہتا ہے ـــــــــــ

امیش کون ؟

وہی لڑکا جو ہمارے ساتھ جا رہا ہے ۔ اس نے بھوت دیکھا ہوا ہے ۔

اتنے میں جہاز چل پڑا ۔ ابھی تھوڑی دور ہی گیا تھا ۔ کہ ایک شخص سر پر ٹوکری رکھے تھا دریا کے کنارے کنارے دوڑتا نظر آیا ۔ اور ہاتھ ہلا ہلا کر جہاز کی طرف دوڑ کر کوشش کرنے لگا ۔ مگر جہاز والوں نے کوئی پروا نہ کی ۔ پھر وہی شخص رحمانہ انداز سے ریش کی طرف دیکھ کر کہنے لگا ۔

ہیش نے سمجھا یہ بچے جہاز کا ٹکٹ کلکٹر سمجھ رہا ہے ۔ اس لئے اس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اشارہ سے کہہ دیا ۔ مجھے کوئی حق جہاز کے ٹھہرانے کا نہیں ہے ۔

[illegible] "یہی تو امیش ہے۔ اسے چھوڑ مت جائیں کسی طرح ضرور جہاز
[illegible] بے چارہ کدھر جائے گا؟"
[illegible] جہاز کیوں ٹھہرائیں گے؟"
[illegible] سے ———— کہنے لگی "نہیں نہیں! تم ضرور کوشش
[illegible] کنارہ ابھی پاس ہی ہے۔"
[illegible] انکے کپتان سے ٹھہرانے کی سفارش کی۔
[illegible] اصول کے سراسر برخلاف ہے۔"
[illegible] نے چھرا [illegible] کہا "ہر ممکن طریقہ ضرور جہاز ٹھہرا لیں۔ میں امیش کو چھوڑ نہیں سکتی"
[illegible] قانون کی خلاف ورزی کا آسان طریقہ اختیار کرنا چاہا۔ چنانچہ اقدام کے
[illegible] ہی جہاز ٹھہرا دیا گیا۔ اور امیش کو چڑھا کر ڈانٹنے لگا۔ مگر امیش نے کوئی پرواہ نہ کی
ٹوکری کملا کے پاس رکھ کر ہنسنے لگا۔

کملا کے دل سے اب تک افسوس دور نہ ہوا تھا غصے میں بولی "ہنستے ہوئے شرم تو نہیں آتی۔ اگر جہاز نہ ٹھہرا جاتا تو کیا کرتا۔ چھٹی کا دودھ یاد آجاتا۔"

امیش نے کملا کے غصے کا کوئی جواب نہ دیا۔ ٹوکری سے ڈھکنا اٹھایا تو نیچے کیلے کا ایک گچھا۔ کچھ ساگ اور بینگن وغیرہ پڑے ہوئے تھے۔

کملا نے پوچھا "یہ سب کچھ کہاں سے لائے ہو؟"

"کل میں نے ایک کھیت میں بہت سی ترکاری لگی دیکھی تھی۔ اس لئے آج صبح ہی جہاز کی روانگی سے پہلے اس جگہ پہنچ کر ———— !"

"کسی سے اجازت بھی نہ لی۔؟"

امیش۔ غضبناک ہو کر۔ "غیر کے کھیت سے تو چوری کیوں کر لایا ہے۔"

"چوری کیسی۔ وہاں تو بہت سی تھی۔ میں نے بھی تھوڑی سی لی۔ تو کیا حرج ہو گیا ہے۔"

"کمبخت کہیں کا کیا تھوڑے سے لانے میں چوری نہیں ہوتی۔ جا جہاں سے لایا

ہے۔ پھینک آ۔ امیش نے آنکھوں نگاہوں سے کملا کی طرف دیکھا۔ ...
نہایت ہی لذیذ بنا کرتی ہیں۔"
رمیش نے اور بھی ناراض ہو کہا "جاؤ ان کو کہیں پھینک دو۔ ...
دوں گا۔"
امیش نے یہ سن کر کملا کے چہرے پر نظر ڈالی جس نے اشارہ کر کے ... میں بھیج دیا۔
کملا یہ بڑی بری بات ہے جو تم اس بچے کو حوصلہ دے رہی ہو۔"
امیش اپنے کمرے میں خط لکھنے چلا گیا۔ کملا نے باہر جھانک کر دیکھا۔ تو امیش رسوئی خانہ کے پاس چپ چاپ بیٹھا ہے۔ سیکنڈ کلاس کا مسافر کوئی نہیں تھا۔ کملا نے امیش کے پاس جا کر پوچھا "ترکاریاں پھینک چکے ہو؟"
"نہیں اماں پھینکتا کیوں سب اسی رسوئی خانہ میں رکھی ہیں۔"
"یہ تم نے بہت برا کام تھا۔ اب پھر کبھی نہ کرنا۔"
یہ کہہ کر کملا کمرے میں چلی گئی۔ اور چاقو سے ترکاری وغیرہ کاٹ کھانے پکانے لگی اس دن رمیش کو بھی کچھ لذت بہت زیادہ آئی جس کی وجہ سے وہ بھی باتوں باتوں میں ہی بہت کھا گیا۔
جب کملا اور رمیش کھانا کھا چکے۔ تو رمیش بابو باہر تختہ پر آ کھڑے ہوئے دور تک ایک سمت کو پانی کی لکیر چلی آتی تھی۔ اور دونوں کناروں پر دھان کے کھیت چاند کی پرسکون چاندنی میں جھوم جھوم کر آپس میں سرگوشیاں کر رہے تھے۔ پاس ہی جہاز کا دفتر تھا۔ جس میں ایک نحیف کمزور کلرک کرسی پر بیٹھا حساب کتاب دیکھ رہا تھا۔ رمیش نے یہ دیکھ کر ایک گہرا سانس لیا۔ اور سوچنے لگا کیا ہی اچھا ہوتا۔
کاش میں بھی اس کلرک کی طرح نہایت بے فکر اس زندگی میں کہیں حساب کتاب کی کڑی نظروں میں جکڑا ——— حساب لکھتا ———
کام کرتا۔ افسران کی دھمکیاں برداشت کرتا کام ختم کر کے جب گھر پہنچا تو آرام ———

بہت دیر سے جہاز کا ڈنڈا پکڑے کھڑی تھی۔ مگر رمیش اپنے خیال میں اس قدر [illegible] تھا کہ پتہ ہی نہ لگا۔ کملا نے سوچا تھا۔ شام کو ضرور رمیش مجھے بلائے گا۔ مگر جب [illegible] کام ختم کر چکی۔ پھر بھی رمیش نے اس کی سدھ نہ لی۔ تو وہ خود ہی آہستہ آہستہ چل کر رمیش کے پاس پہنچ گئی۔ مگر رمیش کے پاس جانے کی اسے ہمت نہ پڑی رمیش کے چہرے پر چاند کی کرنیں دلفریب رقص کر رہی تھیں۔ جیسے بہت دور ہٹ ـــــ بہت دور اور کملا کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ اپنے خیال میں ڈوبی یتیم لڑکی منہ پر انگلی رکھے۔ چپ چاپ کھڑی رہی۔

رمیش نے جب دونوں ہاتھ سر پر پھیرے تو کملا آہستہ آہستہ اس کے کمرے کی طرف گئی۔ تاکہ رمیش کو آواز نہ آئے۔ رمیش کی خواب گاہ بالکل سونی پڑی تھی ـــــ داخل ہوتے ہی اس کے دل میں غم کا درد محسوس ہونے لگا۔ اس نے اپنے آپ کو اکیلا خیال کیا۔ پھر سوچنے لگی۔ وہ کہاں جائے گی۔ کسی جگہ بیٹھ کر وہ سمجھے گی کہ یہ میری اپنی جگہ ہے۔

کمرے میں جھانک کر بیچاری باہر آگئی۔ مگر راستے میں رمیش کا چھاتہ اس سے ٹرنک پر گر پڑا۔ جس کی آواز سے رمیش نے چونک کر اپنا سر اٹھایا تو کملا کو اپنی خوابگاہ میں کھڑے پایا۔ تو کہنے لگا۔ کملا کیوں؟ اس وقت تک نیند کیوں نہیں آئی۔ کیا ڈر محسوس کرتی ہو؟ اچھا میں اب باہر نہ بیٹھوں گا ـــــ

اس پاس والے کمرے میں سو رہو۔ بیچ کا دروازہ کھلا رہنے دینا۔"

(جھنجھلا کر) میں نہیں ڈرتی۔ یہ کہہ کر جلدی سے اندھیرے کمرے میں چلی گئی۔ اور رمیش کا درمیانی دروازہ بھی بند کر دیا۔ جو رمیش نے کھلا رہنے کو کہا تھا۔

بستر پر چادر سے منہ لپیٹ لیا ـــــ

اس کا دل اس وقت بھر رہا تھا۔ سوچنے لگی۔ جہاں آزادی نہیں وہاں سکھ کیسے مل سکتا ہے۔ رات کروٹیں بدلتے گذارنے لگی۔

پاس کے کمرے میں امیش سو رہا تھا۔ کملا آہستہ آہستہ بستر سے اٹھ کر باہر چلی گئی جھونپڑی کے پائیدان پر کھڑے ہو کر چاندنی کا نظارہ دیکھنے لگی۔ سامنے کھیتوں میں پگ ڈنڈی دیکھ کر کملا اپنے من ہی من کہنے لگی۔ اسی راستہ میں کئی لڑکیاں روزانہ پانی بھر کر گھرے جاتی ہوں گی لفظ۔ زبان پر آتے ہی اس کے جسم میں کپکپی سی پیدا ہو گئی۔ سوچنے لگی ایک چھوٹا سا گھر ہو ——— مگر وہ کہے کہاں ؟ ——— دریا کے سنسان کنارے پر چاند اپنی آخری کرن ڈال کر غروب ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔ دور دور تک خاموشی بالکل سنسان ——— مکانوں کی وسیع اور لا محدود قطار چلی جاتی تھی۔ غریب لا مکان ——— کے لئے یہ سب وسعت بے حد غیر ضروری ——— ——— اسے تو صرف ایک گھر کی ضرورت تھی جس میں رہ کر وہ اپنے آپ کو محفوظ سمجھ سکے۔

کملا یکایک تھوڑے فاصلے پر ایک انسانی سائے کا گمان کر کے خوف سے چونک اٹھی عین اسی وقت امیش نے کہا ماں گھبرائیں مت میں ہوں۔ ——— رات تو بہت گذر گئی ہے مگر آپ ابھی تک سوئی کیوں نہیں ؟

اتنی دیر سے جس دل کو سمجھا سمجھا کر باندھ رکھا تھا۔ اس کا بند ٹوٹ گیا۔ آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب بہہ نکلا۔ کملا نے امیش کی طرف سے منہ موڑ لیا۔ آج ایک غریب آوارہ لڑکے کے منہ سے محبت بھرے ہمدردانہ الفاظ سن کر کملا اپنے کمزور زخمی درد مند دل کو نہ روک سکی۔ آنکھوں سے آنسوؤں کا تار بندھ گیا۔ کملا کچھ کہنا چاہتی تھی۔ مگر زبان نے اجازت نہ دی الفاظ گلے میں آ کر رک گئے۔ یہ حالت انتہائی غم کی تھی۔

امیش اس نظارے کی تاب نہ لا سکا۔ سوچنے لگا کیونکر تسلی دوں۔ آخر بات کا رخ بدلنے کی خاطر یکایک بول اٹھا ماں! آپ نے جو روپے اس وقت دئے تھے۔ ان سے صرف سات آنے بچے ہیں۔"

کملا نے محبت آمیز لہجہ سے ہنس کر کہا۔ اچھا وہ اپنے پاس ہی رہنے دو۔ اور جا کر سو رہو۔ یہ کہہ کر کملا بھی اپنے بستر پر سونے کے لئے چلی گئی اور جاتے ہی ایسی مدہوش

ہوئی۔ کہ سورج چڑھے تک پڑی سوتی رہی۔

جب دن کافی چڑھ آیا۔ تو اس وقت تکان سے چور چور کملا بیدار ہوئی۔ آج وہ اپنی تھکاوٹ سے۔ اپنے گرد کی بھی ہر ایک چیز میں سستی محسوس کرنے لگی۔

رمیش جس وقت اسے کام میں مدد کرانے آیا۔ تو کملا نے کہا

"آج مجھے تنگ نہ کر امداد کی ضرورت نہیں"

رمیش اس ذرا سی بات سے بھلا کب ڈرنے والا تھا۔ بولا! ماں! تنگ تو نہیں میں تو آپکے کام میں ہاتھ بٹانے آیا ہوں۔ لاؤ مصالحہ میں پیس دوں۔

رمیش نے کملا کا چہرہ صبح ہی مغموم اور کچھ اترا ہوا دیکھ کر پوچھا۔ "کملا کیا تمہاری طبیعت کچھ خراب ہے" کملا نے اس سوال کو غیر ضروری سمجھتے ہوئے گردن ہلا دی اور جلدی سے رسوئی میں چلی گئی۔ رمیش سوچنے لگا۔ اب دن بدن حالت خراب سے خراب تر ہوتی جا رہی ہے۔ اس لئے جلدی ہو اس کا تدارک ہو جانا چاہئے۔ میں نانی سے فیصلہ کر کے اس جھگڑے کو اب نپٹا کر ہی ہوں گا۔

آخر بہت سوچ و چار کے بعد میں نانی کو خط لکھنا شروع کیا۔ کہ ایک آواز نے چونکا دیا۔

"مہاشے آپ کا کیا نام ہے؟" رمیش نے منہ پھیر کر دیکھا۔ تو ایک عمر رسیدہ شریف شخص کو سامنے کھڑا پایا۔ خط لکھنے کا خیال اس وقت ترک کر کے اس کے منہ کی طرف دیکھنے لگا۔ نمستے کہہ کر۔ آپ نام ہی رمیش بابو ہے۔ اور کاست برہمن یہ کہہ کر وہ کہنے لگا۔ اگر نام کی دریافتی سے آپ ناراض ہیں۔ تو اس کے بدلے مجھے میرا نام چھوڑ باپ اور دادا کا نام بھی دریافت کر سکتے ہیں۔ مجھے اس میں ہرگز گریز نہیں۔ آج کل کے لڑکے اکثر نام پوچھنے پر ناراض ہو جایا کرتے ہیں۔

رمیش ہنس کر میں اس قدر نئی تہذیب کا دلدادہ نہیں بے فکر رہیں۔ ہاں مجھے صرف اپنی واقفیت کی خاطر تھوڑا نام بتا دیں۔ تو میں بہت خوش ہو جاؤں گا۔

والدین نے تو میرا نام ترلوک چکرورتی رکھا ہے۔ مگر جہاں سب لوگ مجھے چاچا کہہ

کر پکارتے ہیں جس طرح پرانے زمانے میں مہاراجہ بھرت چکرورتی راجہ کہلاتے تھے اسی طرح آج کل میں بھی اس دیش میں چکرورتی چچا کے نام سے یاد کیا جاتا ہوں۔ ہاں! آپ کہاں جا رہے ہیں؟

"تا حال کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"مقام کا فیصلہ کئے بغیر ہی جہاز پر سوار ہونے میں آپ نے خوب مردانگی دکھائی ہے"

"بات یہ ہے۔ کہ ایک دن گواا میں اتر کر میں نے دیکھا کہ جہاز جانے کو بالکل تیار ہے۔ تب میں نے سوچا بیٹھ تو چلو پھر کہیں اترنے کا فیصلہ کر لوں گا۔ یہ سوچ کر جہاز پر سوار ہو گیا۔"

"خوب بہت خوب مہاشے آپ کی طبیعت بھی کچھ عجیب سی واقع ہوئی ہے۔ بلا ارادہ جہاز پر سوار ہو گئے۔ نہ اپنی منزل مقصود کا پتہ نہ جہاز کا کہیں منتقل ٹھکانا گیا آپ کی بیوی بھی ساتھ ہے۔"

ہاں کہتے کہتے رک گیا۔ ان کی خاموشی سے فائدہ اٹھا کر چکرورتی جی پھر بولے۔

"برہمن دیوتا معاف کریں۔ میں نے آپ کو ملنے سے پیشتر ہی یہ معلوم کر لیا تھا۔ کہ آپ کی بیوی بھی ہمراہ ہے میں بہو کو کھانا پکاتے دیکھ آیا ہوں کیونکہ مجھے۔۔۔ بھوک نے بہت تنگ کر رکھا تھا۔ میں نے جاتے ہی کہا۔ بہو مجھ سے نہ شرماؤ۔ میں اس دیش میں چکرورتی چاچا ہوں۔ بابو جی دیوی ساکشات ان پورنا کا اوتار ہیں مجھے یقین تھا۔ جب ان جیسی دیوی رسوئی کی مالک ہے۔ تو یہ چکرورتی چاچا بھی بھوکا نہیں رہ سکتا ہاں آپ جو کچھ لکھنا چاہتے تھے۔ لکھیں میں جا کر رسوئی میں بہو کی مدد کرتا ہوں۔ بھلا میری موجودگی میں ملائم ہاتھوں سے انہیں پتیلی اٹھاتے نہیں دیکھ سکتا۔ یہ کہہ کر وہ رسوئی خانے میں چلا گیا۔ راستہ میں کھانے کی خوشبو سے مست ہو کر جھومنے لگا۔

کملا نے دیکھتے ہنس کر کہا۔ "مجھے کھانا پکانے کا طریقہ سکھا دیں"

"بھلا تم سوچ نہیں سکتی کہ تعلیم بھی کبھی ایک دن میں دی جا سکتی ہے۔ اگر اس طرح میں علم کو سکنڈوں میں جاننے لگ جاؤں۔ تو سرسوتی ماتا ضرور مجھ سے ناراض ہو جائے گی

اگر تم کچھ سیکھنا چاہتی ہو تو چند یوم اس بوڑھے چچا کی خوشامد کرنی پڑے گی۔ پھر کچھ آئے گا۔ میں کس طرح خوش ہوتا ہوں۔ یہ تم خود بخود سمجھ جاؤ گی۔ نہیں تو میں کہہ دیتا ہوں۔

ہاں میں کچھ عام لوگوں سے زیادہ کھاتا ہوں۔ جس میں سپاری کے ٹکڑے بھی ہوا کرتے ہیں۔ مجھے بس میں کرنا آسان نہ تھا۔ مگر تمہاری بھولی بھالی صورت نے اس کام کو آسان کر دیا ہے۔ (امیش کی طرف دیکھ کر) کیوں رے لڑکے! تمہارا کیا نام ہے؟

امیش نے کوئی جواب نہ دیا کیونکہ وہ اس کی باتیں سن کر ناراض ہو رہا تھا۔

کملا نے امیش کو خاموش دیکھ کر کہا "اس کا نام امیش ہے۔"

یہ لڑکا بھی عجیب ہے۔ اچھا جانے دیں۔ اور مل کر جلدی جلدی کھانا تیار کریں کیونکہ مجھے سخت بھوک لگی ہے۔

کملا کی خواہش تھی۔ کہ کام کاج کے بعد دوپہر کو وہ چکرورتی کے ساتھ تنہا بیٹھ کر اپنا دکھڑا بیان کرے گی۔ یہ سوچ کر وہ دروازے کے پاس جا کھڑی ہوئی۔

"نہیں نہیں بیٹی میں یہ ہرگز پسند نہیں کرتا۔"

کملا اس کی اس ناپسندگی کو بالکل نہ سمجھ سکی وہ حیران ہو کر دیکھنے لگی۔ تو!

چکرورتی چاچا نے رمیش سے کہنا شروع کیا۔ رمیش بابو آپ نے انہیں جوتا پہنا کر اچھا نہیں کیا۔ کیا مہربانی کر کے ہمارے دیس کی پوتر زمین کو ان جوتے پہننے والی استریوں سے بچاؤ۔ آپ نے پڑھا ہو گا۔ رام جی سیتا کو جوتا پہنا کر ساتھ نہیں لے گئے تھے۔ لو جی آپ تو میری باتوں سے منہ بنانے لگے۔ ہنستے رہو۔ آپ آزاد خیال ہیں جو بغیر سوچے جہاز پر سوار ہو جاتے ہیں۔ مگر منزل مقصود کو دوسرے دن بھی نہیں مقرر کرتے۔

اچھا چچا۔ تم ہی ہمارے جانے کا مقام طے کرو۔ آپ کی رائے پر عمل کروں گا۔

بس بابو جی اب عقل ٹھکانے آنے لگی۔ اگر آپ کی خواہش ہو تو غازی پور چلے چلو وہاں بھی آپ کا داس بوڑھا بھگت چکرورتی چچا رہتا ہے۔ وہاں گلاب کے پھولوں سے لدے ہوئے کھیتوں کے کھیت کھڑے ہیں۔ یہ بہار نہایت ہنسنے والا ہے۔"

کملا کے منہ کو دیکھ کر کیا صلاح۔ کملا نے گردن جھکالی۔ جواب کچھ بھی نہ دیا۔
دوپہر کے وقت جہاز پھر روانہ ہوا۔ موسم سرما کی میٹھی میٹھی دھوپ میں دھان کے
کھیت دور تک لہلاتے ہوئے نظر آتے تھے۔ پاس کے کمرے میں کملا کبھی کبھی
دبی ہوئی ہنسی ہنس کر رمیش کی توجہ منتشر کر دیتی تھی۔ اس وقت اس کے سینے
میں ایک پُر لطف سی سرسراہٹ سی محسوس ہو کر رہ جاتی۔ جس سے رمیش کے دکھ
بھرے دل میں چوٹ سی لگا کرتی۔ دور بیٹھی ہوئی نلنی یاد آ رہی تھی۔

باب ۸

غازی پور

کلی اس وقت تک کلی ہی کہلاتی ہے۔ جب تک اسے سورج کی گرمی کھلا نہیں
دیتی۔ یہی حالت اس وقت کملا کمسن کملا کی تھی۔ کسی قسم کے شک و شبہ کا بار بھی وہ
اپنے دل پر لینے کو تیار نہ تھی۔ رمیش کے متعلق کچھ اسے سوچنے کا وقت بھی نہیں ملا
تھا۔ بہتا پانی یہاں رک جاتا ہے۔ وہاں بہت سی بیل جم جاتی ہے
اسی طرح کملا کے دل سوتا کا باآرام بہنے والا پانی رمیش کے سلوک سے ایک جگہ ٹھہر گیا۔
وہ اسی کھمن گھر میں جگر لگا رہی تھی۔ بوڑھے چکر دستی چاچا سے
ہنسی مذاق کھانا پکانا دل لگی آنکھ مچولی ان تمام باتوں نے کملا کا دل کنول کی طرح
کھلا دیا تھا۔ درمیان میں جو دوری کی دیوار حائل ہو گئی تھی۔ وہ مسمار ہو گئی۔ موسم بہار
کے خوبصورت دنوں میں ساحل دریا پر دلکش اور خوشنما مناظر اور بھی دلچسپی کا باعث بن
گئے۔ اور انہیں خوبصورت ایام میں کملا کی داستان حیات پر ورق اس طرح الٹے
جا رہے تھے۔ جیسے کسی حسین تصویر کے اوپر سے سرمئی پردہ اٹھ رہا ہو۔
آہستہ آہستہ خوشی کے دنوں کی ابتدا ہوئی۔ اور رمیش اپنی ندامت [illegible] کو ئی

غلطی نہ کرتا۔ ایک شام کے وقت رمیش نے کملا سے دریافت کیا۔
مجھے شک ہے کہ ادمیش سبزی وغیرہ جو لاتا ہے۔ اس کی یہ عادت کڑوی بیل کی طرح ترقی کر رہی ہے۔ میرے خیال میں وہ پیسے بھی چراتا ہے۔

رمیش نے ادمیش کو آواز دی۔ وہ حاضر ہوا تو دریافت کیا۔
"آج کا حساب دو۔"

ادمیش چالاک بچہ ہوا تھا۔ اس نے جو حساب دیا وہ رمیش کے حساب سے بالکل برعکس تھا۔ خرچ کچھ ہوا تھا۔ اس نے کچھ اور ہی بتا دیا۔

رمیش کی آنکھیں خون کبوتر ہو گئیں۔ اس نے بلند آواز میں کہا "یہ حساب غلط ہے"

مگر ادمیش بالکل نہیں گھبرایا۔ بلکہ سنجیدگی سے بولا "اگر میرا حساب درست ہو سکے۔ تو کسی جگہ اکوئنٹنٹ نہ ہو جاؤں۔ کیوں بھا جی؟"

چکرورتی مہاشہ نے رمیش کی طرف دیکھ کر کہا "اگر آپ کھانا کھانے کے بعد حساب لیں تو ممکن ہو سکتا ہے سوچ کر درست بتا سکے۔"

"آپ اچھا نہیں کر رہے۔ اس سے اس کا حوصلہ اور بڑھ جائے گا۔"

"ابھی بچہ ہے اس لئے اس کا حوصلہ بڑھانا ہی لازمی معلوم ہوتا ہے۔"

روزانہ اسی طرح محبت الفت اور پریم کی باتیں ہوتیں۔ رمیش جتنی سختی استعمال کرتا۔ کملا اتنی ہی نرمی سے کام لیتی۔

چند دنوں سے رمیش کملا کو سست دیکھ رہا تھا۔ اگرچہ چکرورتی مہاشہ کے ملنے پر سب کا کافی وقت ہنسی مذاق میں تمام ہوتا تھا۔ مگر پھر بھی کبھی کبھی اکانت میں کملا کے چہرے پر تشویش اور غمی کے آثار نمایاں ہو اٹھتے تھے۔ وہ ہجوم یاس میں کھو سی جاتی ہے۔

دوسری طرف رمیش کی حالت بالکل اسی جہاز کی طرح تھی جس کے گرد کئی چھوٹی چھوٹی کشتیاں بندھی ہوں اور کسی ایک کشتی کی زنجیر ٹوٹ جائے تمام کشتیاں کنارے پہ پہنچ

جائیں اور وہ دیکھتا ہی رہے۔

صبح کا وقت تھا۔ آسمان ابر آلودہ ہونے کی وجہ سے کچھ گہرا ہو گیا تھا۔ اور کبھی کبھی ٹھہر ٹھہر کر بارش ہو رہی تھی۔ اور ساتھ ہی کچھ دیر بعد دھوپ بھی نکل آتی تھی۔ گنگا کے شفاف پانی پر آج کشتیاں بھی نظر آتی تھی۔ جو ایک دو تھیں۔ بھی وہ بھی شاید بھول کر وسط میں آگئی تھی۔ اس بوندا باندی کی وجہ سے آج نوجوان حسین لڑکیاں بھی زیادہ دیر گھاٹ پر نہ ٹھہر سکتی تھی۔ اور انہیں گپ شپ کا موقعہ کم مل رہا تھا۔ ان کے شفاف پانی پر ابر کے ٹکڑوں سے چھن چھن کر سورج کی جو کرنیں آتی۔ ان سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سطح آب سے سانپ اٹھ اٹھ کر ادھر کو آ رہے ہیں۔

چکرورتی نے کہا۔

"کملا آج دونوں وقتوں کا کھانا تیار کر لو۔"

"جیسے آپ کہیں وہی کروں گی۔"

سب نے کھانا کھایا۔ ابھی کھانا کھا ہی رہے تھے کہ آندھی کا وہ طوفان نمودار ہوا۔ کہ الاماں۔ پھر بادل خوب زور سے برسا۔ اور یہ سماں کافی مدت تک رہا۔ آفتاب کب غروب ہوا۔ اس کا اندازہ بھی کوئی نہیں لگا سکا۔

سٹیمر نے لنگر ڈال دیئے۔

شام ہوئی سورج غروب ہو گیا۔ چاند نکل آیا۔ مگر مطلع ابھی تک صاف نہ ہوا تھا۔ ابر کے ٹکڑے رہ رہ کر ایک دوشیزہ کے آنچل کی طرح اس کے چہرے کو ڈھک لیتے تھے۔ کہیں سے پھر یک دم بادل امنڈ آئے۔ آسمان سیاہ ہو گیا۔ موسلا دھار بارش ہوئی۔

جہاز ڈولنے لگا۔ کیونکہ کملا ایک بار پہلے پانی میں ڈوب چکی تھی۔ اس لئے اسے ڈر محسوس ہو رہا تھا۔ مبادہ جہاز ڈوب جائے ——— کیسے خوفناک خیال تھے جو اس کے دل میں آ رہے تھے۔ آخر رمیش نے آ کر اسے تسلی دلائی

اور کہا۔

"جہاز میں کوئی فکر نہیں۔ اس طرح کی معمولی بارش آندھی اس کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتی اور میں ساتھ والے کمرے میں جاگ رہا ہوں تمہیں جس کس بات کا ہے اگر اگر ضرورت پڑے تو مجھے آواز دو۔"

کملا کو ان باتوں سے کچھ تسلی ہوئی؟۔ اس کا جواب ہم نہیں دے سکتے۔ مگر اس نے اسی وقت چکرورتی سے کہا۔ "بھا جی آپ اس کمرے میں میرے پاس آکر بیٹھیں"۔ مگر بوڑھے نے کچھ جھجکتے کہا۔ "وہ! تمہارے سونے کا وقت ہو چکا ہے"۔

کملا اور چکرورتی رمیش کے کمرہ میں گئے۔ دیکھا کہ وہ وہاں نہیں ہیں ——— اس قدر تیز بارش اور ہوا میں وہ کہاں گئے ؟ سیر کرنا تو اس کی عادت میں داخل نہیں ——— کملا سوچ رہی تھی۔

"وہ کون؟ چچا جی! میں تو یہاں موجود ہوں پاس والے کمرے میں"۔

بوڑھے نے جھانک کر دیکھا۔ رمیش لیٹے لیٹے ایک کتاب پڑھ رہا تھا ———

"رمیش بابو! بہو اکیلی خوف کھاتی ہے مگر آپ کتاب پڑھنے میں مشغول ہیں آؤ اس کمرہ میں"۔

کملا نے جلدی سے بوڑھے کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"——— نہیں نہیں!! یہ نہ کیجئے ——— کیونکہ بارش اور ہوا تیز تھی۔ اس لئے رمیش نے کچھ نہ سنا ——— چکرورتی بھی واپس لوٹ گئے

اب رمیش بھی اپنے خیال یکجا نہ کر سکا۔ اور کتاب رکھ کر اس کمرہ میں آیا۔ اور دریافت کیا "چچا جی کیا ہوا تھا؟ شاید کملا نے آپ کو ——— !"

کملا نگاہیں نیچے کئے ہوئے تھی۔ بول اٹھی "نہیں! ——— میں نے صرف ایک کہانی سننے کے لئے ان کو بلایا ہے۔"

نہیں! اس لفظ کے کئی معنے تھے۔ اور اگر کملا سے پوچھا بھی جاتا۔ تو بھی شاید وہ جواب نہ دے سکتی۔ اس کا مطلب تو صاف یہی تھا۔ کہ میں ڈر رہی ہوں اور

اس کو دور کرنے کے لیئے ان کو بلائی ہوں

"نہیں! اگر یہ خیال کریں۔ کہ مجھے ساتھی کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔" تو —————— "نہیں!"

تھوڑی دیر بعد۔ کملا نے چکرورتی کی طرف دیکھا اور کہا "رات کافی چلی گئی ہے آپ آرام کریں۔ مگر جاتے ہوئے ادمیش کی خبر لیتے جائیں۔ کہیں ڈر نہ رہا ہو۔"

دروازے کے باہر سے آواز آئی۔ "نہیں میں کسی سے نہیں ڈرتا!"

امیش منہ پیٹ کر کملا کے دروازے پر بیٹھا تھا۔ کملا کا دل بھر آیا۔ اس نے باہر آکر کہا۔ "کیوں ادمیش۔ تو پانی میں بھیگ رہا ہے! ارے بے وقوف چچا جی کے کمرہ میں سو رہ ———"

امیش بوڑھے کے ساتھ چلا گیا۔

جب سب چلے گئے تو رمیش نے کملا سے دریافت کیا "جب تک تمہیں نیند نہ آئے۔ میں قصہ سناؤں دلچسپ ہوگا۔"

"نہیں مجھے بہت نیند آئی ہے۔"

رمیش کملا کا مطلب سمجھ گیا۔ مگر اسے تنگ کرنا مناسب معلوم نہ ہوا اور کملا کے چہرے کی طرف دیکھتا ہوا اپنے کمرے میں چلا گیا۔ جو سایا ہوا ہو اسے ستانا واجب ہی نہیں ہوتا۔

کملا آرام کی نیند سو سکے۔ اس قسم کا اطمینان قلب اسے حاصل نہ تھا۔ مگر پھر بھی لیٹ گئی۔ بارش کے ساتھ ہی دریا کا پانی بھی تیز ہو رہا تھا۔ انجن گھر میں سارنگی کی آواز کی مانند گھنٹی بجنے لگی۔ پانی کے زبردست تھپیڑوں سے بچانے کے لئے جہاز لنگر ڈال رہا تھا۔

کملا کمرے کے باہر آکھڑی ہوئی۔ ایک لمحہ کے لئے بارش تھم گئی تھی۔ مگر ہوا نہایت تیزی سے زخمی جانور کی طرح چلاتی ہوئی زور زور سے دوڑی آتی تھی۔ بادل میں گھرا ہوا مشکل پکش کی چترڈشی کا چاند اپنی مدھم روشنی سے خاموش نظر آتا تھا

کنارہ نظر نہیں آتا تھا۔ تمام دریا پر ایک پردہ سا پڑا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ مگر پیچھے اور دور نزدیک ہر جانب ایک خوفناک طوفان دل ہلا دینے والی گڑگڑاہٹ عجیب و غریب ہیبتناک شکلیں ایک سیاہ دیو کی طرح جہاز سے ٹکرا کر سر پھوڑ رہی تھیں

اس وحشت خیز شب اور طوفانی دریا کا نظارہ دیکھتے دیکھتے کملا کے پُر درد سینہ میں ایک میٹھا درد ہو اٹھا۔ ایک ہل چل پیدا ہو گئی۔ ہل چل کی وجہ تو خوف ہو سکتا ہے۔ وہ وہ میٹھا درد کیسا تھا۔ اس کا اندازہ ناظرین خود ہی لگا لیں۔ شاید ایسے ہی خوفناک وقت میں آپ میں سے کسی ایک دل میں اس طرح کا درد اٹھا ہو۔

مگر کملا کے متعلق ہم کوئی بھی فیصلہ کن بات نہیں کہہ سکتے یہ خوفناک قیامت خیز شب جو ہر طرف سے بالکل آزاد تھی آ کر کملا کے سینے میں کسی خوابیدہ خیال کو بیدار کر دیا ہو۔ کملا چونک اٹھی۔ پھر یکایک اس کا دل مضطرب ہو گیا۔ دماغ کئی باتیں سوچنے لگا۔ پھر سے ایسا معلوم ہوا کہ دل پاش ہوا جاتا ہے۔

یہ بغاوت کیوں؟

کیا اس کا جواب اس طوفانی بدتمیزی سے حل کیا جا سکتا تھا؟

مگر نہیں۔

مگر یہ سب کچھ بھی تو کملا کے دل کی دھڑکن کی طرح پوشیدہ تھی کسی خاص ناقابل بیان۔ وہم سے پُر۔ غیر حل اور مشکل دماغی اختراع نے تاریکی کے اس اندر جال کو چاک کر کے نکل آنے کے لئے عالم کی بدمستی تیز کر دی تھی۔

اور اس بدحواسی سے ایسا محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے ہر جانب "نہیں" کی ایک نہ ختم ہونے والی صدا شامل ہو گئی ہے ——— اتنا زبردست مصمم انکار ——— مگر کون ہے اس کا بانی ——— یہ کہنا ذرا مشکل ہے

دوسرے روز ——— بادل کچھ تھم گیا تھا۔ مگر بالکل بند نہیں ہوا۔ جہاز کا لنگر اٹھا جائے یا نہ۔ اس کا مکمل فیصلہ ابھی تک نہ ہوا تھا۔ ملاح آسمان کی طرف

دیکھ رہے تھے۔

رمیش کو تلاش کرتے ہوئے چکرورتی جی کملا کے ہمراہ کمرہ میں داخل ہوئے دیکھا تو رمیش بچھونے پر آرام کر رہا تھا۔ چچا کو دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ چکرورتی نے حالت دیکھی تو گذشتہ شب کے واقعات ملا جلا کر سب سوچ لیا۔

"شاید آپ کل رات نہیں سوئے تھے"

رمیش جہاں دیدہ شخص تھا۔ اس کا جواب ٹال کر بولا

"بارش نے بھوپال میں دبا رکھا تھا آپ کو تمام رات کیسے نیند آئی"

"رمیش بابو آپ میری کسی بات پر خیال نہ کیجئے۔ میری گفتگو ہی کچھ اس قسم کی ہوتی ہے۔ بوڑھا ہو چکا ہوں۔ مجھے آج تک سینکڑوں پر اسرار واقعات پر غور کرنا پڑا ہے۔ اور ان میں سے کافی میرے دماغ نے سمجھا بھی ہے۔ لیکن باوجود ان سب باتوں کے آپ میرے لئے ایک عجیب معمہ بن رہے ہیں"

لمحہ کے لئے رمیش کا چہرہ سرخ ہو گیا مگر بعد میں اپنے آپ کو سنبھال کر مسکرایا اور پھر سنجیدگی سے بولا۔

"اگر میں واقعی ہی آپ کے لئے ایک معمہ ہوں۔ تو کوئی حرج کی بات نہیں ایک بوڑھے کے لئے کسی زبان کا قاعدہ پڑھنا نہایت مشکل ہے۔ مگر یہی کام ایک کم سن بچہ خوبی سے انجام دے سکتا ہے۔ جسے آپ تحمیل نہیں سمجھ رکھا ہے آپ خیال نہ کریں جس حرف کو آپ نہیں پہچان سکے صرف اس کے دیکھتے رہنے سے ہی آپ نہیں پہچان سکے

اپنے ان خیالات کو منتشر کیجئے۔"

"جس کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں اس کو سمجھنا یا نہ سمجھنا یکساں ہے۔ مگر یہ الفاظ سمجھ نہ سکے۔ اور یہ چیز آدمی کی سمجھ میں ہے جن کو دیکھتے ہی الفت پیدا ہو جاتا ہے کوئی جیسے جنم کا رشتہ عشق دونوں کو ایک کر دیتا ہے۔ اور خود بخود ہمدردی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ تمہیں ماننا ہی پڑے گا۔

اگر آپ یہ تسلیم نہ کریں۔ تو میں اسے انسان تصور ہی نہیں کرتا۔ میری ان باتوں پر صرف ناراض ہونے سے کام نہیں چلے گا۔ بلکہ سوچ سمجھ کر جواب دینا ہوگا۔ اس پشتوں کو نہیں سمجھ سکا یہ

"سب کچھ سمجھتا ہوں۔ اسی وجہ سے تو جنڈال گرودھ کے نزدیک آنے نہیں دیا مگر گردھ ہو یا نہ ہو۔ آپ کو رنج ہو یا خوشی۔ یہ پشتو پشتو ہی رہے گی۔ قدرت کو یہی منظور ہے۔ ـــــ " رمیش نے ایک آہ سرد کھینچی۔

اس گفتگو کے درمیان میں رمیش سوچتا رہا کہ غازی پور جانا چاہیے؟ یا نہیں پیشتر خیال کیا تھا۔ کہ غیر جگہ میں رہنے کے لیے بوڑھے کی پہچان کام آئے گی۔ مگر اب خیال آیا۔ پہچان میں دقت بھی ہے۔ کملا کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ اس کا چرچا اگر کیا گیا۔ تو کملا کے لیے بہت مشکل کا سامنا ہوگا۔

جہاں کوئی سوال کرنے والا نہ ہو ایسے مقام پر قدم کرنا مناسب ہے غازی پور پہنچنے سے پہلے ہی رمیش نے کہا "وکالت کے لیے غازی پور اچھا مقام نہیں اس لیے میں بنارس جانا چاہتا ہوں۔ رمیش کی باتوں میں استقلال دیکھ کر بوڑھے نے کہا "بار بار ایسی تبدیلی مناسب نہیں۔ کیا یہ آخری فیصلہ ہے۔ یا اب بھی پھرنا ہے۔ کیا آپ ضرور بنارس جائیں گے" ـــــ "ہاں!"

چکرورتی نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور خاموش اپنا اسباب باندھنے چلے گئے۔

"کملا کمرے میں داخل ہوئی اور بولی چچا جی کیا آپ مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں اب نہیں بولیں گے لڑائی ہو گئی۔ ـــــ"

"لڑائی تو ہر وقت پر ہوتی ہے۔ مگر میں کبھی فتح یاب نہیں ہو سکتا۔ آج آپ مجھ سے الگ کیوں پھر رہے ہیں۔ میں ادھر دیکھوں تو ادھر، ادھر دیکھوں تو ادھر۔" اور آپ تو

مجھ سے بھی زیادہ دور بھاگنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مگر جرم مجھ پر ہی

جا رہی ہو رہا ہے۔"

کملا مطلب سمجھ نہ سکی اور خاموش بوڑھے کے منہ کی طرف دیکھنے لگی۔

"تمہاری تیاری ہو چکی۔ تم بنارس جا رہے ہو۔ کیا رمیش نے تم سے نہیں کہا۔"

کملا اب بھی خاموش ہی رہی۔ ہاں یا نہیں کچھ بھی جواب نہ دیا۔ جیسے کوئی خیالات کے سمندر سے کچھ تلاش کر رہا ہو بعد میں بولی

"آپ اپنے ٹرنک میں کپڑے ترتیب دار نہیں رکھ سکتے۔ اگر نہیں تو میں رکھ دوں،" کاشی جانے کی خبر سن کر جو چوٹ کملا کے دل پر لگا۔ اسے فوراً سمجھ گیا۔ اور اس کی مایوس شکل دیکھ کر وہ بھی اپنے دل کو محفوظ رکھ سکا۔ اس نے دل میں خیال کیا۔ دنیا ایک جال ہے۔ اس کو توڑنا مشکل ہی نہیں ناممکن سا ہو گیا ہے۔ سب دکھی ہی نظر آتے ہیں۔ ہر وقت خیالات وہم ہجوم دماغ کو پریشان رکھتے ہیں۔

اتنے میں رمیش بھی وہیں آگیا۔ وہ کملا کو کہنا چاہتا تھا کہ ہم کاشی جا رہے ہیں۔ آتے ہی بولا۔

"میں تمہیں تلاش کر رہا تھا۔"

کملا چکرورتی کے کپڑے ٹرنک میں رکھ رہی تھی۔ اس نے سر ہی نہ اٹھایا اور بالکل خاموش بیٹھی رہی۔ رمیش نے پھر کہا۔

"اس بار ہم غازی پور نہ جا سکیں گے۔ میرا خیال ہے کہ بنارس کام اچھا رہے گا۔ اب وہاں ہی جانے کا ارادہ ہے۔ تمہاری کیا صلاح ہے۔"

کملا کی نظر ٹرنک پر تھی۔ بغیر نظر اٹھائے بولی "میں تو غازی پور جاؤں گی تمام اسباب باندھ چکی ہوں۔"

کملا کے اس ناقابل فہم جواب سے رمیش کو کسی قدر تعجب ہوا۔ بولا!

"اکیلی جاؤ گی؟"

کملا نے چکرورتی کے چہرے پر محبت آمیز نظریں ڈال کر کہا۔ کیوں! وہاں چچا

جی تو ہیں۔ پھر اکیلی کیسے ؟"

کملا کے اس جواب سے چکرورتی نے کہا" بیٹی ! اگر تم اس قدر بے تکلف ہو جاؤ گی۔ تو رمیش بابو تیری صورت دیکھنا بھی گوارا نہ کریں گے۔ الٹے برخلاف ہو جائیں گے۔"

کملا پہلے خاموش رہی بعد میں بولی۔ "میں غازی پور جاؤں گی۔"

اس کا فیصلہ فیصلہ کن تھا۔ اور اس میں ترمیم کی یا کسی کی اجازت کی ضرورت سے یہ کملا کے لہجہ گفتگو میں نہ تھا۔

رمیش نے کہا "اچھا جی ! پھر غازی پور ہی چلنا ہوگا۔"

آج بارش کے دوسری شب کو چاند پورا نکلا تھا۔ اور چاندنی دودھ کی طرح شفاف تھی۔ رمیش کرسی پر بیٹھا سوچ رہا تھا ——— یہ سب کہاں تک چلے گا۔ کملا کے ساتھ زندگی کی حالت نہایت ابتر ہو جائے گی۔ ساتھ رہ کر دور دور سے اس کی حفاظت کرنا بھی سخت مشکل ہے۔ اس بار کوئی فیصلہ ضرور کروں گا۔ یا کرنا ہی ہوگا۔

کملا میری بیوی ہے میں نے اسے بیوی سمجھ کر ہی قبول کر لیا ہے۔ کیا ہوا۔ منتر وغیرہ نہیں پڑھے گئے۔ اس وجہ سے کسی قسم کی بے انصافی ہے۔ قدرت نے اس دن کملا کو میری بیوی کی شکل میں میرے پاس اس سنسان دریا کے کنارے لاکر خود ہی تمام اہم رواج پورے کر دیئے تھے۔ اس جیسا پنڈت تمام عالم میں اور کون ہے؟

ہیم نلنی اور میرے درمیان ایک قسم کا جنگ ہو رہا ہے۔ اگر میں اس بے غرضی اور نا اعتباری کے طلسم کو درہم برہم نہ کر سکا۔ تو میری ہار یقینی ہے پھر میں اس کے سامنے سر نہ اٹھا سکوں گا۔ اس کے پاس کھڑا تک ہو جانا مشکل ہو جائے گا۔ یہ یاد آنے سے رمیش کو ایک قسم کا خوف سا معلوم ہونے لگا۔ اسے کوئی امید نہ تھی۔ ثبوت کس طرح پیش ہوگا۔ ثبوت دیتے وقت تمام راز آشکارا ہو جائے گا۔ اور کملا کے لئے نہایت تکلیف دہ ثابت ہوگا۔ اس لئے اس قسم کے خیالات کو دماغ

میں جگہ دینا ہی مہاپاپ ہے۔ اب نلنی مجھے بھول چکی ہوگی۔ اور ممکن ہو سکتا ہے۔ کہ کوئی دوسرا ور تلاش بھی کر لیا گیا ہو۔ اس لئے کملا کو قبول کرنا کوئی عیب نہیں۔ نلنی کو تو مجھ سے نفرت ہو ہی چکی ہے۔ اور یہی نفرت اسے کوئی اچھا شوہر تلاش کرنے کے لئے مجبور کرے گی۔ یہ سوچ کر رمیش نے ایک گہرا سانس لیا۔

"تم کہاں جا رہے ہو رمیش؟"

"ماں کے ساتھ"

"میں نے تیرا ٹکٹ کاشی کا لیا ہے۔ مگر یہ غازی پور ہے۔ ہم لوگ کاشی نہیں جائیں گے۔"

اگر تم نے کاشی جانا ہے۔"

"میں بھی نہیں جاؤں گا آپ کے ساتھ چلوں گا۔"

امیش ہمیشہ کے لئے ساتھ دے گا۔ رمیش کو یہ امید نہ تھی۔ پھر بھی لڑکے کی دلیری دیکھ کر رمیش نے کملا سے پوچھا۔ امیش کو ساتھ جانا ہوگا۔"

"نہ لے چلیں۔ تو وہ کہاں جائے گا؟ بیچارہ یتیم۔"

"کیوں؟ بنارس میں اس کے رشتہ دار ہیں وہیں جا رہا تھا وہ۔"

نہیں !! اس نے ہمارے ساتھ چلنے کو کہا ہے۔ رمیش! تو چاچی کے ساتھ رہنا۔ ورنہ بھیڑ میں کہیں کھو جائے گا۔ بعد میں ہم تلاش نہ کر سکیں گے۔"

کہاں جانا ہے۔ کس کے ساتھ جانا ہے۔ ہر بات کا بوجھ کملا نے خود اٹھایا تھا رمیش کی ہاں یا نہ کی قید میں کملا پہلے اپنے آپ کو قید خیال کرتی تھی۔ مگر اب ان دنوں کے سفر نے گویا تمام طلائی زنجیریں کاٹ کر دور پھینک دی تھیں۔

امیش بھی اپنی چھوٹی سی گٹھڑی بغل میں دبائے چل دیا۔ اب اس کے متعلق کوئی بات نہ ہوئی۔

شہر سے کچھ دور جکرورتی مہاشے کا ایک خوشنما بنگلہ تھا۔ پست پرآم کا باغ تھا۔ اور مقابل کنواں۔ سامنے کی طرف ایک دیوار تھی۔ اور اس کے ساتھ ہی

کیوڑے کا کھیت تھا۔

رمیش اور کملا پہلے دن وہاں ہی گئے۔

چکرورتی کی بیوی کا نام ہری بھامنی تھا۔ وہ کالی تھی جسم میں کسی قسم کی کمزوری نظر نہ آتی تھی۔ ادھیڑ تھی۔ پیشانی کے بال کسی قدر سفید ہو چکے تھے۔ مگر کوئی خاص نہیں برائے نام۔ صحت بھی اچھی تھی۔ بات یہ تھی۔ کہ جب دونوں جوان تھے۔ اس وقت ہری بھامنی کو ملیریا ہو گیا تھا۔ تبدیل آب و ہوا کے سوا اور کوئی تدبیر نظر نہ آئی اس لئے چکرورتی یہاں سے غازی پور میں سکول ماسٹر بن کر رہنے لگے۔ چکرورتی کو یقین نہیں تھا۔ کہ ان کی بیوی کو صحت ہو چکی ہے۔ اس لئے وہ وہاں سے جانے کا نام نہ لیتے تھے۔

مہمانوں کو باہر کے کمرہ میں بٹھا کر چکرورتی نے اندر جا کر آواز دی "مخمل بہو! مخمل بہو۔ اس وقت دیوار سے ملحقہ آنگن میں گیہوں جھٹک رہی تھی چھوٹے بڑے مرتبان ہانڈیوں میں چٹنیاں اچار دھوپ میں رکھ رہی تھی۔

چکرورتی اندر داخل ہوئے اور کہا "سردی ہو رہی ہے اور تمہارے جسم پر ایک معمولی چادر بھی نہیں ہے — خوب!"

ہری بھامنی "آپ کی باتیں اسی طرح بے سر و پیر کی ہوتی ہیں۔ دھوپ کے مارے جسم سے چنگاریاں نکل رہی ہیں۔ مگر آپ کو سردی محسوس ہو رہی ہے!

"تو پھر سایہ میں بیٹھو نا!"

اچھا تو یہ سب تو ہو گا ہی مگر آنے میں اتنی دیر کیوں لگائی؟ کب کا انتظار ہے۔

یہ لمبی کہانی ہے باہر کے کمرہ میں مہمان اترے ہوئے ہیں ان کی خاطر خواہ انتظام کرنا ہو گا۔ ہری بھامنی باہر آئی تو سب کا تعارف کرایا گیا۔ ان کے گھر میں اس قسم کے مہمان آتے رہتے تھے۔ مگر عورت کے آنے کی امید نہیں تھی۔ اور نہ ہی وہ اس کے لئے تیار تھی۔ اس نے دریافت کیا "بیٹی تمہارا مکان کہاں ہے؟"

چکرورتی نے کہا پہلے تعارف ہونا لازمی ہے اس کے بعد مقام وغیرہ کی بات ہوگی۔ میری شیل کہاں ہے؟ اسے بھی بلاؤ۔"

"وہ لڑکے کو نہارہی ہے۔"

چکرورتی کملا کو اندر لے گئے۔ کملا نے ہری بھامنی کو پرنام کیا۔ ہری بھامنی نے اس کا منہ چوم کر شوہر سے کہا۔ دیکھا اس کا منہ ہمارے بدھو کی مانند ہے۔ بدھو اس کی بڑی لڑکی کا نام تھا۔ وہ کان پور میں اپنے شوہر کے گھر تھی۔ چکرورتی دل ہی دل میں خوب ہنسے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے۔ کہ کملا اور بدھو کی کوئی نسبت نہیں مگر ہری بھامنی سیرت اور صورت دونوں میں کسی دوسری لڑکی کو بدھو کی نہیں دیکھ سکتی تھی۔

شیلجا گھر موجود تھی۔ مگر اس کا نام نہیں لیا۔ جو نہیں ہے اس کی صورت سیرت کے گیت شروع کر دئے۔ چند منٹ خاموش رہ کر ہری بھامنی نے پھر کہا۔ دوسرا مکان زیر مرمت ہے۔ کافی دن ہوگئے ہیں۔ ابھی تک ختم ہی نہیں ہوتی میں اس مکان میں بہت تکلیف سے دن کاٹتی ہوں۔ مگر ان کو تو تکلیف ہوگی۔ بازار میں بوڑھے کے ایک مکان کی مرمت تو ضرور ہو رہی تھی۔ مگر وہ تو دکان تھی۔ اور اوپر بیٹھک تھی۔ اس پر رہنا مشکل تھا۔ یہ فضول بات سن کر چکرورتی نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ مسکرا کر خاموش ہو گئے تھوڑی دیر بعد پھر بولے۔ یہ لڑکی ... نہایت اچھی ہے۔ اگر یہ کسی بات میں تکلیف محسوس کرتی تو میں اسے یہاں نہ لاتا ——— جو ہو مگر اب باہر دھوپ میں نہ نکلنا ان دنوں کی دھوپ بہت خراب ہے" ——— اس کے بعد چکرورتی مہاشہ باہر رمیش کے پاس چلے گئے۔

اب ہری بھامنی کملا سے سب حالات تفصیل وار دریافت کرنے لگی۔ معلوم ہوتا ہے تمہارے شوہر وکالت کرتے ہیں کتنے دن ہو گئے ہیں۔ انڈر گریجویٹ پاس کئے ہوئے۔ کیا کچھ کما لیتے ہیں۔ شاید ابھی تک کام شروع ہی نہیں کیا مگر

ایسا ہے تو گذارہ کیسے چلے گا۔

"شاید تمہارے سسر کی کافی جائداد ہے۔"

اتنے سوالات کا کملا نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور خاموش سر کے اشارے سے نہ کہہ دیا۔

"واہ کیسی لڑکی ہو بالکل کچھ جانتی ہی نہیں۔ اپنے سسرال کی خبر تک نہیں رکھتی گھر کے انتظام کے لئے تمہیں تمہارے شوہر کتنے روپے دیتے ہیں ؟ مگر جب تمہاری ساس نہیں ہے۔ تو گھر کا سب نظام تمہارے سپرد ہوگا ۔۔۔۔۔ تم تو بالکل بچی ہی ہو۔ میرا بڑا داماد جو کچھ بھی کماتا ہے۔ وہ سب کچھ میری لڑکی بدھو کے ہاتھ پر لا رکھتا ہے۔"

اسی طرح بہت سے ایسے غیر سوالات ہری بھابی کرتی رہی۔ کملا اور رمیش کے تعلق اور حالات کے متعلق سے خاک بھی علم نہ تھا۔ اگر اسے کچھ بھی معلوم ہوتا۔ تو وہ اس قسم کے سوالات نہ کرتی۔ اگر ایسا ہوتا تو دونوں کے لئے بہت شرم کی بات تھی۔

کئی قسم کے خیالات اس کے دل میں چکر لگانے لگے۔ اس نے سوچا آج تک میں نے رمیش سے کھل کر بات تک نہیں کی۔ اور نہ ہی مفصل کبھی کہنے کا موقعہ ہی ملا ہے۔ میں ان کی بیوی ہو کر بھی ان کے متعلق کچھ نہیں جانتی۔"

انہیں خیالات میں اس کا دماغ چکرا گیا۔ وہ اپنے آپ میں خود ہی پانی پانی ہو گئی۔ اور ایک قسم کا دل میں ڈر معلوم ہونے لگا۔

ہری بھابی خاموش نہ رہ سکی۔ اور یوں اٹھی۔ بیٹی اپنا بالا تو دکھاؤ! اس کا سونا کچھ اچھا نہیں ہے۔ باپ کے گھر سے زیور نہیں ملے؟ باپ نہیں ہے؟ شاید یہی وجہ ہے جسم خالی ہونے کی۔ میرے بڑے داماد نے تو دو مہینے کے اندر ہی بدھو کو کئی زیور بنا دیئے ہیں۔ بہت شریف لڑکا ہے۔

انہیں باتوں میں دونوں مصروف تھیں کہ شیلجا سندری اپنی دو سالہ

لڑکی کا ہاتھ پکڑے ہوئے آگئی۔ اس کا رنگ سالولا تھا۔ چہرہ چھوٹا مگر گول دونوں آنکھیں منور۔ پیشانی چوڑی۔ چہرے سے ذہین اور گھمبیر معلوم ہوتی تھی
شیلجا کی لڑکی کملا کے پاس کھڑی تھی تھوڑی دیر دیکھنے کے بعد بول اٹھی
"موسی" اس نے بدھو کو سمجھ کر ایسا کہا نہیں۔ یہ بات نہیں ..... وہ ہمیشہ کسی بڑی لڑکی کو دیکھتی تھی۔ تو موسی کہہ کر پکارتی تھی۔ کملا نے اسے زور سے گود میں اٹھا لیا۔ اور پیار کرنے لگی۔
بڑی بھابھی نے کملا کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ ان کے شوہر وکیل ہیں کسی اچھے شہر میں وکالت کرنے کے جگہ تلاش کر رہے ہیں۔ راستہ میں تیرے بابوجی سے ملاقات ہو گئی۔ وہ اپنے ساتھ یہاں لے آئے ہیں کملا اچھی لڑکی ہے۔
شیلجا کملا کے منہ کی طرف دیکھنے لگی۔ کملا بھی دیکھنے لگی۔ نگاہوں نے دونوں دل ایک دوسرے کی طرف کھینچ لیے۔ بڑی بھابھی کام کاج کی وجہ سے چلی گئی شیلجا نے کملا کا ہاتھ پکڑ کر کہا "آؤ بہن ہمارے گھر آؤ۔"
تھوڑی ہی دیر میں گہری محبت ہو گئی۔ شیلجا اور کملا کے درمیان عمر کا جو معمولی فرق تھا۔ وہ نظروں سے چھپانا آسان تھا۔ شیلجا بالکل سادہ تھی۔ مگر کملا اس کے بالکل برخلاف۔ اس کا قد دراز تھا۔ اور چال میں ایک خاص کشش اور دلفریبی تھی اس کا اندازہ عمر سے کرنا دشوار تھا۔ شادی کے بعد ہی اس کے دماغ پر کسی قسم کا بوجھ نہیں پڑا۔ یہاں تک کہ ساس سسر کی بھی کوئی بات سننی نہیں پڑی۔ یہی وجہ تھی کہ اس کا قد بہت دراز ہو گیا تھا۔ اور سڈول جسم میں شگفتگی اور تازگی آرہی تھی۔ چہرے پر آزادی کے آثار ہویدا تھے۔ اس کے مقابل چاہے کوئی بھی آئے۔ مگر وہ ضرور کوئی سوال کر ہی دیتی تھی۔ سسرال میں لڑکیوں کو کتنی تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کملا یہ بات تو زبان پر نہ لاتی تھی۔ مگر دل میں ضرور کبھی سوچتی تھی۔ بے فکری ایک ایسی غذا ہے جس سے انسان دگنا ہو جاتا ہے
شیلجا اور کملا خوب گھل مل گئیں۔ درمیانی گفتگو میں کملا نے اپنی کمزوری

کو بھانپ لیا۔ شیلجا خوب باتیں کر سکتی ہے۔ اور اسے بہت سے تجربات حاصل ہے مگر میں ابھی طفل مکتب ہوں۔ کملا کی زندگی میں شادی کے بعد جس نئے باب کا اضافہ ہوا تھا۔ وہ بالکل دھندلا اور غیر موزوں تھا۔ جس کا پہلے تو کملا کو شک تھا مگر اب یقین ہو گیا۔

وہ اس روحانی سرور اور قدرتی عطیہ سے ابھی تک بالکل محروم تھی جیسے کوئی شخص سمندر کے کنارے کھڑا ہو۔ مگر ایک چلو پانی پینے کی قدرت نہ رکھتا ہو۔

——— دونوں کی محبت میں بعد وقت ناراضگی بھی ادائی لگر کسی ایک چہرے سے کچھ بھی ظاہر نہ ہو سکتا۔ ابتدا میں ہی جب شیلجا نے کملا سے اسکے خاوند کے متعلق بات چیت کی ٹال مٹول کر کے ... چپ چاپ ہو رہی۔ مگر شیلجا کو ان باتوں سے جو روحانی سرور حاصل ہوا وہ ناقابل بیان ہے۔ اس کا دل ایک دلکش نغمہ کی آواز سننے لگا۔ جیسے کسی نے ستار کے سر پہ انگلی رکھ دی ہو۔ مگر کملا نے محسوس کیا کہ اس کا دل سونا پڑا ہے ویران بالکل خشک جیسے وہ اس لذیات سے بالکل ناآشنا ہے۔ اس کے ان سرو کو بجانے والا کوئی بھی نہیں۔

خاوند کے بارے میں کیا کہا جائے۔ یہاں تو مضمون ہی نہیں۔ اگر ہے بھی تو ادھورا اور خشک۔ جس کے متعلق زبان ہلانے سے بجائے تسکین کے چوٹ لگنے کا اندیشہ ہے۔

کملا کی کشتی حیات دلدل میں پھنسی ہوئی ہچکولے کھا رہی تھی۔ مگر اس کی سکھی شیلجا کی راحت و آرام سے بھرپور کشتی اپنا توازن قائم رکھے ہوئے نرمل اور شفاف پانی میں بلا کسی روک ٹوک کے بہی جا رہی تھی۔ اس کے لئے رکاوٹ کا بالکل اندیشہ تک نہ تھا۔

جگرورنی کی دو لڑکیاں تھی۔ بڑی لڑکی تو سسرال میں رہتی تھی۔ مگر چھوٹی کو وہ آنکھوں سے اوجھل نہیں ہونے دیتا تھا۔ اس لئے اپنے داماد بپن کو غازی پور میں بلا کر ملازمت کروا دی تھی۔

دوران گفتگو میں یکایک شیلجا نے کہا۔ کملا ذرا بیٹھو گی؟ میں ابھی آتی ہوں اس کے بعد زیر لب مسکرا کر کہا۔ وہ اشنان کرکے کمرہ میں آ گئے ہیں۔ کھانا کھانے کے لئے۔"

کملا نے حیرانی اور سادگی سے کہا "وہ آ گئے ہیں کیسے معلوم ہوا؟"

"مذاق کرتی ہو۔ جس طرح سب جانا کرتی ہیں۔ اسی طرح۔ تو کیا تم خاوند کے پاؤں کی چاپ نہیں سمجھ سکتی؟"

شیلجا نے جھک کر پیار سے کملا کی ٹھوڑی پکڑ لی۔ اور رجا بیاں اٹھا کر چلی گئی اس کی ننھی لڑکی بھی اس کے پیچھے روانہ ہو گئی۔

پریم کا علم اتنا آسان ہے۔ کملا اب بھی نہ سمجھ سکی۔ پاؤں کی آہٹ سے ایسے اندازے لگائے جاتے ہیں۔ اسے خواب میں بھی خیال نہ تھا۔ وہ خاموش بیٹھی تھی۔ مگر اس کے دماغ میں ایک طلاطم سا بپا تھا۔ اس کا خیال کئی کچھ سوچ رہا تھا۔

جنگلے کے باہر انار کا چھوٹا سا درخت تھا۔ اس کی شاخوں سے چھوٹے چھوٹے پھل لگے تھے۔ اور سرخ سرخ پھول بھی کھلے تھے۔ ان پھولوں پر شہد کی مکھیاں منڈلا رہی تھیں۔ اور بہت سا رس چوسنے میں مصروف تھیں۔ کملا کے دل پر اس نظارہ نے ایک ٹھیس سی لگائی۔

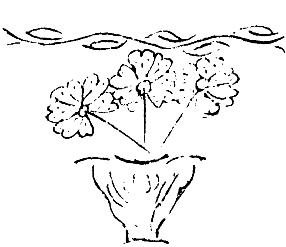

باب ۹

رمیش اور کملا

گنگا کے پوتر ساحل پر ایک عمدہ کوٹھی کرایہ پر لینے کا خیال تھا۔ رمیش نے غازی پور کی عدالت میں وکالت کرنے کا فیصلہ اپنے دل میں کر لیا تھا۔ اور کلکتہ جاکر گرہستی کی ضرورت کے لئے سامان خریدنے کا وچار تھا۔ وہاں جانے کا حوصلہ نہ ہوتا تھا۔ کیونکہ بار بار ایک چھوٹی سی گلی کا نقشہ اس کے صفحۂ دل پر کھنچ کر رہ جاتا تھا۔ اسے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ کوئی اس کا دل مسوس رہا ہے۔ ابھی تک وہ پریم قائم تھا ٹوٹا نہیں! مگر ادھر کملا کے ساتھ بیوی سا تعلق کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نظر نہ آتا تھا۔

اس عجیب دلفریب کشمکش میں اس کی روانگی کے دنوں میں اضافہ ہو رہا تھا۔ کملا چاکرورتی چچا کے مکان میں ہی رہتی تھی۔ مگر رمیش باہر والے بنگلہ میں قیام پذیر تھا۔ اُسے کملا کے ساتھ ملنے جلنے کا موقعہ ہی جیسے نہیں ملتا تھا۔ وہ کملا سے پرے پرے اور خاموش رہتا تھا۔ انہیں حالات کا خیال کرتے ہوئے شیلجا نے کملا سے ہنسی مذاق شروع کر دیا۔

کملا ہنس کر بہن تم اتنی کیوں ہراساں ہو رہی ہو؟ کیا کوئی نئی بات ہے؟"

شیلجا "او بہن تم تو پتھر سے بھی سخت ہوتی جا رہی ہو۔ تم الگ ہی ایک اینٹ کا مندر بناتی رہتی ہو۔ ان ہوائی قلعوں اور سوچ بچار سے کچھ نہ بن سکے گا۔"

"بہن سچ کہو اگر دو تین دن بپن بابو تمہیں نظر نہ آئیں تو ——"

"بکرے سر اٹھا کر۔ دو دن دکھائی نہ دیں۔ ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا۔"

اس کے بعد شیلجا بڑے پریم سے اپنے خاوند بپن بابو کے ابتدائی پریم راگ کے

گن سنانے لگی۔ کن کن مشکلات سے وہ ساس سسر کی نظر بچا کر پیا سے ملا کرتی۔ پھر اس چند چکور کے ملاپ میں جو آنند آتا۔ اس کو بیان کرتے ہوئے شیلجا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ سی نمودار ہو گئی وغیرہ وغیرہ۔

سب حالات سناتے سناتے تمام دن گذر گیا۔ مگر شیل کی طبیعت نہ اکتائی۔ یکایک باہر کا دروازہ کھڑکا۔ تو شیلجا بے تاب ہو کر باہر کو دیکھنے لگی۔ اس کا خیال تھا۔ شاید بپن بابو ہی تشریف لا رہے ہوں۔ اس تمام ہنسی مذاق کی باتوں میں بھی شیلجا نے کان دروازے پر لگا رکھے۔

کملا بھی اپنے اور رمیش بابو کے پریم رس کا اندازہ شیلجا کے قصے سے لگانے لگی جس کے انداز سے کملا کو اپنا دل بیٹھتا ہوا محسوس ہوا۔ شیلجا کو بپن بابو سے جو سچا پریم خواہشیات کی کشش ہے۔ وہ مجھ اور رمیش میں کہیں خال خال بھی نظر نہیں آتی۔ آج کئی دن سے ان کی صورت بھی نہیں دیکھی۔ یہ خیال آتے ہی کلیجہ تھام کر رہ گئی۔

شیلجا۔ اتوار کو ہمیشہ بپن بابو سے پریم و محبت کے عجیب و غریب راگ الاپا کرتی تھی۔ مگر آج اُسے کچھ ہچکچاہٹ محسوس ہونے لگی۔ وہ سوچتی کہ اپنی نئی سکھی کو اکیلے چھوڑنا شرم کا باعث ہے۔ مگر آج کی چھٹی بھی خالی جائے اس کے مقدور سے باہر تھا۔ نہ ہی اتنی استیار نفسی ہی اس میں ابھی تک پیدا ہوئی تھی۔

ادھر رمیش بابو کبھی کملا کے میل ملاپ نہ ہونے کی وجہ سے ہر وقت ششں و پنج میں رہتے تھے۔ کملا نے من ہی من میں کہا۔ جب میں رمیش کے پریم سے محروم ہوں تو میرے لئے چھٹی نہ چھٹی ایک برابر پھر رنج سے خواہ دکھی ہونا نہیں چاہئے۔ یوں ہی کسی طرح رمیش سے ملاقات ہو جائے تو ——————..

ان تمام باتوں کا ذکر بزرگوں سے مناسب —————— وقت پر ہی کرنا واجب ہے۔ مگر چکرا ورتی بابو مشورے کے اشتعال میں پہروں ضائع کرنے والے شخص نہ تھے۔ انہوں نے گھر میں سب کچھ کہہ دیا۔ کہ وہ آج کسی خاص کام

وجہ سے باہر جا رہے ہیں۔ اس لیے رمیش کہہ گئے۔ کہ اگر کوئی شخص ان کو گھر پر ٹھہرانے کی بجائے کہہ دینا کہ وہ آج نہ مل سکیں گے۔ وہ صدر دروازہ کے بند کر کے چلے جاتے ہیں۔ یہ خبر انہوں نے اپنی لڑکی کو بھی سنا دی ———— اشارہ سے سب کچھ سمجھا دیا۔

نہانے کے بعد شیلا نے کملا سے کہا "آؤ آج تمہارا جوڑا میں باندھ دوں!"

"آج اس قدر جلدی چہ معنی دارد!"

"آؤ پہلے بال گوندھ دوں پھر سب باتیں ہوں گی۔ بال بہت سے ہیں۔ جوڑا بہت بڑا بنے گا۔ یہ کہہ کر اس نے کملا کا سر پکڑ لیا۔ اس کے بعد کپڑوں کی بابت دونوں میں بات بات میں زبردست مباحثہ شروع ہو گیا۔ کیونکہ شیلا اسے جونسی ساڑی بدھوانا چاہتی تھی۔ کملا اس کے لینے کا سبب تلاش کرنے پر بھی معلوم نہ کر سکی۔ بالآخر مجبور ہو کر شیلا کے پاس بیٹھ کر حکم کی بندی بن گئی۔

دوپہر کا کھانا کھا چکنے کے بعد شیلا نے اپنے شوہر کے کان میں آہستہ سے کچھ کہہ کر باہر چلی گئی۔ پھر کملا کو رمیش کے کمرے میں بھیجنے پر اصرار کرنے لگی۔ آج سے پیشتر کملا بغیر کسی نوک جھوک کے رمیش کے پاس چلی جایا کرتی تھی۔

مگر آج وہ ہی کملا رمیش کے پاس جانے کی بجائے چھپ کر وقت گذارنا چاہتی تھی کیونکہ وہ سمجھتی تھی۔ جب مجھے بیوی کے حقوق سے محروم کر دیا ہوا ہے۔ تو پھر میرا کوئی حق ان کے پاس جانے کا نہیں ہے۔

شیلا کملا کے اس اصرار سے سمجھنے لگی۔ کملا شاید رمیش سے ناراض ہے۔ بھلا سوچنے کی بات ہے۔ کہ رمیش نے بھی تو ان دنوں میں ملنے کی ذرا بھر کوشش نہیں کی پھر شیلا نے اپنے شوہر بپن بابو کو مخاطب کر کے کہا۔ آپ ہی ذرا رمیش بابو کو کملا کے نام سے بلا دیں۔ بپن بابو نے بیوی اور اس کی سکھی کی خواہشات کو آج جشن کے دن بھی برباد کرنا مناسب خیال نہ کر کے رمیش کے کمرے میں چلے۔

رمیش بابو اس وقت فرش پر لیٹے ہوئے تکیہ کا سہارا لئے اخبار پڑھ رہے تھے

اتنے میں بپن بابو کے پاؤں کی چاپ سن کر منہ اوپر اٹھا خوشی سے پھولا نہ سما سکے۔ آج تک بپن اور رمیش بابو آپس میں کبھی دوستانہ طریقہ سے نہ ملے تھے۔ مگر آج رمیش بابو نے اس اکانت وقت کو کاٹنے کی خاطر بپن کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔

بپن بابو نے ہنس کر کہا "آپ کو کملا جی. بلا رہی ہیں۔"

"کون! کملا ——"

"ہاں"

رمیش۔ من ہی من سوچنے لگا۔ ابھی ابھی میں خیال کر رہا تھا۔ کہ کملا کو اپنی بیوی کی حیثیت سے رکھوں گا۔ مگر اس الجھن کے دور کرنے کا کوئی طریقہ باوجود اس قدر مغز پچی کے بھی وہ نہ پا سکا۔ جو آج کل کملا اور رمیش کے درمیان حائل ہوتی جا رہی تھی۔

مگر آج یکایک کملا کا بلاوا سن کر اس کی باچھیں کھل گئیں۔ خوشی کی لہر اس کے چہرے پر دوڑ گئی

بپن کی بات سنتے ہی اخبار ایک طرف پھینک کر اسی وقت اندر چل دیا۔

کملا بھی گرمیوں کی لمبی دوپہر سنسان اکانت میں تیسری ہی کمرے میں منڈلا رہی تھی۔ شیلجا کے جادو اثر الفاظ نے اس کے چاروں اور اندر باہر محبت کا سر باندھ دیا۔ جس طرح کمزور شاخ ہوا کے جھونکے سے جھوک جھوک کر کھڑی ہوتی رہی ہے۔ بالکل یہی حالت اس وقت کملا کے دل کی تھی۔ وہ بھی آج بار بار رمیش کی طرف جھک کر پھر کھڑے ہونے کی لامحدود کوشش کرنا جس کے درد سے کملا —— پریشان ہو گئی۔

یکایک رمیش نے کمرے میں داخل ہو کر کہا "کملا!" کملا متحیر ہو کر دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔ شرم سے اس کے چہرے پر سرخی کی لہریں دوڑ گئیں۔ آج منہ اٹھا کر بھی رمیش کا منہ دیکھنے کی ہمت نہ پڑی۔ مگر آج کے بناؤ سنگار دیکھ کر رمیش کے دل میں

کملا کی تصویر عکس ہو گئی۔ حیرانی سے اس کے ارد گرد دیکھتا ہوا آہستہ آہستہ کملا کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر پریم بھری نرم آواز میں کہنے لگا "کملا! تمہیں نے مجھے بلایا تھا؟"

کملا۔ چونک کر نرم آواز سے کہنے لگی ——— "نہیں۔ نہیں ——— میں نے کب آپ کو بلایا ہے۔ بھلا مجھے کیا ضرورت ہے۔ بھلا مجھے کیا ضرورت ہے۔ جو میں آپ کو بلانے جاؤں۔"

"کملا! بلانے میں کیا حرج ہے۔"

کملا نے پھر کچھ معمولی جوش میں کہا "نہیں میں نے نہیں بلایا۔"

"اچھا آپ نے نہیں بلایا میں خود ہی آ گیا ہوں۔ کیا اس لئے اب آپ سیدھے منہ سے بات بھی نہ کریں گی۔ اور مجھے بے رنگ ہی واپس جانا پڑے گا۔"

"اگر کسی کو آپ کے آنے کا پتہ لگ گیا۔ تو اور بھی لوگ جان جائیں گے جس سے ناراض ——— ہوں گے۔ آپ جائیں ——— میں نے آپ کو نہیں بلایا۔"

"کملا کا ہاتھ پکڑ کر تم میرے کمرے میں چلو ——— وہاں کوئی نہیں ہے۔"

کملا نے جھٹکا دے کر کانپتے ہوئے ہاتھ کو چھوڑا لیا۔ اور دوڑ کر دوسرے کمرے میں چلی گئی پھر اندر سے دروازہ بند کر لیا۔

رمیش نے دوبارہ واقعات پر نظر دوڑائی تو وہ سمجھ گیا۔ کہ یہ سب کارستانی شیلجا کی ہے یہ سوچ کر وہ پھر بخوشی باہر آ کر اخبار بینی میں مشغول ہو گیا۔ مگر اس کی طبیعت کا طلاطم کم نہ ہوا۔ خیالات کی لہریں کملا کے بناؤ سنگار کی طرف رہ رہ کر دوڑنے لگیں۔ شیلجا نے کملا کے دروازے پر دستک دی ——— مگر پھر بھی دروازہ نہ کھلا۔ پھر اس نے ہاتھ ڈال کر دروازے کی زنجیر خود ہی کھول ڈالی۔ اور کمرے میں داخل ہو کر دیکھا! کملا بستر پر جھکی دونوں ہاتھوں سے منہ ڈھانپے رو رہی ہے

شیلجا حیران ہوکر سوچنے لگی۔ ایسی کون سی بات ہوگئی ہوگی جس نے کملا کے نازک دل کو اس قدر چوٹ پہنچائی ہے۔ فوراً اس کے کان کے پاس منہ سے جاکر محبت بھرے الفاظ سے اس کے دل کو تسلی دینے لگی۔ ——— "کیوں بہن کملا کیا ہوا ——— رو کیوں رہی ہو۔"

"بہن تم نے ٹھیک نہیں کیا۔ جو انہیں بلا بھیجا۔"

کملا کو آج رہ رہ کر رمیش کے پچھلے سلوک یاد آ آکر رولا رہے تھے۔ کبھی سکول میں چھٹیوں کی قید کا خیال آکر آنسوؤں کے بند کو کھول دیتا۔ کبھی رمیش کے جہازی سفر کا سلوک اس کے من کو مقدر کرکے رولاتا۔ ان سب حالات کو سوچنے اور تہ تک پہنچنے سے رمیش کے پریم کا بھید کا پن کملا کے رو لانے کے لئے کافی تھا۔

مگر شیلجا بھلا ان تمام حالات کو کیوں کر جان سکتی۔ اسے یہ گمان تک بھی نہ تھا کہ کملا اور رمیش کے درمیان اتنی وسیع خلیج حائل ہو چکی ہے۔

وہ بعد مشکل کملا کا سر گود میں لے کر کہنے لگی "میری پیاری سکھی! کیا رمیش بابو نے کچھ سخت سست کہا ہے۔ اگر وہ ہمارے اس طرح بلانے سے ناراض ہوئے ہیں تو تم نے کیوں نہ کہہ دیا۔ کہ یہ سب شرارت شیل کی ہے۔ مجھے تو کچھ علم بھی نہیں"

"نہیں! نہیں!! انہوں نے تو کچھ بھی نہیں کہا۔ مگر آپ نے بلایا کیوں؟"

"اچھا بہن اب کہ قصور معاف کرو۔ آئندہ محتاط رہوں گی۔"

یکا یک کملا نے شیل کے گلے میں باہیں ڈال کر کہا "بہن تم جاؤ باہر بہن بابو بیٹھے انتظار کر رہے ہوں گے آج چھٹی ہے کہیں ناراض نہ ہو جائیں"

رمیش نے اخبار پھینک کر بڑبڑائی آواز میں کہا۔ مجھے اب ہرگز دیر نہیں کرنی چاہئے۔ میں کل ہی کلکتہ جاکر انتظام کروں گا۔ کملا اب جس قدر جلدی اپنی ہو جائے اچھا ہے۔ جتنی دیر ہوگی اتنی ہی بے انصافی ہوگی۔

دوسرے دن ہی رمیش صبح کی گاڑی میں کلکتہ روانہ ہوگیا۔ گاڑی میں بیٹھے رمیش بابو نے سوچا کہ جلد تر کام ختم کرکے چلا آؤں گا۔ کو لوٹول جانے کی کبھی کوئی

ضرورت نہیں۔ پرانے دوستوں کو بھی ملنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ پھر اسے درزی باڑہ کے مکان کا نقشہ آنکھوں کے آگے پھر گیا۔

کس طرح رمیش نے ایک آزاد تتری کو اسی درزی باڑے کے مکان میں لا کر قید کر دیا تھا۔ پھر سکول میں داخل کروا کر جس بدسلوکی سے پیش آیا تھا۔ مگر جس ہیم نلنی کی خاطر یہ سب کچھ کیا گیا۔ وہ بھی کام نہ ہو سکا۔

رمیش ہیم نلنی کا خیال آتے ہی اندر ہی اندر آہیں بھرنے لگا۔ وہ جتنی کوشش اسے فراموش کرنے کی کرتا۔ اس سے زیادہ سرگرمی سے اس کی یاد رہ رہ کر اسے ستاتی۔

گنگا نہ کا کام جلد ختم کر کے رمیش واپس جا سکتا تھا۔ مگر کام میں معمولی سی سستی کرنے سے وہ بہت بڑھ گیا۔

جس سے تھک کر وہ خط لکھنے بیٹھ گیا۔

جس میں اس نے لکھا کہ کملا اور میرے تعلقات اس قسم کے ہیں۔ اب کہ غازی پور واپس جا کر میں ضرور بد نصیب کملا کو قبول کر لوں گا۔ یہ بھی لکھا کہ ہیم سے تمام تعلقات توڑنے سے پہلے لکھ دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ اور آپ سے اس قصور کی معافی مانگتا ہوں وغیرہ وغیرہ ——— ———

رمیش چاہتا تھا کہ کسی نوکر کے ذریعے نلنی کو یہ خط بھیج کر ہمیشہ کے لئے اس بندھن کو توڑ کر آزاد ہو جائے۔ اس لئے یہ وچار کرتے ہوئے شام کے وقت ہیم نلنی کے گھر آہستہ آہستہ چل دیا۔

کوئے جاناں میں پاؤں رکھنے سے تھر تھرا اٹھے۔ بمشکل دل بیتاب کو دبا رعشہ آمیز پاؤں کو ڈگمگاتے ہوئے آگے رکھنے لگا۔

دروازے پر پہنچ کر دیکھا تو مکان کو بند پایا۔ اوپر نیچے کہیں بھی اسے کسی متنفس کی سانس لینے کی آواز نہ آتی تھی۔ مکان کے اندر باہر اندھیرے نے تسلط جما یا ہوا تھا۔ مگر رمیش کے دل کو ڈھارس دینے کے لئے یہ سب کچھ ہیچ تھا۔

اس نے پھر بھی دروازہ کھٹ کھٹانے سے دریغ نہ کیا۔

رمیش جس وقت دروازے کی سنگل کھڑکھڑا رہا تھا۔ تو ایک شخص کے پاؤں کی چاپ اسے سنائی دی۔ رمیش نے پیچھے مڑکر دیکھا تو سیو (ہیم نلنی کا نوکر) تھا۔

جسے دیکھتے ہی رمیش نے پوچھا۔ "اچھے ہو نہ"

"ہاں بابوجی! ایشور کی بڑی کرپا ہے۔"

"سب کہاں گئے ہیں؟"

"یہ تو بی بی کو ساتھ لے کر پچھم کی طرف ہوا خوری کے لئے گئے ہیں"

"کون سے شہر میں۔"

"یہ تو مجھے معلوم نہیں"

"اور کون کون ساتھ گیا ہے؟"

"بابو نلنی کانت"

"کون سے بابو نلنی کانت؟"

"یہ تو معلوم نہیں۔ مگر آپ کے جانے کے بعد ہی ان کی آمد اکثر یہاں رہا کرتی تھی۔"

نوکر سے سوال وجواب کرنے سے رمیش نے پتہ لگا لیا۔ کہ اس کے پنچھی . . . نے پنجرے میں پھڑپھڑا کر اپنے بندھن کو توڑ ڈالا ہے۔ رمیش نے گو ہیم نلنی کا خیال ترک کر دیا ہوا تھا۔ مگر آج پھر نلنی کانت کا نام سن کر اس کے زخمی دل میں رقابت کی جوالا جل اٹھی۔

"تمہاری بی بی کی طبیعت کیسی تھی؟"

"ان کی طبیعت تو نہایت بشاش ہے۔"

رمیش کے دل میں یہ لفظ سن کر ہول سا اٹھنے لگا۔ آخر سنبھل کر کہنے لگا۔

"میں ذرا اوپر کے کمرہ میں جانا چاہتا ہوں۔"

نوکر عجیب پوشی کر کے رمیش کے آگے آگے چل دیا۔ رمیش نہایت پریشانی کی حالت میں کمروں میں پاگلوں کی مانند گھومنے لگا۔ آخر تھک کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

گھر کی ہر ایک چیز اسی قرینے سے سجی ہوئی تھی۔ وہ سوچنے لگا۔ اسی ساون کے پچھلے دنوں میں ہیم نلنی نے چپ چاپ سیل ملاپ کے رشتہ میں جکڑ کر اس دل ناتواں پر قبضہ جما لیا تھا۔ آج وہ ہی کمرہ صرف ہیم نلنی کی غیر حاضری میں دیو کی مانند دکھائی دینے لگا۔

رمیش کو کلکتہ آئے تقریباً ایک مہینہ ہو گیا۔ اس خیال سے اور رات کے نظارہ سے رمیش کا دل کلکتہ کی فضا سے بے چین ہو گیا تھا۔ چنانچہ اس نے دوسرے دن ہی الہ آباد کی بجائے غازی پور جانا ہی مناسب خیال کیا۔

رمیش کے آنے میں دیر خیال کر کے شیل کے اصرار سے تنگ آ کر چکرورتی بابو نے کملا کے رہنے کے لئے گنگا کنارے ایک کوٹھی کا انتظام کر دیا۔ جس میں جا کر حسب خواہش ہر چیز کو با طریقہ سجا کر کملا نے تیار کر لیا۔

رمیش نے جب غازی پور میں آ کر دیکھا۔ کہ اب اس کے لئے چکرورتی کے گھر میں رہنے کا کوئی امکان باقی نہیں رہا۔ تو مجبور ہو کر گنگا کنارے والے مکان کو چل دیا۔ اتنے دنوں میں کملا نے اس نئے مکان میں خود مختاری کر کے زمین آسمان کے عجیب نظارے دیکھ لئے تھے۔ کوٹھی کے گرد کافی زمین باغیچہ کے لئے کھلی پڑی تھی۔ جس میں دو رویہ درختوں کی سایہ دار قطار گنگا کے شانت ٹھنڈے جل کے کنارے گھر وغیرہ وغیرہ کملا کے دل کی کلی کو کھلانے کے لئے کافی تھے۔

پھر کملا جیسی سلیقہ شعار عورت نے اس کی سج دھج میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ درخت وغیرہ لگائے۔ روشیں بنوائی غرضیکہ باغیچہ کو ہر طرح سے سجا دیا۔

استری گھر کی رانی ہے۔ جس کی موجودگی میں گھر سورگ دھام بن جاتا ہے

اس کے بغیر گھر کیا گھر کی کوئی چیز بھی اچھی نہیں لگی۔ رمیش نے جب کملا کو اس طرح مصروف دیکھا۔ تو ایک نئی خوشی کا احساس کیا۔ اتنے دنوں تک رمیش نے کملا کو آزادانہ پرندوں کی مانند چہچہاتے دیکھا تھا۔ آج اسے نے مکان میں خانگی کاروبار کو سرانجام دیتے دیکھ کر اُس کے دل کی کلی کلی کھل گئی۔

رمیش نے کملا کو اس قدر مشغول دیکھ کر کہا۔ "کہو تو میں آپ کی کچھ مدد کردوں ورنہ تم تھک جاؤ گی۔"

"نہیں۔ میں کوئی تھکاوٹ محسوس نہیں کر رہی۔ یہ کام میرے کرنے کا ہے۔ آپ کی شراکت کی چنداں ضرورت نہیں۔"

"اچھا اگر چاہو تو کسی عورت کو تمہارا ہاتھ بٹانے کی خاطر رکھ دوں۔"

اتنے میں آندھی چلنی شروع ہو گئی جس سے تمام مکان گرد آلودہ ہو گیا کملا نے نہایت تندی سے ہر چیز کو جھاڑ کر صاف کر دیا

کھانا کھانے کے وقت چکرورتی مہاشے بھی تشریف لے آئے ان کی رائے تھی۔ کہ سب لوگ قدیم مکان میں سونے کے لئے چلیں۔ مگر رمیش کملا کی شرم آلودہ ہنسی دیکھ کر آج خوشی میں پھولا نہ سماتے تھے۔ تمام دن وہ آج کے میل ملاپ کے مختلف منصوبے سوچتے رہے۔ مگر مہاشے جی کے آنے سے ان کے سب خیال درہم برہم ہو گئے۔

دوسرے دن عدالت کے کام سے فارغ ہو کر الہ آباد روانہ ہو گئے

نئے مکان کی خوشی میں کملا نے شیلجا اور سب گھر والوں کی دعوت کی۔

بپن بابو کے دفتر جانے کے بعد شیلجا کوٹھی پہنچ گئی۔ دونوں عورتوں نے مل کر کھانا پکانے لگیں۔ چکرورتی بابو آرام کرنے کے لئے دوسرے کمرے میں چلے گئے۔ دوپہر ہو گئی تھی۔ دونوں سکھیوں نے درختوں کی چھاؤں میں بیٹھ اپنی پرانی باتیں شروع کر دیں۔ بادلوں سے پر آسمان ندی کا کنارہ ٹھنڈی چھاؤں پر ہر چیز سہانی معلوم دیتی تھی۔

وقت گذرتے دیر نہیں لگتی۔

دن ڈھل چکا تھا یہ دیکھ کر شیل بے تاب ہو گئی۔ اس کے شوہر کی آمد کا وقت ہو چکا تھا۔ کملا یہ دیکھ کر بول اٹھی۔

"اگر ایک دن دیر ہو جائے گی تو کیا حرج ہے۔"

شیل نے کوئی جواب نہ دیا۔ مگر پریم سے کملا کی ٹھوڑی پکڑ کر کہا "تم جاؤ۔"

یہ کہہ کر اندر جا کر باپ کو جگانے لگی "بابا! میں گھر جا رہی ہوں"

چکرورتی "کملا بیٹی! تو بھی چل۔"

"نہیں چاچا جی مجھے بہت سا کام کرنا ہے میں شام کو آؤں گی۔"

یہ سن کر چکرورتی مہاشے شیلی کو لے کر گھر کو چل دیے۔

کملا گھر کے کام کاج میں مصروف ہو گئی۔ فرش کو جھاڑتے ہوئے زمین پر ایک کمرے میں پھٹا ہوا کاغذ پڑا تھا۔ جس پر رمیش کے دستخط پہچان کر اس نے فوراً اٹھا لیا۔ اور اسے کھول کر پڑھنے لگی۔ کلکتہ میں ہیم نلنی کو جو خط رمیش بابو نے اپنے دلی خیالات کا اظہار کرنے کی خاطر لکھا تھا۔ اسے وہ کہیں پھاڑ کر پھینکنا بھول گئے تھے۔ رمیش کا یہ لکھا ہوا لمبا چوڑا خط پڑھ کر کملا چپ چاپ کھڑی ہو گئی۔

تمام کام کاج ادھورا ہی پڑا رہ گیا۔ مکان میں ایک طرح کا سناٹا چھا گیا اسی طرح کھڑے کھڑے کافی رات گذر گئی۔

آخر مہاشے چکرورتی کے گاڑی بان نے آکر آواز دی۔ مائی جی گاڑی بہت دیر سے کھڑی ہے چلو چلیں۔ آواز سن کر کملا چونک پڑی۔ آخر جلدی جلدی کپڑے پہن کر گاڑی میں آ بیٹھی۔

باب (۱۰)

افشائے راز

گھر پہنچ کر شیلجا نے پوچھا "بہن آج تمہارا چہرہ اترا ہوا کیوں ہے۔ کیا طبیعت کچھ علیل تو نہیں۔"

جواب نہ دیتے ہوئے "چاچا جی کہاں ہیں؟"

"وہ تو الہ آباد گئے ہیں۔ دیدی کی طبیعت کچھ خراب تھی کہتے تھے۔ میں جاکر دیکھ آتا ہوں۔"

"کب تک واپسی کی امید ہے؟"

"کہتے تھے ایک ہفتہ کے اندر ہی آجائیں گے۔"

"تم تو تمام دن کوٹھی کی سجاوٹ میں لگی رہی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اب تمہاری طبیعت کچھ خراب سی ہے۔ اس لئے جلدی کھانا کھا کر سو رہو۔"

کملا اگر طبیعت پر زبر کر کے تمام باتیں کہہ دیتی تو اس کے دل کا بخار نکل جاتا۔ مگر بچاری کیا کہتی۔ کہ جسے میں آج تک شوہر خیال کر کے پوجتی رہی ہوں۔ وہ تو صرف میرا رکھشک ہے۔ جس کا کہنا کملا نے مناسب نہ سمجھا۔

کملا نے کھانا کھا خوابگاہ میں جاکر دروازہ کو اندر سے بند کر لیا۔ اور دوبارہ خط کھول کر پڑھنے لگی۔ جوں جوں پڑھتی گذشتہ واقعات پر غور کرتی تو اس کے خیالات سے تمام پچھلی لڑی ملتی جاتی۔ کہ کس طرح اس کی شادی ہوئی۔ دریا میں طوفان آیا اور سب کشتیاں الٹ گئیں۔ وہ بہتی ہوئی کنارے جا لگی۔ یہاں رمیش سے ملاقات ہوگئی۔ جس کو وہ شوہر بیوی خیال کرنے لگے مگر جب تھوڑے دنوں کے بعد رمیش تاریکی سے نکل گیا۔ تو وہ دوسرے کی بیوی سمجھ کر بے چین ہونے لگا

وغیرہ وغیرہ پڑھ کر اور اتنے عرصے اسے شوہر خیال کر کے اس کے ساتھ گھر میں زندگی کے شغل میں مشغول رہی یہ سوچ کر کملا شرم سے عرق عرق ہو گئی۔ اسے ایسا محسوس ہونے لگا۔ جیسے کوئی گرم آہنی سلاخوں سے اس کا دل چھلنی کر رہا ہے روزمرہ کی عجیب پر اسرار باتیں فہم میں آ آ کر ایک طلاطم بپا کرنے لگیں۔ وہ شرم سے پانی پانی ہو گئی۔ اور یہی حیا اب اس کی زندگی کا ایک حصہ بن گیا۔ کیا تمام عمر کے لئے اس سے نجات مل سکے گی ؟

کملا ——— دروازہ کھول کر پاس والے باغ میں چلی گئی۔ موسم سرما کی تاریک شب تھی۔ ہوا بالکل ساکن تھی۔ نیلے سائبان پر لاانتہا ستارے جھلملا رہے تھے۔

سامنی طرف آم کے گھنے اور اونچے پیڑ دیو کی طرح خوفناک شکل بنائے کھڑے تھے۔ اس سے شب کی تاریکی میں اور بھی اضافہ ہو گیا تھا۔ کملا بالکل نہیں ڈری۔ اس کا دماغ سُن تھا۔ وہ خاک بھی سوچ نہ سکی۔ وہ پتھر کے بت کی طرح کھڑی تھی آخر قدرتی سبز فرش پر بیٹھ گئی۔ وہ بالکل خاموش تھی۔ آنکھوں سے آنسو بھی شاید خشک ہو گئے تھے۔ تصویر کی طرح آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے بیٹھی تھی۔

وہ کتنی ہی دیر اسی طرح خاموش بیٹھی رہی۔ سردی نے اس کے ہاتھ پاؤں میں ایک کپکپی سی پیدا کر دی۔ تمام جسم لرز اٹھا۔ تاریک شب میں خاموش درختوں کے درمیان سیاہی سے تھوڑے سے پردہ کو چاند کی منور کرنوں نے لپیٹ دیا۔ کیونکہ آخری شب کو نصف چاند نکل آیا تھا۔ اس وقت کملا مور کی چال چلتی ہوئی اپنے کمرہ میں داخل ہوئی۔ اور دروازہ اندر سے بند کر دیا۔

صبح جب اس کی آنکھ کھلی کہ شیلجا اس کی مسہری کے پاس کھڑی ہے۔ "کیا بہت دیر ہو گئی" اس خیال کے آتے ہی کملا کو شرم محسوس ہوئی۔ اور وہ جلدی جلدی بستر سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

شیلجا نے محبت سے کہا۔

"نہیں ابھی نہ اٹھو۔ تمہاری طبیعت کچھ خراب معلوم ہو رہی ہے۔ چہرہ اتر
گیا ہے۔ آنکھیں خشک ہو گئیں ہیں۔ اور پلکوں کے نیچے سیاہی نمودار ہو گئی ہے۔
مگر ہوا کیا ہے؟ بتاؤ تو سہی" یہ شیل کملا کے پلنگ پر بیٹھ گئی۔ اور اس کی گردن
میں بازو ڈال دئے اور محبت بھری آنکھیں اس کی آنکھوں ڈال دیں۔

کملا کا سینہ سرد آہوں سے بھر گیا۔ اس کے ضبط کا بند ٹوٹ گیا۔ اور آنسو
موسلا دھار بارش کی طرح برس پڑے۔ اس نے شیل کے کندھے پر سر رکھ دیا۔ اور
اس کا آنچل اپنے آنسوؤں سے بھگونے لگی۔ شیلا کا منہ جیسے کسی نے بند کر دیا ہو۔ وہ
بالکل خاموش رہی۔ مگر بہت زور سے اس نے کملا کو اپنی چھاتی سے لگا لیا۔ اور
اس کے سر پر شفقت آمیز ہاتھ پھیرنے لگی۔

آنسو نکل جانے سے کملا کے دل کا بوجھ ہلکا ہوا تو اس کے حواس بجا ہو گئے۔ اس
نے جلدی سے اپنے آپ کو شیلا سے چھوڑا لیا۔ اور آنسو پونچھ کر کھل کھلا کر
ہنس پڑی۔

"بس بس اب اس ہنسنے سے کام نہ بنے گا۔ میں نے بہت سی نوجوان لڑکیوں
کو دیکھا ہے مگر تم تو میرے لئے ایک کرشن بن گئی ہو۔ کیا تم سوچ رہی ہو کہ اب مجھ سے
کچھ پوشیدہ رکھ سکو گی۔ مگر یہ ہو نہیں سکے گا ——— اچھا بتاؤ کیا الہ آباد
سے رمیش بابو کا کوئی خط نہیں آیا۔ اس لئے ناراض ہو گئی ہو؟ یہ تمہاری غلطی
ہے۔ وہ وہاں کام پر گئے ہیں۔ ایک دو دن میں آ جائیں گے۔ اگر زیادتی کام کی
وجہ سے انہیں فرصت ہی نہ ملی ہو۔ تو؟ پھر غصہ کیسا؟ یہ جھوٹ موٹ
روٹھنا میرے پسند نہیں۔ تم دل میں خیال کر رہی ہو گی۔ کہ میں
انہیں کبھی معاف نہ کروں گی۔ یہی بات ہے نا۔ بولو سچ
سچ بتاؤ"

"ہاں تم سچ کہہ رہی ہو"

"واہ اتنی بات پر یہ اودھم ——— اچھا شرط لگاؤ آج ——— ؟"

شیل کملا کی گالوں پر محبت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی۔
کل صبح بات چیت کے بعد ہی بابا جی نے اپنے پتا کو خط لکھا تھا جس کا مضمون یہ ہے۔

"آج تک رمیش بابو کا خط نہیں آیا۔ اس لیے کملا کچھ اداس سی رہتی ہے وہ نئی نئی اس دیس میں آئی ہے دور سے وہ اسے خط نہیں لکھتے۔ تیرے گاتے گاتے چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ اب وہ آگ میں جل رہی ہے ان کا الہ آباد کا کام کیا ختم نہیں ہوا۔ دنیا کے کام تو کبھی ختم ہی نہیں ہوتے۔ مگر دو حروف لکھ دینے میں حرج ہی کیا ہے۔"

اور چکرورتی نے رمیش سے مل کر خط اسے دے دیا تھا۔

رمیش کا دل کملا کی طرف کچھ ملا تھا۔ مگر ساتھ ہی ایک دلی بے چینی بھی پیدا ہو گئی۔ اس لیے اس نے عزم کیا تھا کہ اب الہ آباد سے واپس نہ جاؤں گا۔ مگر جلدی ہی اسے وہ شیل کا لکھا ہوا خط مل گیا۔ اس سے بالکل صاف ظاہر تھا کہ کملا رمیش کے لیے بہت بے چین ہے۔ مگر ظاہری حیا کی وجہ سے خود خط نہ لکھ سکی۔

اب رمیش کے دماغ میں دو خیال پیدا ہوئے۔ پھر یک دم دونوں مل کر صرف ایک بن گیا۔

کملا مجھ سے پیار کرتی ہے۔ قدرت نے ندی کے ساحل پر دونوں کو لا پھینکا تھا۔ اب دونوں مل جل کر ایک ہو گئے ہیں۔"

یہی سوچ کر رمیش اسی وقت کملا کو خط لکھنے لگا۔

پیاری ——!

میں نے تمہیں آج خاص نام سے منسوب کیا ہے۔ مگر اس سے اپنے خیالات کو دوسری طرف نہ پھیر دینا۔ واقعی ہی میں تمہیں دنیا کی تمام چیزوں سے پیاری سمجھتا ہوں اور اسی لیے ایسے لکھ دیا۔ شاید کبھی تمہیں میری کسی بات یا بے زبانی لگی ہوئی ہو گی کو ٹھیس پہنچی ہو میرے اس خطاب سے شاید تمہارے تمام شکوک

رفع ہو سکیں۔ اور میں اس سے زیادہ تمہیں مخاطب بھی کس لفظ سے کر سکتا ہوں ہاں اب تک یہ اسلوک شاید تمہیں ناگوار گذرتا رہا ہو۔ اور تمہارا دل میری طرف سے بدظن ہوگیا ۔۔۔ تو مجھے کسی قسم کا اعتراض نہیں۔ ہاں آج میں تمہیں پیاری کہہ رہا ہوں ۔۔۔ بس! دنیا میں تم سے پیارا اس وقت کوئی نہیں۔ بس میرے تمام تصورات کی تلافی اسی ایک لفظ پیاری میں آگئی ہے

اگر میرے اس لفظ کی گہرائی کو سچائی تصور کرو۔ تو باقی کسی قسم کا شک تمہارے دل میں نہ رہے گا اور نہ ہی تم مجھ سے کسی قسم کا سوال ہی کرنے کا خیال کرو گی کیونکہ صرف ایک لفظ میں سب کچھ چھپ گیا ہے ۔۔۔ میرے دل کی تصویر ہے یہ ایک لفظ۔

اس محبت کے جواب میں تم نے کیا کیا ہے یہ میں تم سے دریافت ہی نہیں کرتا۔ اور نہ ہی میں اس گستاخی کا مرتکب ہی ہو سکتا ہوں ہاں میرے اس شاندار سوال کا جواب کسی نہ کسی دن تمہارے دل سے آکر میرے دل میں داخل ہو جائے گا۔ مجھے اس کا یقین ہے۔ مجھے تم پر جس قدر حق حاصل ہے اس کی بدولت میں ایسا کہہ رہا ہوں میں کوئی بہت لائق نہیں۔ ورنہ تو مجھے اپنے ہم پر ناز ہے۔ میری خواہش ضرور پوری ہوگی۔ جو محنت کرتا ہے اسے اس محنت کا پھل ملتا ہے

میں جو کچھ لکھ رہا ہوں ایک خواب سا معلوم ہو رہا ہے کئی بار خیال پیدا ہوا کہ خط کو پھاڑ کر پھینک دوں۔ مگر جو کچھ دل میں ہے اسے تختۂ کاغذ پر لانا مشکل ہی نظر آتا ہے۔ خط آدھی ملاقات کا نام ہے۔ جب ایک لکھے اور دوسرا جواب نہ دے۔ تو اس کے یہ باتیں لکھنا فضول سا ہوتا ہے۔ کیا ہی اور پیش میں جب وقت بیت جائے گی۔ کوئی بھی فرق نہ رہے گا۔ تب میں تمہیں اصلی خط لکھ سکوں گا

مقابل کے دونوں دروازے چوپٹ ہونے سے بغیر کسی رکاوٹ کے ہوا آر پار ہو سکتی ہے۔

کملا! پیاری کملا!! تمہارا دل کب دیکھ سکوں گا؟

مگر ان سب سوال و جواب کا فیصلہ ابھی جلدی نہیں ہو سکتا۔ آہستہ آہستہ سب ہو جائے گا۔ حیران ہونے کی ضرورت نہیں۔ جس دن تمہیں یہ خط ملے گا۔ اس کے دوسرے دن میں خود تمہارے پاس غازی پور پہنچ جاؤں گا۔ اور خواہش ہے کہ تمہیں اپنے نئے مکان میں دیکھوں۔ اس فضول کشمکش میں کافی وقت ضائع ہو گیا ہے۔ اور اب میں اپنا وہ چٹان ایسا مضبوط استقلال قائم نہیں رکھ سکتا۔ جب غازی پور پہنچوں گا۔ اپنے من مندر کی دیوی کا درشن کروں گا۔ میرا خیال ہے شاید اس دن دوسری بار میری اور تمہاری محبت کی پیاسی آنکھیں پریم اور خوشی کی بارش سے سیراب ہو جائیں گی۔ اور پھر تا زیست ان میں تبدیلی نہیں آ سکتی۔

شاید تمہیں یاد ہوگا جب پہلی بار ہماری آنکھیں چار ہوئی تھیں گنگا ندی کے کنارے ریت کے سمندر پر۔ پر فضا چاندنی میں ماں باپ۔ بہن۔ بھائی وغیرہ رشتہ دار۔ گھر۔ دیوار۔ چھت غرض وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ اور آج وہ واقعہ جیسے خواب سا ہو گیا ہے۔ اس کی صرف ایک دھندلی سی یاد باقی دماغ میں رہ گئی ہے اس لئے اب ایک بار پھر تمہیں نشیلی نگاہوں سے گھر کی چار دیواری میں ملنے کی تمنا رکھتا ہوں۔

گاڑی سے اترتے ہی صبح مکان کے دروازے پر تمہاری دلفریب مسکراہٹ کو اپنے دل کی گہرائیوں میں جذب کر لوں گا پہلے جب ملاقات ہوئی تھی تب تمہارا چہرہ سنجیدہ تھا۔ مگر اب تبسم سے شگفتہ دیکھنا

چاہتا ہوں تمہاری درگاہ جس میں مہمان کی صورت میں نیاز مند ہوں مجھے واپس لوٹنے نہ دینا۔ ذرا اپنے کرم کی بارش سے مجھے آنچل میں ملانا۔

تمہارا اپنا — محبت کا پیاسا

رمیش

شیلجا نے غمناک کملا کو ذرا چولی کرنے کے لئے کہا۔ "میں اب تمہارے مکان پر نہ آیا کروں گی۔"

"جانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔"

"کیا مکان آراستہ ہو گیا ہے؟"

"ہاں بالکل۔"

شیل چلی گئی اور کملا پھر اپنے خیال میں غرق ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد شیل نے پھر آ کر کہا۔

"تمہیں ایک چیز دوں — کیا انعام دو گی؟"

"میرے پاس کیا ہے جو تمہیں دوں۔"

"کچھ بھی نہیں؟"

"نہیں۔"

شیل نے کملا کے گالوں پر ہلکا سا تھپیڑ لگا کر کہا — "جو کچھ تھا وہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ ایک شخص کے نذر کر دیا ہے۔ بتاؤ گی؟" یہ کہہ کر شیل نے آنچل سے ایک خط نکال دیا۔

لفافہ پر رمیش کے ہاتھ کا پتہ لکھا ہوا دیکھ کر کملا کا چہرہ اسی وقت زرد ہو گیا اس نے ذرا منہ پھیر لیا۔ کئی خیالات یک دم اس کے دماغ میں جمع آ ہوئے۔

"واہ اتنا غرور! اب زیادہ غرور کی ضرورت نہیں۔ بہت دیکھا ہے بڑا چھین۔ پڑھنے کے لئے دل بے چین ہو رہا ہے۔ غرور! اگر میں اس طرح نہیں دوں گی

کبھی نہیں۔ دیکھوں کب تک صبر سے کام لیتی ہو؟"

اتنے میں شیل کی لڑکی اُما دوڑتی ہوئی آئی۔ اس کے ہاتھ میں صابن تھا۔ کملا نے اس کو فوراً گود میں اٹھالیا۔ اور بار بار اس کا منہ چومتے ہوئے اسے کمرہ خواب میں لے گئی۔ اُما اس قید میں چلانے لگی۔ مگر کملا نے کسی طرح بھی نہ چھوڑا۔

شیل نے آکر کہا "میں ہار گئی۔ تمہاری جیت ہوئی۔ یہ لو دل ہی دل میں مجھے کیوں گالیاں دیتی ہو؟"

یہ کہہ کر اس نے بستر پر خط پھینک کر اُما کو کملا کی گود سے چھین لیا۔ اور چلی گئی لفافہ ہاتھ میں لے کر کملا نے اسے کئی بار الٹ پلٹ کر دیکھا ـــــ اس کے بعد کھول کر چار سطروں پر نگاہ ڈالتے ہوئے اس کا چہرہ لال ہو گیا۔ شرم سے خط پھینک دیا۔ اس روحانی چوٹ سے سنبھلنے کے بعد پھر اس نے خط زمین پر سے اٹھا کر مکمل پڑھا۔ اسے ایسا محسوس ہوا۔ کہ جیسے ہاتھ میں کوئی قیمتی چیز جلا جلا کر دیکھ رہی ہے۔ ایک بار پھر خط پھینک دیا۔ جو میرا شوہر نہیں۔ اسے تسلیم کر دل ہا کیا اسی خیال سے یہ خط بھیجا ہے۔ رمیش نے جان بوجھ کر میری یہ بے عزتی کی ہے۔

غازی پور آکر کملا نے رمیش سے جو اظہار محبت کیا تھا۔ کیا اسے اپنا شوہر سمجھ کر؟ رمیش اسی پر غور کرنے لگا۔ اسی نئے بے کس اور بے بس پر نظر کر کے یہ محبت آمیز خط لکھا تھا۔ اور غلطی سے کملا نے رمیش کے ساتھ جو محبت کا سلوک کیا تھا۔ وہ آج کیونکر واپس آ سکتا ہے ـــــ یہ شرم کی بات ایسی نفرت۔ کملا کی قسمت میں کیوں لکھی ہوئی تھی؟ اس دنیا میں پیدا ہو کر اس نے کس کے ساتھ کیا برا کیا ہے۔ اب شرم کملا کو لقمہ بنانے آموجود ہوئی وہ اس سے کیونکر بچ سکے گی؟ ـــ رمیش اس کے روبرو ایک خونی شکل میں آئے گا۔ کملا کو خواب میں بھی یہ خیال نہ تھا ـــــ محبت اور نفرت۔

اتنے میں دروازے کے پاس امیش نے پکارا۔ "اماں" کملا دروازے کے پاس آئی امیش نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔ آج مدھو بابو نے لڑکی کی شادی پر کلکتہ سے تھیٹر کرنے والوں کو بلایا ہے"

"تھیٹر دیکھنے جانا ہے؟"

"ہاں کل صبح کو کون سے پھول درکار ہیں؟"

"نہیں پھولوں کی کوئی ضرورت نہیں"

اور جب امیش جانے لگا تو کملا نے کہا "امیش تو جا رہا ہے۔ یہ پانچ روپے لیتا جا"

امیش حیران رہ گیا۔ تھیٹر سے پانچ روپے کا کیا تعلق ہے۔ یہ اس کی سمجھ میں نہ آیا۔ بولا "شہر سے کیا کچھ لانا ہے؟"

"نہیں کچھ نہیں۔ اپنے پاس رکھ لے کسی وقت کام آئیں گے"

خوش باختہ امیش جب چلا۔ تو کملا نے پھر اسے آواز دی "امیش تو یہی کپڑے پہن کر تھیٹر جائے گا۔ تو لوگ برا سمجھیں گے"

لوگ میرے کپڑوں کی بابت سوچیں گے۔ اس کی امیش کو امید نہیں تھی۔ اسی وجہ سے اس نے کوئی خیال نہ کیا تھا۔ کملا کے اسی سوال پر وہ صرف کسی قدر مسکرا دیا۔ کملا نے صندوق سے ساڑی کے دو جوڑے نکالے اور امیش کو دیکھ کر کہا۔ "اسے پہن لو" "دونوں کنارہ دیکھ کر امیش بہت ہی خوش ہوا۔ اور کملا کے قدموں کو بوسہ دے کر اس کی طرف نہایت احسانمندانہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ اس نے اسی خوشی کی ہنسی کو روکنے کی ہر چند کوشش کی۔ مگر کامیاب نہ ہوا۔ امیش کے جانے پر وہ اپنے آنسوؤں کو پونچھ کر کھڑکی کے پاس چپ چاپ آ کھڑی ہوئی۔ پیمانہ ضبط لبریز ہو چکا تھا۔

اتنے میں شیلا آ گئی "کملا مجھے اپنا خط دکھاؤ گی"

کملا سے شیلجا کی کوئی بات پوشیدہ نہ تھی۔ اسی لئے موقعہ دیکھ کر وہ خط دکھنے

کے لئے مانگا تھا۔"

"دیکھو تو یہ کیا ہے" نرس نے کہہ دیا۔ کہ میز پر رکھا ہے۔ پڑھ لو شیل نے سوچا۔ اب تک اس کا غصہ کم نہیں ہوا۔ وہ خط شیلی نے پڑھا۔ اگرچہ وہ محبت کے رس میں ڈوبا تھا۔ تاہم اس نے سوچا۔ کیا اپنی بیوی کو لوگ اس قسم کے خط لکھتے ہیں۔ کیسا عجیب خط ہے "کملا کیا تمہارا خاوند ناول نویس ہے؟"

شوہر کے الفاظ سنتے ہی کملا کا تمام جسم شرم سے کانپ اٹھا۔ بولی "معلوم نہیں"

تو آج اپنے مکان میں جاؤ گی؟

کملا نے سر کے اشارہ سے ہاں کہہ دی۔

"میں شام تک تمہارے ساتھ رہ سکتی تھی مگر جانتی ہو کہ آج نرسنگھ بابو کی بیوی آئے گی۔ بہتر ہے۔ کہ ماں تمہارے ساتھ رہے۔"

"نہیں ماں کے جانے کی ضرورت نہیں۔ نوکر تو وہاں موجود ہی ہیں۔"

"اس پر طرہ یہ کہ رمیش بابو بھی موجود ہیں۔ پھر خطرہ کیا!"

اما کہیں سے ایک پنسل اٹھا لائی تھی۔ اسی پر جہاں تہاں دیوار پر لکیریں بنا رہی تھی۔ اور کہہ رہی تھی۔ میں پڑھ رہی ہوں۔

شیل نے اسے کھینچ کر اپنی گود میں اٹھا لیا۔ مگر کملا نے کہا "کیا کرتی ہو۔ رہنے دو کیسے مزے کا کھیل ہو رہا ہے۔"

کملا کمرے میں گئی۔ صندوق کھول کر سونے کا ایک کنگن نکال کر اما کو پہنا دیا۔ کمسن لڑکی بہت خوش ہوئی۔ اور بہن کر ماں کے پاس ناچتی کودتی ہوئی گئی۔ شیلجا نے کہا "کملا تم کیسی ناداں ہو۔ ایسی قیمتی چیزیں لڑکی کے ہاتھ میں دیتی ہو۔"

"کنگن میں نے اما کو دے دیا ہے۔"

"کیا پاگل ہو گئی ہو؟"

"نہیں پاگل نہیں ہوئی اور نہ ہی اب واپس لوں گی۔ میرے سر کی قسم ہے اسے تڑوا کر اما کے گلے کا ہار تیار کروا دینا۔"

"تمہارے جیسی ناسمجھ لڑکی میں نے کہیں نہ دیکھی تھی"۔ یہ کہہ کر اس نے کملا کو جوش محبت میں گلے لگالیا۔

کملا نے کہا "نہیں! یہاں بڑے سکھ میں تھی۔ آج جا رہی ہوں۔ اس زندگی میں میں نے ایسا سکھ کبھی نہیں پایا"۔ کملا کی آنکھوں سے آنسوؤں کی دھارا بہ نکلی۔

شیلجا نے اپنے آنسوؤں کو روک کر کہا "کملا تو کہیں بہت دور تو نہیں جا رہی ...... جو سکھ تھا وہ میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ کملا اب تو تیری تمام رکاوٹیں جاتی رہیں۔ سکھ سے اپنے محل میں راج کرو گی تمہیں اس مصیبت سے نجات ملی۔"

روانگی کے وقت کملا سے شیل نے کہا۔ "کل دوپہر کو تمہارے گھر آؤں گی۔"

مگر کملا بالکل خاموش رہی۔

گھر جا کر کملا نے دیکھا امیش آگیا ہے۔ کملا نے کہا۔ کیا تھیٹر دیکھنے نہ جاؤ گے؟

"تو کیا آپ اکیلی رہیں گی؟"

"میرا فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ تو تھیٹر دیکھنے چلا جا۔ دیر نہ کر۔"

"ابھی تھیٹر شروع ہونے میں کافی دیر ہے۔"

"شادی کا گھر ہے خوب دھوم دھام ہوگی۔ جانا ہے تو دیر نہ کر۔"

چچا جی کے آنے پر تو ــــــــــ "

اتنا کہہ کر وہ پھر حوصلہ نہ کر سکی کہ بات کو کس طرح ختم کروں۔ امیش "ہاں" کہہ کر کھڑا رہا۔ کملا نے تھوڑی دیر تک سوچ کر کہا۔ "وہ تمہیں پیار کرتے ہیں تمہیں جب کسی چیز کی ضرورت ہو، میرا نام لینا۔"

امیش خاک بھی نہ سمجھ سکا۔ صرف "بہت اچھا" کہہ کر چلا گیا

بعد دوپہر دوسرے ملازم نے دریافت کیا "ماں جی کہاں جا رہی ہو؟"

کملا نے جواب دیا "گنگا اشنان کرنے جاتی ہوں۔"

میں بھی ساتھ چلوں ؟"

"نہیں، تم گھر کی حفاظت کرو" یہ کہہ کر کملا نے اسے ایک روپیہ دیا اور خود گنگا کی طرف روانہ ہو گئی۔

دوپہر کا وقت تھا۔ آسمان سے سورج انگارے برسا رہا تھا ——

بابو آنند چرن چائے پینے کی غرض سے نلنی کو تلاش کر رہے تھے۔ پہلی منزل میں تلاش کے بعد دوسری میں آئے۔ ہر ایک کمرہ میں تلاش کیا۔ مگر وہ نہ ملی اور نہ ملی۔ شاید گھر موجود ہی نہیں۔ ملازم سے دریافت کیا گیا۔ تو معلوم ہوا وہ کہیں باہر نہیں گئی۔ بالآخر اسی پریشانی کی حالت اوپر چھت پر گئے۔

اس وقت کچھ کچھ ہوا چل رہی تھی۔ نلنی ایک نالی دار چادر کی چھت کے نیچے ہارمونیم بجا رہی تھی۔ آنند چرن کب پیچھے ... آکر کھڑے ہو گئے۔ اسے معلوم تک نہ ہوا۔ آخر جب انہوں نے پاس جا کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ چونک پڑی۔ جب باپ کے چہرے کی طرف دیکھا۔ تو شرم سے اس کی پیشانی سرد پانی سے تر ہو گئی۔ اس کا چہرہ لال ہو گیا۔ نلنی اٹھنے لگی تھی کہ بابو آنند چرن خود بیٹھ گئے۔ ایک سرد آہ کھینچ کر بولے "کاش —— تمہاری ماں زندہ ہوتی —— میں تمہارا بیاہ نہ کر سکا"

بوڑھے باپ کی زبان سے اس قسم کی رقت انگیز گفتگو سن کر نلنی جیسے گہرے پانی سے اوپر ابھر آئی۔ اور باپ کے منہ کی طرف دیکھنے لگی۔ اُف! محبت کیسا پریم اور پدرانہ شفقت چہرے سے عیاں تھی۔ ان چند دنوں سے انکا چہرہ بہت اتر گیا تھا۔ ان دنوں میں جو انقلاب کا دور دورہ تھا۔ وہ کسی نہ کسی طرح اس کا تمام بوجھ خود پر برداشت کر رہے تھے۔ زخم خوردہ دل سے نلنی کی یاد ایک لمحہ بھی فراموش نہ ہوتی تھی۔ وہ دل کو تسکین دیتے ڈھارس بندھاتے مگر سب بے سود کبھی کبھی انہیں خیال ہوتا کہ شاید مجھے لڑکی سے

زیادہ محبت نہیں۔

یکایک آج تمام باتیں نلنی کے روبرو سورج کی روشنی کی طرح چمک اٹھیں تھوڑی دیر کے لیے اس کے دل سے تمام غم کا پہاڑ اٹھ گیا۔ اور وہ اپنے آپ لعنت ملامت کرنے لگی "کہ ایسے شفیق باپ کو میں تنگ کر رہی ہوں مجھے یہ واجب نہ تھا"

دنیا اس کی نظروں میں تاریک ہو گئی۔ مگر چشم زدن میں اسے بھی شرم محسوس ہونے لگی۔ کیونکہ جن خیالوں کی دنیا وہ برباد کرنا چاہتی تھی۔ وہ اس کے سامنے پھر رنگین صورت میں نمایاں طور پر نظر آ رہی تھی۔ آخر بولی۔

"کیا آپ کی طبیعت کچھ خراب ہے پتا؟"

ادھر بھی حال ہی پوچھا جا رہا ہے۔ مگر یہاں کئی دنوں سے آنند بابو کی حالت ہی دگرگوں تھی۔ حواس باختہ تھے۔ دماغ مشوش تھا۔ فہم سب کچھ بھول گیا تھا۔ جیسے ——— مگر پھر بھی بولے۔

"نہیں بیٹی ——— میری صحت بالکل درست ہے۔ مگر تمہیں اس حالت میں دیکھ کر ضرور پریشان ہو رہا ہوں۔ میں تو عمر کھا ہی چکا ہوں۔ پھر فکر کیسا۔ مجھے صرف تمہارا خیال ہے" ——— نلنی کی پیٹھ پر محبت سے ہاتھ پھیرنے لگے۔

"پتا جی جب ماں سرگ سدھاری تھیں میری عمر کتنی تھی؟"

"صرف تین برس کچھ کچھ باتیں کرنے لگی تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ تو نے مجھ سے پوچھا تھا۔ "ماں کدھر گئی؟" اور میں نے جواب دیا تھا کہ وہ اپنے پتا کے پاس چلی گئی ہے۔ اور اب واپس نہ آئے گی۔ کیونکہ تمہاری پیدائش سے پہلے ہی اس کے پتا بھی سرگ چلے گئے تھے۔ اس لیے تو ان کو جانتی تک نہ تھی۔ میری بات سن کر تو خاموش ہو گئی۔ اس وقت تیری بلا جانے موت وحیات کیا چیز ہوتی ہے

"مجھے کچھ کچھ یاد ہے۔ کہ دوپہر کے وقت وہ بستر پر لیٹ کر کتاب پڑھتی تھیں اور میں اسے چھینا چاہتی تھی۔"

اس کے بعد وہی سلسلہ جاری رہا۔

ماں کیسی تھی؟ اس کی باتیں کیسی تھیں؟ کیا کام اچھی طرح کر سکتی تھی؟ وغیرہ وغیرہ۔ انہیں باتوں میں سورج غروب ہوگیا۔ کلکتہ کے بارونق بازاروں میں بہت شور و غل تھا۔ جو مکھیوں کی بن بناہٹ سے مشابہ ان کے کانوں تک پہنچ رہا تھا۔ کمرے کی چھت پر باپ بیٹی بیٹھے ہوئے غروب آفتاب کا نظارہ دیکھنے میں محو تھے۔ دونوں کی آنکھیں آب گوں تھیں۔

اتنے میں سیڑھیوں پر پاؤں کی آہٹ معلوم ہوئی۔ دیکھا جو تو جگندر تھا۔ دونوں کھڑے ہوگئے۔ اس نے آتے ہی ایک تیز بھانپنے والی نظر سے دونوں کو دیکھا ——— دیکھتے ہی سمجھ گیا۔ کہ نلنی آج کل بہت اداس رہتی ہے۔ اس کی حالت اچھی نہیں۔

جگندر کھڑا رہ گیا۔ ہر وقت رنج و مصیبت سے اس کی طبیعت میں ایک تلاطم بپا ہوگیا تھا۔ اگر بازار نکلتا تو لوگ انگلیاں اٹھاتے تھے۔ جو جگندر کے لئے ناقابل برداشت تھا۔ اگر کوئی نلنی کی بابت دریافت کرتا تو وہ کہہ کر ٹال دیتا۔ انگریزی تعلیم کا نتیجہ یہی ہوتا ہے۔"

دوسری طرف نلنی سوچتی تھی۔ اگر مجھے رمیش نے چھوڑ ہی دیا ہے تو مجھے کیا ہے۔ میں کیوں غمگین رہوں۔

اس لئے وہ آج خوب دلیری سے اپنا دل سنبھال کر بیٹھی تھی۔

جگندر کے چیں بچیں ہونے سے انندچرن نے جلدی سے کہا "میں نلنی کے ساتھ باتیں کر رہا ہوں۔ اور اسی لئے یہاں اوپر چھت پر بیٹھے ہیں۔ اور کوئی بات نہیں ہے۔"

"چائے کی میز پر کیا باتیں نہیں ہوتیں۔ خبر نہیں آپ کو کیا ہوگیا ہے۔ اسے

کب تک گھر بٹھا رکھیں گے ؟"

ہیم نلنی چونک اٹھی "کیا اب تک چائے نہیں پی ؟"

جگندر "چائے کوئی شاعر کا تخیل تو ہے نہیں۔ جو شام کے قریب غروب آفتاب کی الوداعی روشنی سے بھر جائے۔ چھت کے کونے میں بیٹھنے سے چائے کا پیالہ کیسے بھر سکتا ہے۔ سب باتوں کو دوہرانا پڑتا ہے۔"

آنند چرن نے جلدی سے کہا۔ "میں آج چائے پینا نہیں چاہتا۔"

"تم سب کے سب تپسوی ہو جاؤ گے۔ میری کیا حالت ہو گی ؟"

"نہیں! تپسیا کی بات نہیں۔ کل رات مجھے اچھی نیند نہیں آئی۔ اس لئے دیکھتا ہوں۔ کہ اگر چائے نہ پیوں۔ تو کیسی طبیعت رہے گی ؟"

جگندر نیچے چلا گیا۔ نلنی اور آنند چرن بابو بھی اتر آئے۔ اکشے پہلے ہی موجود تھا سب مل کر چائے پینے لگے۔

جگندر نے قفل خاموشی توڑا "نلنی! جو ہونا تھا ہو چکا۔ اب چھپانا درست نہیں۔"

اب جتنا ہو جائے گا۔ مجھے اتنا ہی پریشان ہونا پڑے گا۔ مجھے اس تذکرہ سے شرم محسوس ہوتی ہے۔ اب تو اس سے بہتر ہی ہے کہ ان باتوں پر خاک ڈالو ورنہ ہم کتنے آدمیوں کا منہ بند کر سکتے ہیں۔ لوگ کیا کیا کہیں گے۔"

"میں تپاجی کے ساتھ دو چار مہینے کے لئے پچھم کی طرف تفریح کے لئے جاؤں گی تب تک سب ختم ہو جائے گا۔"

"مگر فائدہ کیا ہو گا۔"

یک دم ہیم نلنی کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں اس نے اپنے آنسو پونچھ کر کہا۔ "مجھے کیا کرنا ہو گا۔ بتاؤ۔"

"جتنی جلدی شادی ہو جائے بہتر ہے۔"

نلنی خاموش بیٹھی رہی۔ جگندر سے نہ دیکھا گیا۔ پھر بولا "بات کو ناحق بڑھا رہی

ہو۔ تمہاری شادی میں جو جھگڑے ہوئے ہیں کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ایسا ہوا کرتا ہے۔ اگر کوئی بات ہو گئی ہے۔ تو اس کی صفائی بھی ہو سکتی ہے۔ ابھی بگڑا ہی کیا ہے۔ ہر بات کو طول دینے سے کام نہ چلے گا۔ کیا تمام عمر سنیاسی بن کر چھت پر بیٹھے ہوئے آسمان کی طرف دیکھتی رہو گی۔ اور خیالی تصویر کی پوجا کرتی رہو گی۔ لوگوں کے سامنے اس ادھیڑ پن میں پڑے رہنے سے تمہیں شرم نہیں آتی؟ گو میں تو پانی پانی ہوا جاتا ہوں۔ تشریف گھروں میں اس شاعرانہ خیال سے کام نہیں چل سکتا۔"

عام لوگوں کی نظر میں یہ شرم کی بات ہے۔ ہیم نلنی کا دل پہلے ہی زخمی تھا۔ اس پر نمک چھڑکا گیا۔ وہ تڑپ اٹھی اور جھنجلا کر بولی "میں کب کہتی ہوں سنیاسی رہوں گی اور شادی نہ کروں گی؟"

"تو پھر کرو۔ اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ دنیا میں تمہیں سورگ کی طرح آنند ملے تو امید نہ رکھنا۔ پھر تو سنیاسی ہی ہو گی دنیا میں اپنی خواہش کے مطابق کتنی چیزیں ملتی ہیں۔ یہ تو تم اچھی طرح سمجھ سکتی ہو جو ملتی ہیں۔ دل کو اسی کے مطابق بنانا ہوتا ہے۔"

"تم مجھ سے اس قدر کرخت باتیں کیوں کرتے ہو۔ میں تو منتخب کے بارے میں کوئی بات منہ سے نہ نکالوں گی۔"

"تم نے نہیں کہا۔ مگر میں تو سمجھ رہا ہوں۔ کہ ہر وقت تم اپنے خیر خواہ اشخاص پر خفا رہتی ہو۔ جس شخص نے ہر وقت ہمارا ساتھ دیا ہے میں اسے چاہتا ہوں محبت کرتا ہوں۔ تمہیں سکھی دیکھنے کے لئے میں اپنی جان تک قربان کر سکتا ہوں۔ اگر تم چاہو تو ایسے شخص کو تلاش کر سکتا ہوں۔ مگر شاعرانہ تخیل کی تردید مجھ سے نہ ہو سکے گی۔"

ہیم نلنی اٹھ کھڑی ہوئی۔ بولی "مجھ سے ایسی باتیں نہ کرو۔ پتا جی جو کہیں گے میں کروں گی۔ اگر انکار کروں اس وقت تم یہ باتیں کہنا۔"

"بہن ناراض نہ ہو۔ میری حالت سخت پریشان ہے۔ دماغ چکرا گیا ہے اسی وجہ سے جو منہ میں آتا ہے۔ کہہ جاتا ہوں۔ میں کیا بچپن سے تمہیں پیار نہیں کرتا۔ میں جانتا ہوں۔ تم باحیا لڑکی ہو۔ اور پتا جی سے تم کتنی محبت کرتی ہو۔ یہ بھی مجھے معلوم ہے۔"

یہ کہہ کر جگندر آنند چرن کے کمرے میں چلا گیا۔ آنند چرن سن رہے تھے۔ کہ جگندر اپنی چھوٹی بہن کو خوب سخت باتیں سنا رہا ہے۔ وہ اس کمرے میں آنا ہی چاہتے تھے کہ جگندر وہاں پہنچ گیا۔ اور بولا "میں نے بہن کو شادی کرنے پر راضی کر لیا ہے۔ وہ اکشے بابو سے شادی کرنے کے لیے تیار ہے مگر آپ کو ایک بار کہنا ہوگا۔"

"مجھے کہنا ہوگا۔"

"آپ نہ کہیں گے تو کون کہے گا ــــ؟ اور وہ کس کی سنے گی؟ اچھا اگر آپ اپنے منہ سے کہتے ہوئے تامل کرتے ہیں۔ تو مجھے حکم دیں۔ کہ میں آپ کی طرف سے کہہ دوں۔"

"نہیں میں خود ہی کہہ دوں گا۔"

"میرے خیال میں اسی وقت اس کے کمرے میں چلنا چاہیے۔"

آنند بابو اٹھ کر چلے گئے۔

باپ بیٹی میں کافی دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ اس کے بعد آنند چرن جگندر کے کمرے میں گئے۔

جگندر "میرا خیال ہے مان گئی ہوگی۔"

"ہاں ماننے میں ہرج ہی کیا تھا۔"

"کیا اکشے کو کہہ دیا جائے۔"

"نہیں ابھی اسے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ چند دن تک جب میں حکیم سے واپس آ جاؤں گا۔ تب دیکھا جائے گا۔"

جگندر نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور چلا گیا۔ اور سیدھا اکشے کے مکان پر پہنچا۔ وہ اس وقت ایک انگریزی کتاب سے اکوانٹی سیکھ رہا تھا۔ جگندر نے کمرے میں داخل ہو کر کہا "یہ سب پھر کرنا پہلے اپنی شادی کے متعلق بات کرلو۔"

"کہو کیا بات؟"

کافی دیر تک دونوں آپس میں باتیں کرتے رہے۔

باب ۱۱

ڈاکٹر نلنی کانت

دوسرے دن

صبح کا وقت تھا۔ آسمان پر کہیں کہیں بادل کے ٹکڑے نظر آتے تھے۔ ٹھنڈی عطر بیز ہوا خرام ناز تھی۔

ایک کمرے میں ہیم نلنی۔ آنند بابو اور جگندر بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں اکشے بابو بھی آگیا۔ چائے پی کر ہیم نلنی اپنی کتب کی الماری کے پاس گئی اسے کھولا۔ ایک کتاب بہت عمدہ جلد والی رکھی تھی۔ وہ ششدر رہ گئی۔ اس کا چہرہ کاغذ کی طرح سفید ہو گیا۔ کیونکہ وہ بالکل نئی کتاب اس کی نظر سے گذری نلنی نے اسے اٹھایا پہلا صفحہ دیکھا تو لکھا تھا۔

"شریمتی ہیم نلنی کی نذر"

اکشے کمار

اسی وقت کتاب ہیم نلنی کے ہاتھ سے گر پڑی۔ اور اسے اٹھائے بغیر ہی

لاپرواہی سے اسے اپنے پتاکی طرف دیکھ کر کہا۔
"پتا جی آؤ چلیں"
دونوں کمرے سے باہر نکل گئے۔ اس حالت کو دیکھ کر جگلندر کی آنکھوں سے آگ برسنے لگی۔ اس نے لرزتی ہوئی زبان سے کہا "میرا اب یہاں رہنا درست نہیں۔ مجھے سب خیال چھوڑ دینے پڑیں گے۔ میں کہیں سکول ماسٹر ہی ہو جاؤں تو بہتر ہے۔"
اکشے نے کہا "بھائی بے فائدہ ناراض ہوتے ہو میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ ملنی کا خیال میری طرف نہیں۔ اس لئے میں نے یہ خیال ہی چھوڑ دیا تھا۔ تم بھی چھوڑ دو۔ اصل بات تو یہی ہے۔ کہ وہ جس طرح رنجش کو بھلا سکے۔ ایسی تجویز کرو۔"
"تم ہی بتاؤ"
"میرے علاوہ دنیا میں شادی کے قابل اور بہت شخص موجود ہیں کوئی اچھا لڑکا تلاش کرو"
"مگر آسانی سے یہ کام کیسے ہوگا"
"لڑکا تو میں بتا سکتا ہوں۔ مگر جلدی بازی سے کام نہ کرنا نہیں تو سب مٹی میں مل جائے گا۔ آہستہ آہستہ سب ٹھیک ہو جائیگا۔ پھر موقع اور ساعت بھی مقرر ہو جائے گی۔"
"نام تو بتاؤ"
"میں اچھی طرح تو نہیں جانتا۔ مگر دیکھا ضرور ہے۔ ڈاکٹر ننی کانت"
"ننی کانت؟"
"گھبرا کیوں گئے۔ برہم سماج میں وہ بدنام ہو گئے ہیں۔ تو کیا ہوا"
"میں ایسا لڑکا کبھی نہ جانے دوں گا۔ مگر ملنی کا ننی سے شادی کرنے پر تیار ہو جائے گا۔ امید نہیں"

جلدی نہیں کہا جا سکتا۔ سنا ہے کل ڈاکٹر نلنی کانت کا لکچر ہے۔ نلنی کو لے جاؤ وہ بہت عمدہ تقریر کرتا ہے۔ اس کا ہر لفظ دل میں داخل ہو جاتا ہے۔"

"مگر ڈاکٹر نلنی کے حالات کیسے ہیں؟"

اگلے کو نلنی کانت کے حسب نسب کا پتہ مل گیا۔ کہ اس کے باپ کا نام راج بلبھ تھا۔ جو فیروزپور میں ایک زمیندار تھے۔ تیس برس ہوئے تو وہ برہمو سماج میں داخل ہو گئے۔ جہاں ان کا پریم ایک بیوہ سے ہو گیا۔ باوجودکہ گھر کے تمام افراد منع کرتے تھے۔ لیکن انہوں نے کسی ایک کی نہ سنی وہ استری اور پتر کو چھوڑ کر اسی بیوہ سے رنگ رلیاں منانے لگے۔

اس کے بعد نلنی کانت کی ماں مگر وہ کرسوکن ڈاہ برداشت نہ کر سکتی تھی۔ اس لئے اس نے کاشی جانے کی من میں ٹھان لی۔ نلنی کانت ان دنوں میں رنگ پور ڈاکٹر تھے۔ انہوں نے آکر کہا ماں میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا۔

"بیٹا۔ میرے ساتھ جا کر تو خواہ مخواہ تکلیف میں کیوں مبتلا ہونا چاہتا ہے"

"نہیں ماں میں آپ کی سیوا کرنے کے لئے ضرور جاؤں گا"

ماں کو سکھی کرنے کے لئے انہوں نے مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ اس نے رنگ پور کا کام چھوڑ کر کاشی کام کرنے کا عہد کیا۔

"کیا بہو لانے کی خواہش نہیں جو میرے ہمراہ تیار ہو گئے ہو"

"اس مصیبت میں...... بیوی کی کیا ضرورت"

"بیٹا کیا تم نے میرے لئے سنیاس دھارن کر لیا ہے۔ آہ تم نے سب کچھ چھوڑ دیا"

میں یہ ہرگز برداشت نہیں کر سکتی۔ کہ تیری خوشی میں رخنہ انداز ہوں۔ آخر ماں کے اصرار سے تنگ آ کر نلنی کانت شادی کرنے کے لئے کہہ دیا۔ اچھا ماں میں تیری مرضی کے مطابق شادی کر کے اسے تمہاری خدمت کے لئے سپرد کر دوں گا۔

اس کے بعد نلنی کانت ڈاکٹر بنگال میں لڑکی تلاش کرنے چلے گئے۔ حسب خواہش ایک ہیم رڑکی سے شادی کا پربند ہو گیا۔ مگر شادی کے بعد اچانک ہی کچھ ایسے واقعات رونما ہوئے۔ کہ میاں بیوی کی جدائی ہو گئی۔ مگر کئی شک کرتے ہیں کہ ڈاکٹر نے لوفت بیاہ انکار کر دیا تھا۔

خیر کچھ ہو اکشے کا خیال تھا۔ کہ اب نلنی کانت یہاں جب جائے گا شادی کرے گا۔ ماں ہرگز اس میں رکاوٹ پیدا نہ کرے گی۔ ان خیالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اکشے نے ہیم نلنی اور نلنی کانت کی ملاقات کروا کر بے تکلفی پیدا کرو لنے کا دچار ظاہر کیا۔ تب پھر ہیم نلنی اپنی خداداد قابلیت سے ڈاکٹر کو بس کرنے گئی۔

اکشے کے چلے جانے کے بعد جگندر اوپر آیا۔ دیکھا کہ بابو آنند چرن اور ھیم نلنی بیٹھے باتیں کر رہے ہیں۔ جگندر کو دیکھ کر آنند چرن شرمندہ سے ہو گئے۔ مگر اس شرمندگی اور شام کے وقت کی ناراضگی کو دور کرنے کی خاطر کہنے لگے۔ "آؤ جگندر بیٹھو۔"

"بابو جی آپ نے تو گھر سے باہر پاؤں رکھنا ہی ترک کر دیا ہے۔ باپ بیٹی دونو رات دن بیٹھے کون سی کھچڑی پکاتے رہتے ہو۔ اتنی ہر وقت کی سوچ بچار اچھی ہے۔"

"کیا کروں" "نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن" اگر کہیں جاتا ہوں تو ھیم نلنی روک دیتی ہے۔"

ہیم نلنی! بابو جی مجھے کیوں قصوروار قرار دے رہے ہو۔ بھلا اب میں نے آپ کے جانے میں رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش بھی کی ہے" ہیم اپنی عادت سے مجبور ہو کر فوراً ثبوت بہم پہنچانے کو بجسو ہو گئی۔ مگر جگندر نے رستے میں بات کا رخ بدلنے کی خاطر کہہ دیا۔ "بابو جی کل لیکچر ہے۔ وہاں ہیم کو بھی ہمراہ لے جانا۔"

بابو آنند چرن خوب جانتے تھے۔ کہ ہیم نلنی بھیڑ بھاڑ سے بہت گھبراتی

ہے۔ اس لئے خود جواب دینے کی بجائے ہیم کی طرف دیکھنے لگے۔

ہیم نلنی نے یکایک ایک غیر معمولی حوصلہ دکھا کر کہا "واہ جی واہ بھلا معلوم ہے کس کا لیکچر ہوگا؟"

جگندر: "ڈاکٹر نلنی کانت کا۔"

آنند موہن: "نلنی کانت!"

"جی ہاں اُن کی تقریر نہایت موثر اور زوردار ہوا کرتی ہے۔ علاوہ ازیں ان کی پاکیزہ زندگی کا زبردست تیاگ ایک بے مثال استقلال قابل غور ہے۔ ایسے تیاگ مورتی انسان آپ کو لوگوں کو خال خال ہی نظر آئیں گے۔"

یہ سن کر ہیم نلنی بھی اصرار کرنے لگی۔ "باوجی ضرور چلو پھر تو ان کے زریں لیکچر سے ہمیں ضرور فیض یاب ہونا چاہئے۔"

بابو آنند موہن یہ سن کر بہت خوش ہوا۔ من ہی من میں کہنے لگا کہ ہیم نلنی اسی طرح اپنے دل کو بہلانے لگ جائے۔ تو اس کی صحت بہت جلد درست ہو سکتی ہے اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے کہنے لگے "اچھا جگندر کل ہم لوگ ضرور لیکچر پر چلیں گے۔ نلنی کانت کے متعلق آپ کو جتنی واقفیت ہے۔ ہمیں بھی بتا دو۔"

جگندر: "بابو جی نلنی کانت ڈاکٹر ہے۔ بچارے نے ماں کے سکھ کی خاطر اپنی ہونہار کو اور سکھ کو قربان کر دیا ہے۔ کانشی میں رہ کر ہر وقت بھگوان کے سروپ میں مگن رہتے ہیں۔ ان جیسا تو زمانہ چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا۔ کہو ہیم تمہارا کیا خیال ہے۔"

ہیم نلنی: "میں آپ سے ہر طرح متفق ہوں۔"

جگندر: "میں یہ پہلے ہی جانتا تھا۔ کہ تمہارے خیال ان کے متعلق مجھ سے بھی بہتر ہیں۔"

آنند بابو نے محبت بھری نگاہوں سے ہیم کو دیکھا۔ ہیم نلنی کے چہرے پر شرم کی سرخی دوڑ گئی۔

وقت مقررہ پر ہم نلنی اور بابو آنند چرن کو ساتھ لے کر جگلندر ہال میں پہنچ گئے۔ لیکچر ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ بمشکل تمام کوشش کر کے ایک جگہ بیٹھے۔ چند منٹ کے بعد ڈاکٹر بسنی کانت تالیوں کی آواز سے سٹیج پر کھڑے ہوئے۔ بابو آنند چرن اس کے چہرے پر ٹکٹکی باندھے دیکھتے رہے۔ سوچے اس عمر میں ایسے پُر خیال چہرے پر روحانیت کی جھلک متانت و سنجیدگی پر جلال چہرہ خوبصورتی غرضیکہ ہر بات مناسبت سے بڑھ کر تھی۔

بابو آنند چرن ان ہی باتوں کو دیکھ دیکھ کر لٹو ہوئے جاتے تھے۔

ان کا لیکچر ایشور پراپتی پر تھا۔

تقریر

ایشور اناد ہی ہے۔ ہر جگہ براجمان ہونے کے علاوہ سرب شکتی مان ہے پربھو درشن کا راستہ اس کے گنوں کے دھیان اور [illegible] کرتے ہوئے ہمیشہ سچ پر قائم رہ کر اپنے سروپ کا چنتن کرتے رہنا۔ ایشور پراپتی کا ذریعہ ہوا کرتا ہے۔ کسی آتما کو دکھ نہ دینا۔

ہر دل کے لئے ہمدردی رکھنا۔ دکھیوں کے دکھ دور کرنے کا اپائے کرتے رہنے سے لوگ بھی سندر ہوتا ہے۔ دنیا میں رہتے ہوئے صرف اپنے ہی سکھ کی خاطر دوسرے کے گلے پر تند چھری پھیرنے والا انسان لوگ اور پرلوک میں ہمیشہ دکھ کا پیدا کرنے والا ہوا کرتا ہے۔ دنیا میں کوئی کسی کا ساتھی نہیں۔ جو کوئی دوسرے کی خاطر خواہ مخواہ دوسرے کو دکھ دیتا ہے اس کے بدلے کا بار ہمیشہ کرنے والے پر ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

اس کے بعد ایشور پراپتی میں ایک بھجن گایا گیا۔ اور جلسہ برخاست ہوا۔

بھجن

دیا پک ہے تو جہاں میں حاضر ہے ہر جگہ پہ
سب میں سما رہا ہے نرمل ہے نور تیرا
تب زبان تیری قدرت بلہاری تیری ادھمد
امرت پچکھا رہا ہے مجھکو سرور تیرا
تیرا ہی نام پیارا جیتا جہاں سارا
گن تیرے گا رہا ہے دل میں ہے نور تیرا
سب میرے دکھ ہٹا دے خودغرضی کو مٹا دے
خدمت میں آ رہا ہے بندہ حضور تیرا

ہیم نلنی کے دل و دماغ میں، ڈاکٹر کی آواز ایک نئی گونج پیدا کرتی ہوئی آتما کو شانت کر رہی تھی۔ اس نے ایک منٹ کے لئے بھی اپنی آنکھیں دوسری طرف نہیں پھیری تھیں۔ وہ رہ رہ کر دل کی دھڑکن کو بند کرنے کی خاطر ہاتھوں سے دبا رہی تھی۔ لیکچر کے ختم ہونے کے بعد جگلندر نے اکشے کو کہا تم نے لڑکا تو عجیب ہی بنایا ہے۔ بھئی یہ تو سنیاسی ہے۔ بھلا یہ کسی لڑکی کو کیا سکھ پہنچا سکتا ہے۔ اس کے گلے ہیم کو مڑھنا سراسر بے انصافی ہے۔ اس کی آدھی باتیں تو میں سمجھ ہی نہیں سکا۔

ہیم نلنی کا مرض سوائے سنیاسی کے کون دور کر سکے گا۔

آج تک رمیش کا تصور اس کی جان کالاگو بنا ہوا ہے۔ اس کی حالت دیکھ کر میں نے یوگیہ انتظام کرنے کے لئے کہا تھا۔ کیا تم نے تقریر کے وقت ہیم نلنی کے چہرے کا تغیر و تبدل نہیں دیکھا؟

دیکھا تو تھا۔ مگر سوال یہ ہے۔ کہ تقریر کے پسند آنے پر بھی اس کے ساتھ شادی

کرنے کو تیار ہو جائے گی۔ ان کے معنے میری سمجھ میں نہیں آئے۔
یہی تقریر کیا ہم لوگوں سے اس خوبی سے ادا ہو سکتی تھی۔ جگندر
آج کل لڑکیوں پر یہ سنیاسی ڈھونگ میں رہنے والے انسان خاص اثر
ڈال سکتے ہیں۔"

نیز نلنی کانت کوئی معمولی آدمی نہیں ہے۔ اس کی شرافت رمیش سے اچھی
طرح مل سکے گی۔ اگر تم کسی طریقے سے ڈاکٹر کو یہاں لا سکو۔ تو ہیم نلنی کے دل کی
کیفیت کسی حد تک معلوم ہو گی۔ تب ہمارے تمہارے سب شک شبہات بھی
جاتے رہیں گے وغیرہ وغیرہ ———

"مجھے یہ لڑکا کچھ پسند نہیں آیا۔"

"دیکھو جی تم ضد نہ کرو۔ کام کو ہونے دو۔ رمیش کی حقیقت نلنی کانت
میں اور نلنی کانت کی سادگی زبانی بھگتی بھاؤ رمیش میں پیدا ہونے سے
رہے غرضیکہ تمام گن اوگن ایک جگہ کبھی اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ ہمیں تو اس
وقت صرف یہ کوشش کرنی چاہئے۔ کہ ہیم نلنی کا خیال رمیش سے پھیر کسی دوسرے
کی طرف ہو سکے۔ اگر تم سب لوگ میرے مشورے پر عمل کرو گے تو مجھے امید
ہے۔ کہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔"

"کیا کروں، یا کیا نہ کروں۔ مگر ڈاکٹر جیسے سنیاسی کے ساتھ ہیم کو جوڑنا
پسند نہیں"

اکشے نے جگندر کو کئی ایک مثالیں دے دے کر تمام نشیب و فراز سمجھانے
کے بعد بابو آنند چرن سے بھی کافی طویل گفتگو کے بعد یہی فیصلہ ہوا۔ کہ ڈاکٹر
نلنی کانت کی گھر پر ایک دن دعوت کرنی چاہئے۔

بابو آنند چرن بیدار ہو کر کرسی پر بیٹھے بیٹھے اونگھنے لگے۔

آسمان کے کھلے نیلے شامیانے کے نیچے صبح کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کی پر فضا

ٹھنڈک کا مزا لینے کی خاطر ہیم نلنی کوٹھے کی چھت پر چلی گئی۔
دور تک مندر کے کلسے یعنی کاتے دکھائی دیتے تھے۔ تیسری بہت سی عورتیں ہاتھوں میں چھوٹے چھوٹے جل پاتر پکڑے دریا سے اشنان کر کے واپس آ رہی تھیں۔ سورج کی کرنوں میں سونے کے کلسے چمک چمک کر آنکھوں میں چکا چوند پیدا کر رہے تھے۔ ہیم نلنی کافی دیر تک چھت پر ادھر سے ادھر پھرتی ہوئی اپنی آئندہ زندگی کے متعلق عجیب خیال دوڑاتی رہی۔ آخر کسی خیال کے آ جانے سے ہیم نلنی جگنناتھ بھائی سے بات چیت کرنے کے لئے چلی۔ وہاں جا کر اس نے دیکھا۔ کہ جگندر کے ہمراہ نلنی کانت بھی ہے۔ تب وہ جلدی جلدی دوسرے کمرے میں بھاگنے کی کوشش کرنے لگی۔ کہ اتنے میں جگندر نے آواز دی۔
"ہیم! ڈاکٹر نلنی کانت آئے ہیں۔ آؤ تو! تمہاری ان کے ساتھ ملاقات کرا دوں۔"
ہیم نلنی پریشانی میں وہیں کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔ اور نلنی کانت کے پاس آ کر زمین پر نظریں جھا نمسکار کیا۔
یکا یک بابو آنند چرن خواب سے بیدار ہو کر پکارنے لگے۔ ہیم آہستہ آہستہ ان کے پاس آ کر کہنے لگی۔
"ڈاکٹر نلنی کانت آئے ہیں ———"
جگندر کے ہمراہ ڈاکٹر نلنی کانت اندر داخل ہوئے۔ بابو آنند چرن نے ہنستے ہوئے کہا۔ "آج میری بڑی خوش نصیبی ہے۔ جو آپ نے غریب خانہ پر درشن دئے ہیں۔ بیٹی ہیم ٹھہر جاؤ۔ ڈاکٹر صاحب یہ میری بیٹی ہیم ہے۔ ہم دونوں ہی آپ کے پچھلے لیکچر پر گئے ہوئے تھے۔ آپ کی علمیت خیالات کی وسعت نصیحت غرضیکہ ہر بات قابل غور تھی۔ آپ کی ہر بات سچائی پر تھی۔ ڈاکٹر صاحب میری بڑی خواہش ہے کہ آپ تکلیف فرما کر کاسے بگاہے درشن دے کر مجھے بھی اس ست سنگ سے لابھ اٹھانے کا موقع عنایت فرمائیں۔ میں آپ کا احسان مند رہوں گا۔ میں اور

میری لڑکی دونوں ہمیشہ گھر پر ہی رہتے ہیں۔"

ڈاکٹر نلنی کانت نے ایک نظر ہیم پر ڈالتے ہوئے کہا میں اس روز یار دوستوں کے بہت مجبور کرنے پر اپنی تقریر کرنے پر آمادہ ہوا تھا۔ ورنہ میں ایسا سنجیدہ یا کم گو انسان نہیں ہوں۔ ایشور کی کرپا سے مجھ میں کسی کی خواہش کے رد کرنے کی طاقت نہیں ہے۔"

بابو آنند چرن۔ ڈاکٹر نلنی کانت سے مخاطب ہو کر کہنے لگے "میں آپ سے ایک بات کہتا ہوں۔ ایشور نے آپ کو شمع ہدایت بنا کر دنیا میں بھیجا ہے۔ اس لیے ضروری ہے۔ کہ آپ اپنی صحت کا بھی خیال رکھا کریں۔ اسی کی حفاظت سے آپ ہم سب کو اندیشوں سے کرنارکشا کر سکتے ہیں۔ اس لئے بھی اس کی دیکھ بھال کا مناسب خیال رکھنا ضروری ہے۔"

بابو جی! میں دنیا میں ایک بھکشو کی مانند زندگی بسر کرنی چاہتا ہوں۔ اس لئے میرا خیال جسم کی طرف اتنا نہیں ہے۔"

اتنے میں جگندر نے کہا "آپ تشریف رکھیں۔ میں ایک ضروری کام پر جا رہا ہوں۔"

"میں بھی چلتا ہوں تھوڑی دیر آپ کا ساتھ رہے گا۔"

"نہیں! نہیں! بیٹھیں میں کہیں اور جا رہا ہوں۔"

آنند چرن بابو نے جگندر کے جانے کے بعد پوچھا "ڈاکٹر صاحب آپ رہتے کہاں ہیں؟"

"جگندر بابو کی عنایت سے یہ ساتھ والا مکان ہی مل گیا ہے۔"

بابو آنند چرن یہ بات سن کر بہت خوش ہوئے۔

مگر ہیم نلنی کے چہرے کا رنگ ان الفاظ کے ساتھ ہی تبدیل ہو گیا۔ کیونکہ اسی پاس والے مکان میں کسی وقت رمیش رہا کرتا تھا۔

اس مختصر سی ملاقات کے بعد ڈاکٹر نلنی کانت اور آنند چرن میں بہت پریم

ہو گیا۔

ہیم نلنی نے سوچا تھا۔ کہ نلنی کانت جیسے شخص سے صرف روحانی باتوں پر ہی بحث کی جا سکتی ہے۔ مگر ان تھوڑے دنوں کے ربط نے اس پر روشن کر دیا۔ کہ ڈاکٹر ہر معمولی سے معمولی بات پر بھی نہایت عالمانہ بات چیت کر سکتا ہے۔

اسی طرح نلنی کانت میں تمام گھر والوں کی عقیدت و احترام دن بدن بڑھتا جاتا تھا۔ اس کے اپدیش سے سب سندھیا زپن کرنے لگ گئے تھے۔ ہیم نلنی اور نلنی کانت آپس میں پریم رس ڈوبے نینوں سے باتیں کرتے ہنتے کھیلتے آزادانہ وقت گزارا کرتے تھے۔

اچانک ہی یکایک ایک دن بابو آنند چرن نلنی کانت کو ساتھ لے کر ہیم نلنی کے کمرے میں آموجود ہوئے۔ ہیم نلنی ابھی ابھی سندھیا سے فارغ ہو کر بیٹھی ہی تھی۔ ڈاکٹر نلنی کانت کو دیکھ کر اس کا چہرہ فرط مسرت سے جھوم اٹھا۔ اس نے فوراً ہی تن من سے نلنی کانت کو پرنام کیا۔ یہ دیکھ کر نلنی کانت چونک اٹھا۔ تب آنند چرن بابو نے کہا "گھبرائیں مت ہیم نلنی کو بھی اپنا فرض ادا کرنے دیں۔"

پیشتر ازیں جب سے ڈاکٹر ساتھ والے مکان میں آئے تھے۔ وہ کبھی اتنے سویرے بابو آنند چرن کے ہاں نہیں آئے تھے۔ مگر آج غیر معمولی وقت پر ان کی موجودگی اپنے گھر میں دیکھ کر ہیم نلنی نے ایک بے تابانہ نگاہ نلنی کانت کے چہرے پر ڈالی۔

"آج ماتا جی نے بنارس سے تحریر کیا ہے۔ کہ میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں۔ اس لئے میں شام کی گاڑی بنارس جانا چاہتا ہوں۔ میں نے سوچا سب کاموں سے فارغ ہونے سے پیشتر آپ کو مل لوں۔"

بابو آنند چرن "ایشور کرے آپ کی ماتا جلد صحت یاب ہوں۔ اب میں آپ کو کسی طرح بھی روکنا پسند نہیں کرتا۔ مگر ان دنوں میں آپ کی صحبت سے مجھے جس قدر فیض پہنچا ہے۔ اس کا بدلہ امید نہیں میں تا زیست اتار سکوں۔"

"یہ تو آپ کا حسن ظن ہے ورنہ اگر سچائی پوچھو تو مجھے آپ جیسے بزرگ کی صحبت

سے جو فوائد حاصل ہیں۔ وہ میں ہی جانتا ہوں۔ پردیسی ہمسایہ کے ساتھ اس قسم کا بہتر سلوک کرنا آپ سے ہی کوئی سیکھے۔ آپ کی متانت آمیز سنجیدہ گفتگو سے مجھے روحانی سرور محسوس ہوتا تھا۔ جس کے رس کا ذائقہ میں بیان کرنے سے قاصر ہوں۔"

"میں کسی جلسے یا لیکچر کے سننے کا حامی نہیں ہوں۔ مگر اس روز پتہ نہیں کون سی اندرونی کشش تھی۔ جس نے مجھے آپ کے لیکچر پر جانے کو مجبور کر دیا۔ فقط جگندر کے کہنے سے کہ آج آپ کا لیکچر ہوگا ہم دونوں کھنچے چلے گئے تھے۔ آج تک ایسا نہیں ہوا تھا۔ غرضیکہ میرا اور آپ کا تعلق قدرتی ہے۔ مصنوعی نہیں۔"

"میں بھی صحیح کہہ رہا ہوں۔ کہ آپ کے بغیر آج تک میں نے اس زندگی کے سربستہ حالات کو کسی کے آگے بیان نہیں کیا تھا۔ جن کو میں آپ کے پاس طشت از بام کر چکا ہوں۔ اس لئے آپ لوگوں میں میری جس قدر ضرورت تھی۔ اس کا حل بھی ختم ہوا۔"

ہیم نلنی نے کوئی بات نہیں کی۔ خاموش فرش کی اینٹیں گنتی رہی۔ جب نلنی کانت جانے لگے۔ تو کہنے لگی وہاں پہنچتے ہی ماں کی خیریت سے اطلاع ضرور دینا۔"

ڈاکٹر کے کھڑے ہوتے ہی پرنام کرکے ایک طرف کھڑی ہو گئی۔

ڈاکٹر کے چلے جانے کے چند روز بعد آنند جی ان کی طبیعت کچھ سست سست رہنے لگی۔ رات کو اکثر ان کے پیٹ میں گڑبڑ پیدا ہو جاتی۔ جس کی وجہ سے ڈاکٹر نے انہیں صلاح دی۔ کہ تبدیلی آب و ہوا سے اس بیماری کو جس قدر آرام آ سکتا ہے۔ دوائی سے نہیں۔ ان خیالات کو سوچ کر آج آنند بابو نے اپنی بیٹی ہیم نلنی سے گفتگو کی۔

آنند بابو - ہیم نلنی کا ہاتھ پکڑ کر اپنے کمرے میں لے گئے۔ اور بولے

"کئی دن سے تکلیف دن بدن بڑھ رہی ہے۔ ڈاکٹر بھی چلے گئے ہیں۔ جو یہاں ہی رہ کر کچھ علاج معالجہ کرتے۔ کل ڈاکٹر سے پوچھا تھا۔ اس نے کہا ہے۔ کہ تبدیلی آب و ہوا سے آرام آسکتا ہے۔ اس لئے میرا ارادہ چند دن کے لئے پچھم کو چلے جانے کا ہے۔ امید ہے وہاں طبیعت درست ہو جائے گی۔"

ہیم نلنی بھی ڈاکٹر کے چلے جانے کے بعد اپنے نت نیم کو باقاعدہ جاری نہ رکھ سکتی تھی۔ نلنی کانت کے الفاظ اس کے لئے خدائی الہام سے بڑھ کر وقعت رکھتے تھے۔ ان کے چہرے کی شانتی متانت کی جھلک اس کے صفحہ دل پر نقش ہو چکی تھی۔ جس کے اب نہ دیکھنے سے اکثر اس کا کمزور دل پہلو میں تڑپ اٹھتا۔ اسی وجہ سے اس نے جب یہ ذکر سنا تو تڑپ اٹھی۔

دن تمام ہوا۔ مگر اس کے خیالات کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ دل بیٹھا جاتا تھا یا کمی کے خیال نے اس کے دل پر جیسے کچھ وزن رکھ دیا ہو۔ جب اسے معلوم ہوا کہ پتا بنارس جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ تو بہت خوش ہوئی۔ اور کہا۔

"بنارس جانا بہت ہی اچھا رہے گا۔"

تیاری شروع ہوئی مصروفیت دیکھ کر جوگندر نے پتا سے دریافت کیا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے پتا جی؟"

"ہم بنارس جا رہے ہیں۔ تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔ میری صحت خراب ہو رہی ہے۔ اس لئے ہوا تبدیل ہو جائے تو اچھا ہے۔"

"میں آپ کے ساتھ ضرور چلتا۔ مگر مجبوری کی وجہ سے ایسا نہیں کر سکتا — — ایک سکول میں ہیڈ ماسٹر کی جگہ خالی تھی وہاں عرضی کی ہوئی ہے۔ اور اس کے جواب کا انتظار ہے۔"

"تمہاری خوشی بھگوان تمہاری مدد کریں گے۔"

باب ۱۲

کملا کی تلاش

رمیش ———

اگلے ہی دن پریاگ سے غازی پور پہنچا۔ آمد و رفت کم تھی۔ سڑک کے درخت سرد ہوا سے کانپ رہے تھے۔ لوگ ابھی تک آرام کی نیند مدہوش پڑے تھے۔ سناٹے کا راج ابھی تک قائم تھا۔ سنسان سڑک پر یکہ میں بیٹھا ہوا رمیش طرح طرح کے خیال سوچ رہا تھا۔ سردی کی وجہ سے اس نے اپنا تمام جسم اوور کوٹ میں لپیٹ لیا تھا۔ اس کا دل مچل رہا تھا۔

یکہ مکان کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ وہ اتر پڑا خیال ہوا کملا نے یکہ کی آواز تو سن ہی لی ہے۔ اور اب سواگت کے لئے آ رہی ہوگی۔ رمیش محبت کے زیر اثر الہ آباد سے ایک موتیوں کی مالا جس میں جا بجا سونا بھی لگا تھا۔ کملا کے لئے لایا تھا۔ اس نے اپنی کوٹ کی اندرونی جیب کو ٹٹول کر دیکھا۔ ہار کی ڈبیہ موجود تھی۔ دل کھل اٹھا خود اپنے ہاتھ سے ہار پہنا کر وہ کتنا خوش ہوگا ——— دنیا میں محبت کا درجہ بہت افضل ہے۔

اندر داخل ہوا۔ تو برآمدہ میں ملازم بشن پڑا سو رہا تھا۔ صدر پھاٹک بند تھا۔ رمیش کا دل کانپ اٹھا۔ یہ کیا ہوا؟ کملا کہاں گئی؟ دروازہ کیوں بند ہے؟ رمیش نے زور سے پکارا۔ اس کی آواز گونجی اور دیواروں سے ٹکرا کر رہ گئی۔

"بشن!"

رمیش کا خیال تھا۔ کہ میری اس بلند آواز سے گھر کے اندر سوئے ہوئے فرد بھی جاگ سکتے ہیں۔ مگر اس کا خیال بالکل ہی باطل ثابت ہوا۔ کیوں کہ بشن اس طرح کی پانچ آوازوں کے باوجود بھی نہ اٹھ سکا۔ بالآخر رمیش نے اسے ٹھوکر سے اٹھایا۔ بشن اٹھ کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ وہ بہت گہری نیند میں سو رہا تھا۔ اس لئے ابھی تک قوت یادداشت قائم نہ ہوئی تھی۔ آخر رمیش نے پھر کہا۔

"کملا کہاں ہے؟"

پہلے تو شاید وہ کچھ سمجھا ہی نہیں۔ مگر جلد ہی سب کچھ سمجھ کر بولا۔

"ہاں!" ——— اور اس کے بعد پھر سونے کے لئے اپنے تکیہ کو درست کرنے لگا۔

رمیش نے زور سے دھکا دیا۔ دروازہ پھٹ کی بلند آواز سے کھل گیا۔ وہ بہت جلد اندر داخل ہوا۔ اور ایک ایک کونہ چھان مارا۔ مگر بے سود ——— کملا ہوتی تو نظر آتی۔ آخر تنگ آکر بلند آواز پکارا۔

"کملا ——— کملا!"

مگر آواز کمرہ میں گونج کر رہ گئی۔ باغیچہ۔ ملازم خانہ۔ باورچی خانہ۔ ہر جگہ چھان ماری۔ مگر وہی ہوا ——— کملا نہ ملی۔

اب سورج نکل آیا تھا۔ سڑک پر چند لڑکیاں سر پر برتن رکھے پانی بھرنے جا رہی تھیں۔ چند قدم کے فاصلہ پر کسی مکان کے آنگن میں کوئی بوڑھیا چکی پیس رہی تھی۔ اور ساتھ ہی کچھ گا رہی تھی۔ پرندے شاخوں پر کھیل رہے تھے۔

رمیش دوبارہ برامدے میں داخل ہوا۔ دیکھا تو بشن گہری نیند سو رہا تھا رمیش نے جوش سے اسے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر کھڑا کر دیا۔ اب معلوم ہوا کہ اس کے منہ سے گلبجے کی بو آ رہی ہے۔ رمیش نے پوچھا۔

"کملا کہاں ہے"

بشن کو اب کچھ ہوش آگئی تھی۔ بولا۔

"گھر میں ہیں۔"

"کس جگہ؟"

"یہ معلوم نہیں۔ مگر کل یہاں آئیں تھیں۔"

اس کے بعد ——— پھر؟"

"———"

بشن خاموش رمیش کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جیسے وہ یہ سب سمجھنے سے قاصر ہے۔

اسی وقت ایک زنانہ دھوتی پہنے چادر لئے اومیش داخل ہوا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ رمیش نے اس کی طرف دیکھا اور دریافت کیا۔

"کملا کہاں ہے؟"

"وہ کل ہی اس مکان میں آگئی تھی۔"

"مگر تم کہاں تھے؟"

"مجھے کل ماں نے تھیٹر دیکھنے کے لئے روانہ کر دیا تھا۔"

"خوب بے ——— بھگوان جانے کیا چکر چل رہا ہے؟"

اسی وقت یکہ والا داخل ہوا اور بولا "حضور! میرا کرایہ"

رمیش پھر یکہ میں جا بیٹھا۔ اور اسے چکرورتی مہاشہ کے گھر کا پتہ بتا دیا۔ وہاں پہنچا تو تمام فرد گھبرائے ہوئے تھے۔ وہ سمجھ گیا کہ کملا بیمار ہے۔ کیونکہ اس وقت اس کے دماغ میں صرف کملا تھی۔ اس لئے اسے ہر بات میں کملا نظر آتی تھی مگر اصل بات اور ہی تھی۔ کل شام سے اوما کی طبیعت کچھ خراب تھی۔ اور وہ رو رہی تھی۔ سب اس کے علاج معالجہ میں لگے ہوئے تھے۔ اس لئے یہ سب گھبراہٹ تھی۔ کملا کا تو کسی کو خواب میں بھی خیال نہ تھا۔ کہ اسے کیا ہوا۔ مگر رمیش کو پھر خیال آیا۔ کہ اس بیماری کی وجہ سے کملا یہاں آئی ہو گی۔ اس لئے بپن بابو سے

دریافت کیا۔

"کملا بھی گھبرا گئی ہوگی"

بپین کو یہ پتہ نہ تھا۔ کہ کملا یہاں آئی ہے یا نہیں۔ اس لئے شکی لہجہ میں ہی کہہ دیا۔

"ہاں! —— اسے اوما سے بہت پیار ہے۔"

"اب لڑکی کا کیا حال ہے۔"

"ڈاکٹر نے کہا ہے فکر کی کوئی بات نہیں۔"

"ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں۔ کہ اومیش آگیا —— اور شیل کے پاس جا کر دریافت کیا۔

"موسی! —— ماں کہاں ہے؟"

شیل پر جیسے پہاڑ آ پڑا ہو۔ ایک مصیبت کے بعد دوسری مصیبت آنے سے جیسے انسان گھبرا جاتا ہے۔ اس نے کہا "کل تو تمہارے ساتھ گئی تھی۔ میں لڑکی کی بیماری کی وجہ سے شام کو نہیں آسکی۔"

"مگر وہ وہاں نہیں! —— اومیش کا چہرہ اتر گیا تھا۔ اور آنکھیں اشک بار تھیں۔

"مگر یہ ہوا کیا؟ تو کل کہاں تھا؟"

"مجھے تو ماں نے وہاں رہنے نہ دیا تھا۔ پانچ روپے دے کہ تو جا کر تھیٹر دیکھ آ۔"

"تو بھی کمال ہے —— مگر بشن کہاں تھا؟"

"بشن کو تو خاک بھی معلوم نہیں۔ کل اس نے خوب گانا بجایا تھا۔"

"جا جلدی بابو کو بلا لا"

مگر بپین خود ہی لڑکی کا حال دریافت کرنے کمرہ کی طرف آ رہا تھا۔ اسے دیکھ کر شیل نے کہا۔

"ایک نئی آفت آئی ہے۔"

بین کا چہرہ کاغذ کی طرح سفید ہو گیا۔ اس نے لرزتی ہوئی زبان سے دریافت کیا۔

"کیوں کیا ہوا؟"

"کملا کل سے غائب ہے۔ نئے مکان میں گئی تھی۔ مگر لا پتہ ہے۔"

"تو کیا وہ رات یہاں نہ تھی؟"

"نہیں! وہ خود نہ آئی اور لڑکی کی وجہ سے ہم بھی بلا نہ سکے۔ کیا بابو رمیش آئے تھے؟"

"کملا کو وہاں نہ پاکر یہاں آئے تھے۔ اب نا معلوم کہاں چلے گئے۔"

"باہر ہی ہوں گے جاکر دونوں کملا تلاش کرو۔"

دونوں اسی پیکہ چڑھے نئے مکان میں آئے۔ بشن پر بہت سوال کرنے پر صرف اتنا ہی پتہ چلا۔ کہ کملا کل دوپہر کو گنگا کے ساحل پر جا رہی تھی۔ بشن بھی ساتھ جانا چاہتا تھا۔ مگر اسے ایک روپیہ دے کر اس نے واپس کر دیا۔ کہ گھر کی نگہبانی کرو۔ اس کے بعد روپیہ تو پاس تھا ہی اس نے کا بچے کا دم لگا لیا۔ پھر کیا ہوا۔ اسے خاک بھی پتا نہیں۔ اس نے راستہ بتا دیا۔ کہ کملا اس طرف گئی تھی

رمیش بین اور اومیش تینوں کملا کی تلاش میں روانہ ہو گئے۔ اومیش شکاری کتے کی طرح ہر جانب خوب گہری نگاہ سے دیکھ رہا تھا۔ مگر کنارے پر آکر تینوں ٹھہر گئے۔ ہر چاروں طرف ریت کا سمندر پھیلا ہوا تھا۔ صبح کی دھوپ میں ریت کے ذرے جواہرات کی طرح جگمگا رہے تھے۔ مگر وہاں انسان کا نام تک نہ تھا

اومیش نے چلا کر آواز دی۔

ماں! ماں!!---- ماں!!!

مگر اس کی آواز بہت دور تک جاکر مدھم ہوئی۔ اور آخر ختم ہو گئی۔ مگر جواب کوئی نہ آیا۔

دوران تلاش میں اومیش کو فاصلہ پر ایک سفید چیز نظر آئی۔ پاس جا

کر معلوم ہوا۔ کہ ایک رومال کے کنارے چابیاں بندھی پڑی ہیں۔ اچھی طرح دیکھنے پر معلوم ہوا۔ کہ یہ کملا کی چابیاں ہیں۔

چابیوں کے پاس ہی تھوڑی سی ہٹی تھی۔ اور وہاں دو زنانہ پاؤں کے نشان صاف نظر آرہے تھے۔ پاس ہی کنارے پر پانی میں کوئی طلائی چیز نظر آئی اسے بھی جلدی سے اٹھا کے دیکھا گیا۔ یہ ایک مالا تھی۔ جو رمیش نے کملا کو دی تھی۔

تمام نشانات دیکھ کر سب کو یقین ہو گیا۔ کہ کملا نے خودکشی کر لی ہے۔ یا یوں ہی پانی کا کوئی جانور اسے کھینچ لے گیا ہے۔ یہ حالت دیکھ کر رمیش بہت چلایا۔ اور ماں! ماں!! کہہ کر رونے لگا۔

"اب جا کر پولیس کو اطلاع دینی چاہئے۔ شاید کملا زندہ ہو۔ اور وہ اس کا پتہ لگانے میں کامیاب ہو سکیں"۔ بپن رمیش کو مخاطب کر کے کانپتی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا۔

سب واپس ہوئے چکرورتی کے مکان میں آئے۔ اس وقت کھانا نہ بنا تھا سب غم سے نڈھال تھے۔ کئی کشتیاں کرایہ پر لے کر ادھر ادھر تلاش کیا گیا۔ پولیس بھی ہر طرف سرگرم تلاش تھی۔ اسٹیشن پر جا کر پتہ لگایا گیا۔ کہ کل رات کوئی عورت اس شکل و صورت کی سوار نہیں ہوئی۔ مگر کوئی تسلی بخش جواب نہ مل سکا۔

بعد دوپہر چکرورتی بھی آگئے۔ سب حالات سننے پر دہ کانپ گئے۔ کہ کملا ندی میں ڈوب کر جاں بحق ہوئی ہے۔

رمیش کے آنسو شاید اتھاہ آتش غم میں جل کر خشک ہو گئے تھے۔ اس کا دماغ سوچ رہا تھا ـــــ ایک دن تھا کہ کملا مجھے اسی گنگا کی پوتر دھارا میں کنول کے پھول کی طرح دستیاب ہوئی تھی۔ مگر آج یکایک پھر اسی اتھاہ پانی میں نامعلوم کہاں بہ گئی ہے۔ بھگوان کی اس اپار مایا کا درشن نہیں ہو سکتا شام ہوئی سورج غروب ہوا۔ رمیش پھر گنگا ساحل پہ آیا۔ جہاں پاؤں

کے نشان تھے۔ انہیں بغور دیکھا۔ پھر بوٹ اتار کر پانی میں اتر گیا۔ اور وہی مالا نکال کر گہرے پانی میں پھینک دی۔

اس کے دوسرے دن رمیش لاپتہ تھا۔ چکرورتی نے لاکھ کوشش کی۔ مگر اس کا پتہ نہ ملنا تھا اور نہ ملا۔

رمیش کی دنیا تاریک ہو گئی۔ دنیا میں وہ کسی کام کے قابل نہ رہا۔ اب اسے اپنی زندگی بھی پیاری نہیں۔

اسے رہ رہ کر ہیم نلنی کا خیال ستا رہا تھا۔ وہ اسے لاکھ دل سے حاصل کرنے کی کوشش کرتا مگر کامیابی نہ ہوئی۔ اس کے دماغ میں خیال آیا تھا کہ

بھری زندگی کے یہ دن جن مشکلات اور پر اسرار واقعات سے گذرے ہیں۔ اور جن خوفناک حالات سے کشتی حیات ٹکرا کر بوسیدہ ہوئی ہے۔ انہیں کی وجہ سے اب میں کافی مدت تک اس دنیا کے کام سرانجام دینے کے ناقابل ہو گیا ہوں۔ بجلی سے تباہ شدہ درخت کے نیچے پناہ لینے کی خواہش ہی کرنا نادانی ہے۔

رمیش غازی پور سے روانہ ہوا۔ مگر ایک دن سے زیادہ کہیں نہیں ٹھہرا۔ کشتی پر سوار ہو کر بنارس کی سیر کی گھاٹوں کے نظارے دیکھے۔ دلی پہنچا جمنا گیا قطب مینار پر چڑھا۔ بندرابن میں رنگ جی کا مندر دیکھا۔ لالہ بابو کے مندر میں گیا۔ بانکے بہاری جی کے درشن کئے۔ آگرہ میں تاج محل کا پر لطف نظارہ دیکھا۔ قلعے کی سیر کی۔ امرتسر میں گولڈن ٹمپل کے درشن کئے۔ راجستان میں گھومتے ہوئے آبو پہاڑ کو دیکھا۔ اسی طرح کافی دیر تک سیر میں وقت صرف کیا۔ مگر ایک دو دن سے زیادہ کسی جگہ نہیں ٹھہرا۔

انسان کا دل ہمیشہ ایک ہی حالت پسند نہیں کرتا۔ اسے ہر وقت نئی دھن رہتی ہے۔ آخر اس سفر سے بھی جی بھر گیا۔ کسی ویران و سنسان مکان کی طرح دل اور اس کے باقی نازک ترین حصے بالکل اداس اور خالی نظر آنے لگے۔ اور

اب ہر وقت اپنے ملک کی یاد تنگ کرنے لگی۔ کملا کے ایام واقعات کا خیال دل کو چوٹ پہنچانے لگا۔ آخر ایک دن اس تمام سفر کا خاتمہ کیا۔ اور کلکتہ میل میں سوار ہو گیا۔

کلکتہ جاکر رمیش اپنے آپ کو بیگانہ سا خیال کرنے لگا —— وہ یکایک اس کو لوٹولہ والے کوچہ کے اندر داخل نہ ہو سکا۔ وہاں جاکر اسے کیا دیکھنا پڑے گا کیا سننا ہوگا۔ یہی خیال اس کے دل کو بےچین کئے جا رہا تھا۔

ایک دن کوچہ کے بالکل نزدیک ہو کر واپس لوٹا۔ دوسرے دن اپنے دل کو خوب اچھی طرح مضبوط کر کے شام کی دھندلی روشنی میں مکان کے دروازے تک گیا۔ تمام کھڑکیاں وغیرہ بھی بند تھیں۔ اس کے دل میں خیال پیدا ہوا۔

کوئی اندر ہے؟ —— کوئی نہیں! —— میرا یہاں کون ہے؟ مگر ممکن ہو سکتا ہے۔ وہی ملازم موجود ہو۔ جسے چھوڑ گیا تھا۔"

اس خیال کے آتے ہی رمیش نے زور زور سے کئی آوازیں دیں۔ مگر جواب کوئی نہ آیا۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ مگر جواب پھر بھی نہ تھا۔ ساتھ والے مکان میں بابو انند موہن رہتے تھے۔ آواز پہچان کر باہر آئے۔

"رمیش بابو ہیں —؟ اچھے تو ہو مسٹر؟ بڑی مدت کے بعد آئے ہو؟ بابو آنند چرن وغیرہ تو آج کل یہاں نہیں"۔

"کہاں گئے؟ —— کیا آپ کو معلوم ہے؟"

"مقام معلوم نہیں۔ صرف اتنا جانتا ہوں کہ پچھم کی طرف گئے ہیں"۔

"اور ساتھ کون ہے؟"

"ہیم نلنی اور آنند بابو بس!"

نلنی کا نام سنتے ہی رمیش کے دل میں ایک قسم کا میٹھا درد اٹھا۔ ایک دھندسی دماغ میں اٹھی۔ اور آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔ مگر ضبط کر کے پھر پوچھا

"کیا آپ ٹھیک جانتے ہیں اور تو کوئی نہیں؟"

"کوئی نہیں ! ــــــ جانی دفعہ مجھے مل کر تو گئے تھے ؟"

"سنا تھا شاید ان کے ساتھ نلن کانت بابو بھی گئے ہیں"

"یہ غلط ہے نلن بابو ان کے مکان پر کافی دن رہے ہیں۔ نگران کے جانے سے دو چار دن پہلے ہی کاشی چلے گئے تھے"

"مگر وہ تھے کون ؟"

"ان کا اصلی نام نلنی کانت چٹرجی ہے۔ پہلے وہ رنگ پور میں ڈاکٹر تھے۔ اب اپنی ماتا کے ساتھ کاشی ہی میں ہیں"

"مگر جگندر کہاں ہے ؟"

"وہ کسی اسکول میں ہیڈ ماسٹر ہو گیا ہے۔ ــــــ مگر اب تک آپ کہاں تھے ؟"

اس وقت اجازت دیجئے۔ پھر کسی فرصت کے وقت تمام داستان سناؤں گا۔"

رمیش چلا گیا تو کافی دیر بعد اکشے آیا۔ کیونکہ اسے جگندر کہہ گیا تھا کہ کبھی کبھی میرے مکان کی طرف ہو آیا کرنا۔ چندر موہن نے دیکھتے ہی کہا۔

"ابھی ابھی رمیش بابو آئے تھے"

"مگر کیوں ؟"

"نامعلوم ــــــ آنند بابو کے متعلق دریافت کرتے تھے۔ اس کی صحت تو بہت خراب ہو گئی ہے۔ میں پہلے تو پہچان ہی نہ سکا تھا۔ میں نے تو ان کی آواز سے ہی پہچانا تھا"

"مگر اب کہاں ہیں ؟"

"اب تو غازی پور میں رہتے تھے مگر اب کہاں جائیں گے یہ ابھی تک ٹھیک پتہ نہیں"

اچھا ! ــــــ اور اکشے چلا گیا۔

رمیش ڈبرت پر آکر سوچنے لگا ——— دنیا بھی ایک جال ہے۔ انسان کشمکش میں ہی پیدا ہوتا ہے۔ اور اسی میں ختم ہو جاتا ہے ——— میرے ساتھ کملا اور نلنی کانت کے ساتھ ہیم نلنی ——— یہ باب بھی کیا عجیب ہے۔ بالکل افسانہ کی سی حالت ہو رہی ہے۔ واقعی ہر انسان کی زندگی ایک دلچسپ فسانہ سے کم نہیں ——— ایسا عجیب باب ——— کاتب قسمت کی تحریر کی طرح بالکل صاف اور نمایاں ——— عالم میں ہر شخص کے ہاتھ ایسے ایسے پر راز راز حالات پیش آتے ہیں۔ کہ خواب میں بھی خیال نہیں آسکتا۔ ایک مشہور ناول نویس اور شاعر کے تخیل بھی یہاں تک پرواز نہیں کر سکتا۔ مگر اب تو میں اس طلسمی طلائی جال کو توڑ کر آزاد ہو چکا ہوں۔ شاید قسمت کو یہی منظور تھا۔ کہ میں اس افسانہ کے آخری باب کا مطالعہ ہی نہ کر سکوں۔

جگندر شیرپور رہتا تھا ——— ایک دن صبح برآمدے میں بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا۔ کہ کسی نے اسے ایک خط دیا۔ لفافے پر آشنا لفظ دیکھ کر کچھ حیران ہوا۔ لفافہ چاک کیا۔ تو رمیش کا لکھا ہوا خط تھا۔ وہ یکایک کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ حالانکہ اس نے رمیش سے کوئی اچھا سلوک نہ کیا تھا۔ اور اس کی وہ سخت گیری ہر حالت میں قابل اعتراض تھی ——— مگر اس وقت رمیش کا خط پا کر اسے بچپن کی محبت کا خیال آیا۔ جو شخص خط لایا جگندر اس کے ساتھ روانہ ہوا۔ چند قدم کے فاصلہ پر ہی رمیش ایک بنئے کی دکان پر بیٹھا تھا۔ جگندر نے دریافت کیا۔

میرے مکان پر کیوں نہیں آئے؟"

رمیش خاموش مسکرا دیا۔

"قسمت نے یہ دن بھی دکھایا۔ قدرت کی قلم سے لکھا ہوا کوئی باطل نہیں کر سکتا ہے۔"

اتنے دن کہاں رہے ہو۔ نہ کوئی خط نہ کوئی پتہ ٹھکانا۔ یہ تو تم نے خوب کی۔ کبھی کبھی خط ہی لکھ دیا ہوتا۔ دیہات میں تمہارا دل کیسے لگا۔ میں تو اس ویرانہ

سے تنگ آگیا ہوں۔"

رمیش نے ادھر ادھر دیکھ کر کہا "جگہ تو اچھی ہے۔"

"کیا مطلب"

"خراب نہیں ـــــ یہی مطلب"

"مگر میں تو چند دنوں میں تنگ آگیا ہوں۔"

"لیکن اطمینان طلب جگہ ہے۔"

"یہ بات نہ کہو رمیش! کافی دنوں سے اسی طرح پریشان ہوں۔ کافی کوشش کے باوجود بھی شانتی حاصل نہیں ہوئی۔"

دونوں مکان میں داخل ہوئے۔ تمام دن باتوں میں گذر گیا۔ شام ہوگئی۔ ملازم نے کھانا تیار کیا۔ دونوں نے کھایا اور کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ ایک مدہم سا چراغ جل رہا تھا۔ بہت دور کھیتوں میں گیدڑ چلا رہے تھے۔ شب بہت تاریک تھی۔ یکایک رمیش نے کہا۔

"میں خاص وجہ سے یہاں آیا ہوں۔ ایک دفعہ تم نے مجھ سے ایک سوال کیا تھا۔ مگر اس وقت جواب کا موقع نہ تھا۔ میں آج اس بات کا جواب دینے آیا ہوں۔"

اس کے بعد رمیش چند منٹ خاموش رہا۔ اور بعد میں بغیر جگندر کے کچھ جواب کے خود بخود تمام داستان شروع سے آخر تک بیان کر دی۔ جگندر خاموش سنتا رہا۔ اس نے نہ ہی کوئی سوال کیا۔ اور نہ ہی بولا۔ سب داستان سننے کے بعد جگندر نے ایک سرد سانس کے بعد کہا۔

"اس وقت اگر تم جواب دے بھی دیتے تو میں ان تمام باتوں پر یقین ہی کرتا۔ حالات بدستور سابق ہیں۔ تم سے میری یہی پرارتھنا ہے۔ ایک بار میرے سسرال چلو اور پھر کملا کے ماما کے گھر بھی چلو۔"

میں تمہاری ہر بات پر اعتبار کرتا ہوں۔ کرتا آیا ہوں کرتا رہوں گا۔ جو کچھ

کہو گے کروں گا۔"

اس کے بعد دونوں دوست اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور آپس میں گلے ملے۔ اس وقت دونوں کی آنکھیں پرنم تھیں۔ رمیش نے اپنے چھلکتے ہوئے گلے کو درست کر کے کہا۔

وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے

آج میں ایک طلائی جال سے آزاد ہوا ہوں۔ اس لئے کوئی راز ایسا نہیں جسے چھپایا جا سکے۔ کملا نے کیا سوچ کر خودکشی کی۔ اس بات کا آج تک پتہ نہیں لگا۔ اور شاید یہ راز راز ہی رہے۔ ہاں اگر موت آ کر ہم دونوں کو ایک دوسرے سے جدا نہ کرتی۔ تو بھگوان جانے ابھی مجھے کس کس خوفناک راستہ سے گذرنا پڑتا۔ میرا دل اس وقت بھی وہ باتیں یاد کر کے کانپ جاتا ہے۔ کیسے پراسرار حالات پیش آئے تھے۔"

"کملا نے واقعی خودکشی کر لی ـــــ مجھے یقین نہیں آتا۔ مگر تمہیں کب تمہارا تو راستہ بالکل صاف ہو گیا ہے۔ اب میں سوچ رہا ہوں۔ ڈاکٹر نلنی کانت کے متعلق"

"کیا؟"

"یہی کہ میں اسے پسند نہیں کرتا۔ عام لوگ جیسے سمجھتے ہیں۔ اسے کچھ اور ہی خیال کرنے لگتے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ نلنی کچھ زیادہ خاموش ہوتی جا رہی ہے۔ اس کے چہرے پر ہنسی کا نام نہیں رہا۔ آنکھوں کے آنسو خشک ہو گئے ہیں۔

"میں اتنا قوی تو نہیں لیکن پھر بھی تمہاری مدد کروں گا۔"

"اب اسکول میں چھٹیاں ہونے والی ہیں۔"

"مگر دیر ہے۔"

"کچھ بھی ہو ـــــ میں نے ہی اس شبھ کام میں بادھا ڈالا تھا۔ اب میں ہی سے مکمل کروں گا۔ چھٹیوں میں صرف دس دن باقی ہیں۔"

"مگر میں ایک بار بنارس تو ہو آؤں۔"

نہیں یہ بھی نہ ہو سکے گا۔ اب تم میرے ساتھ رہو گے کیا میری یہی خوش نصیبی

نہیں کہ تم آ گئے ؟"

کسی نہ کسی طرح اکشے کو بھی معلوم ہو گیا۔ کہ رمیش واپس چلا گیا ہے۔ اس کے دل میں کئی خیال پیدا ہوئے ——— رمیش تو غازی پور میں تھا۔ اب تک چھپا پھرتا رہا۔ مگر یہ یکایک انقلاب کیسا ؟ یہاں تو تمام بنارس گئے ہیں۔ اب میرا غازی پور جانا بہتر ہوگا۔ حالات دریافت کرنے کے بعد آنند چرن کو ملوں گا

دوسرے ہی دن دو پہر کی گاڑی اکشے غازی پور پہنچا۔ اور پتہ دریافت کیا کہ رمیش بنگالی وکیل کا مکان کہاں ہے مگر معلوم نہ ہوسکا۔ آخر تنگ آکر وہ کچہری پہنچا۔ عدالت بھی بند ہو چکی تھی۔ مگر اس کی خوش قسمتی سے ایک بنگالی وکیل گاڑی میں سوار ہو رہے تھے اس نے دریافت کیا۔

"کیا آپ رمیش بابو کو جانتے ہیں ؟ جو بنگالی وکیل ہیں !"

"آج تک تو چکرورتی مہاشہ کے گھر رہتے تھے۔ اب بھگوان جانے کیونکہ ان کی بیوی شاید پانی میں ڈوب مری ہے۔ اس کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔"

اس عنایت کا شکریہ"

اس کے بعد اکشے چکرورتی مہاشہ کے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں ان کے دماغ میں کئی خیال چکر لگا رہے تھے ——— رمیش بڑا چالاک ہے۔ اب بیوی تو مر ہی چکی ہے۔ ہیم نلنی کے روبرو اپنی صفائی پیش کرے گا۔ اور خود بے قصور بن جائے گا۔ نلنی ابھی تک اسے نہیں بھولی۔ اس لئے اسے رمیش کی ہر بات پر کامل یقین ہو گا۔ بھگوان کیسی کیسی مکروہ صورتیں تو لے بنائی ہیں۔ بظاہر کتنی بھولی اور سادہ مگر باطن میں ——— اف !

آخر چکرورتی کا گھر آ گیا۔ نوکر نے اطلاع کی۔ چچا صاحب باہر کی بیٹھک میں تشریف لے آئے۔ اور خیر و عافیت کے بعد آنے کا سبب دریافت کیا۔

"اپنے دوست رمیش اور شریمتی کملا کے متعلق آپ سے دریافت کرنے آیا ہوں"

آپ رمیش بابو کے دوست ہیں۔ تو میری بیٹی کملا بھی آپ کو عزیز ہوگی۔ میں تو اسے چند دن کے عرصہ میں ہی اپنی بیٹی سے بھی عزیز سمجھنے لگا تھا۔ اس نے مجھے اپنے پریم جال میں پھنسا لیا تھا۔ یہ کون جانتا تھا کہ وہ ———— " پچکرورتی کی آنکھیں پرنم ہوگئیں اور گلا بھر آیا۔

"شاید رمیش نے کملا کے ساتھ کوئی برا سلوک کیا ہو؟"

میں تو رمیش کو آج تک سمجھ نہیں سکا۔ بظاہر تو بہت نیک اور خوش رو معلوم ہوتے تھے۔ مگر ان کے دماغ میں کیا خیالات تھے۔ ان کے متعلق میں خاک بھی نہیں جانتا۔ کملا تو بالکل دیوی تھی۔ تشکشات لکشمی میں تو اب بیان کرنے کے قابل نہیں رہا۔ لڑکی شیل سے اس کا اتنا پریم ہوگیا تھا۔ جیسے سگی بہنیں ہوں۔ رمیش کے خلاف اس کے بھی ایک لفظ بھی زبان سے نہیں نکلا۔ کبھی شکایت نہیں کی — مگر معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ اندر ہی اندر غم کھا رہی تھی۔ اور آخر اس نے رنگ دکھا افسوس اب ایسی لڑکی نہیں مل سکتی۔ جب وہ کسی خوفناک تکلیف کو برداشت نہ کر سکی۔ تب اس نے یہ خطرناک راستہ اختیار کیا۔ مجھے جب اس کی یاد آتی ہے۔ تو سینہ منہ کو آتا ہے۔ بدقسمتی سے میں الہ آباد چلا گیا۔ اور بعد میں یہ پراسرار واقعہ پیش آیا۔"

"مگر اب اس رونے دھونے سے کیا حاصل ہے۔"

دوسرے دن اکشے رمیش کے نئے بنگلہ میں گیا۔ اور گنگا کنارے بھی پھرتا رہا۔ بعد میں مکان میں واپس آکر دونوں آرام کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ اکشے نے سلسلہ کلام جاری کیا۔

"میرا دل کہتا ہے۔ کہ کملا نے ڈوب کر خودکشی نہیں کی۔ چاہے آپ میری اس بات کو جھوٹ ہی خیال کریں۔ کیونکہ آپ کو یقین ہو گیا ہے۔ کہ کملا نے خودکشی کی ہے۔ شاید اب آپ کا خیال بدل نہ سکے۔"

"آپ کا کیا خیال ہے۔"

"ممکن ہو سکتا ہے۔ کہ وہ گھر چھوڑ کر چلی گئی ہو۔ اور تلاش کرنے پر مل جائے"

"ہاں ہو سکتا ہے"

"بنارس بالکل نزدیک ہے۔ وہاں میرے دوست ہیں۔ ان کے پاس جانے سے شاید کچھ حال معلوم ہو"

"مگر نمیش نے تو کبھی ذکر نہیں کیا"

"آپ میرے ساتھ چلیں۔ بنارس میں میرے بہت دوست ہوں گے"

اکشے بڑا چالباز اور سیاہ دل آدمی تھا۔ اس نے سوچا کہ نلنی میری باتوں پر کبھی یقین نہ کرے گی۔ اس لئے چچا چکرورتی کو اپنے ساتھ لے لیا۔ تاکہ شہادت مکمل ہو جائے۔

باب ۱۳

ڈاکٹر نلنی کانت

بیرون شہر کی کھلی ہوا میں ایک بہت بڑی کوٹھی کرایہ پر لے کر بابو آنند چرن رہنے لگے کاشی آتے ہی انہیں پتہ لگا کہ ڈاکٹر نلنی کانت کی ماں کو نمونیہ ہو گیا ہے۔ یہ سب کچھ ہونے پر بھی وہ گنگا اسنان میں ناغہ نہیں کرتی۔ یہی وجہ اس کی حالت زیادہ خراب کر رہی تھی۔ آخر ڈاکٹر کی صبح شام محنت کا نتیجہ یہ نکلا بیماری رفع ہوگئی۔ مگر کمزوری بہت زیادہ تھی ـــــ نلنی کانت خود اپنے ہاتھ سے کھانا بناتے تھے۔ اور ہیم نلنی ان کی مدد کرتی تھی۔ بڑھیا چارپائی پر پڑی ہوئی سب دیکھتی تھی کیونکہ اسے چھوت چھات کا بہت زیادہ خیال تھا ـــــ ہیم نلنی کو یہ معلوم تھا۔ کہ راج رانی بہت زیادہ صفائی پسند واقع ہوئی ہے۔ اس لئے وہ مکان کی

ہر طرح صفائی کا مکمل خیال رکھتی تھی —— کبھی کبھی راج رمنی کہتی۔
"بیٹی تمہیں بہت تکلیف ہو رہی ہے۔ شاید تمہیں کشٹ دینے کے لئے میں زندہ ہوں نہیں تو کب کی مر چکی ہوتی"
اور ہیم نلنی مسکرا کر دوسرے کمرہ میں چلی جاتی
آنند بابو نے جو مکان لیا تھا۔ اس کے باغیچہ سے روزانہ پھول لاتے۔ اور ہیم نلنی انہیں سے راج رمنی کا بستر سجاتی۔
ڈاکٹر کا خیال تھا کہ ماں کی خدمت کے لئے کوئی لونڈی رکھ لی جائے۔ مگر باوجود کوشش کے کوئی اچھا انتظام نہ ہو سکا۔ پانی برتن کے لئے تو نوکر موجود تھے —— راج رمنی کو خوبصورت اور اچھی چیزیں بہت پسند تھیں۔ اور اسے تحفہ جات جمع کرنے کا بھی شوق تھا۔ اس کا خیال تھا کہ جب بہو آئے گی۔ تو اسے سب بطور تحفہ دے گی۔ مگر نلنی کانت کے اصول اسے پسند نہ تھے۔ اس کی خوراک صرف ایک پاؤ دودھ اور کچھ پھل تھے۔
راج رمنی جب بیماری سے اٹھی۔ تو اس نے دیکھا کہ ہیم نلنی کانت کی تمام ہدایت کے مطابق کام کرتی ہے۔ اور اسے اس گھر سے جیسے پریم بھی ہو گیا ہے۔ سب حالات دیکھ کر راج رمنی بہت خوش ہوئی۔ اور ایک دن نلنی کو بلا کر کہا۔
"بیٹی! میں دیکھ رہی ہوں۔ کہ نلنی کانت کا جادو تم پر چل گیا ہے۔ تم اس کی ہر بات مانتی ہو۔ تم تو ابھی جوان ہو۔ کیا تمہارا وقت سادھن کرنے کا ہے؟ ان فضول باتوں کی طرف بالکل دھیان نہ دو۔ نلنی کانت تو شروع سے ہی ایسا ہے۔ مگر تم کیوں ایک خشک سرزمین میں داخل ہونا چاہتی ہو۔ میرا خیال ہے تمہارے لئے اچھا نہیں۔ تم کھانے پینے میں بھی بہت محتاط ہو۔ یہ سب کس لئے؟ نلن کب سے تمہارا گورو بن بیٹھا ہے۔ وہ تو یہ سب مجھے خوش کرنے کے لئے کرتا ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ وہ ایک دن گھر بار چھوڑ کر چلا جائے گا۔ وہ اتنا خاموش واقعہ ہوا ہے کہ بالکل میری بات کا جواب تک نہیں دیتا"

راج رمنی اتنا کچھ کہہ گئی۔ مگر نلنی بالکل خاموش رہی۔ اور بعد میں مسکرا کر کسی کام کے لئے دوسرے کمرے میں چلی گئی۔

ایک دن جوڑا باندھتے دیکھ کر راج رمنی نے سیم نلنی کو آواز دی۔ اور کہا کہ یہ کیا کر رہی ہو۔ تمہیں تو بالکل فیشن کی ہوا بھی نہیں لگی۔ آؤ میں تمہارے بال درست کر دوں یہ کہہ کر اس کا جوڑا باندھنے لگی اور کہا۔ کیا تو بھی سنیاسی بننا چاہتی ہے؟ روزانہ اسی کشمکش میں دن ختم ہو جاتا تھا۔

راج رمنی کو بخار آنے لگا۔ صبح کے وقت نلنی کانت نے اس کے پاؤں پر سر رکھتے ہوئے کہا۔ ماتا جی کچھ عرصہ کے لئے آرام سے رہنا پڑے گا۔ کمزور جسم ہے۔ روزانہ نہانا اچھا نہیں۔

"میں اب احتیاط کروں گی۔ اور تم سنیاسی رہو گے۔ تمہاری باتیں مجھے پسند نہیں تمہیں شادی ضرور کرنی ہوگی"

نلنی کانت خاموش رہا۔ ماں نے پھر کہا "بیٹا! میں تو پکے آم کی طرح ہوں۔ نامعلوم کب ٹپک پڑے۔ مرنے سے پہلے میں تمہیں بہو کے ساتھ دیکھنا چاہتی ہوں۔ اس کے بعد چین سے مروں گی۔ پہلے خیال تھا۔ کہ ایک چھوٹی سی بہو آئے۔ اسے خود ہی سب کچھ سکھا پڑھا کر قابل بناؤں۔ مگر اب کی بیماری نے مجھے بالکل نراس کر دیا۔ نامعلوم کب موت کا پروانہ آجائے۔ تب کوئی چھوٹی بہو آئے۔ تو تمہارے پر سب بار چھوڑ دینا مشکل ہو گا۔ اب مناسب یہی ہے۔ کہ تمہاری شادی کسی نوجوان لڑکی سے کروں۔ اس حالت میں سوچتے سوچتے رات کو مجھے نیند نہیں آئی۔ میں سمجھ چکی ہوں۔ کہ اب میرا یہی آخری کام باقی رہ گیا ہے۔ جب تک یہ ختم نہ ہوگا۔ تب تک مجھے قدرتاً زندہ رہنا پڑے گا۔ ورنہ مجھے شانتی نصیب نہ ہوگی"

"ایسی ... لڑکی کہاں ہوگی جو میرے مطابق ہو"

"تمہیں کیا فکر میں سب کر لوں گی"

اب تک راج رمنی آنند بابو کے سامنے نہیں آئی تھی۔ شام کو حسب معمول وہ

ٹہلتے ڈاکٹر کے گھر آپہنچے۔ .... اس وقت راج منی نے آنند چرن کو بلایا اور کہا آپکی لڑکی نکشمی ہے۔ اور مجھ سے بہت محبت کرتی ہے۔ میرے نلن کو تو آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔ ڈاکٹری میں اس نے کافی نام پایا ہے۔ کیا آپ اسے پسند کرتے ہیں؟"

آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ میں نے تو کبھی یہ سوچا ہی نہیں۔ میری لڑکی کی شادی اگر ڈاکٹر سے ہو تو اس سے زیادہ خوش قسمتی اور کیا ہو سکتی ہے۔ کیا وہ مان لیں گے؟"

"وہ پیس پیش نہ کرے گا۔ آج کل کے لڑکوں کی طرح نہیں۔ میرا حکم مانتا ہے۔ اور پھر آپ کی لڑکی کیوں نہ پسند کرے گا؟ میں اس کام سے جلد فارغ ہونا چاہتی ہوں۔ کیوں کہ میری جسمانی حالت اچھی نظر نہیں آتی۔"

اس شب کو آنند چرن خوش خوش گھر گئے۔ اور نلنی کو پاس بلا کر کہا۔

"بیٹی!! میری عمر اب ختم ہونے کو ہے۔ صحت بھی اچھی نہیں۔ جب تک تمہاری شادی نہ ہو جائے۔ مجھے تسکین نہیں۔ بیٹی! مجھ سے شرم کرنے میں کام نہ چلے گا۔ تمہاری ماں نہیں تمہارا سب کچھ میں ہوں۔ اس لئے تمہیں بار بار کہتا ہوں میری بات توجہ سے سنو۔ تمہارے لئے ایک بہت اچھا لڑکا تجویز کیا ہے۔ وہ اتنا اچھا ہے۔ کہ میں نے جب سنا خوشی سے پھولا نہیں سمایا۔ آج نلنی کانت کی ماں نے مجھے خود ہی بلا کر اپنا لڑکا پیش کیا تھا۔

نلنی کا چہرہ حیا سے سرخ ہو گیا۔ بولی۔ کیا کہتے ہیں یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔" نلنی کانت شادی کریں گے۔ نلنی کو .... خواب میں بھی خیال نہ تھا۔ یکایک باپ کے منہ سے یہ الفاظ سن وہ شرم سے عرق عرق ہو گئی۔

"کیوں نہیں ہو سکتا۔؟"

ڈاکٹر سے؟ ــــــ ناممکن ہے۔"

نلنی وہاں کھڑی نہ رہ سکی وہ برآمدے میں چلی گئی۔ آنند چرن کو یہ خیال نہ آیا تھا کہ رکاوٹ ہو سکتی ہے۔ بلکہ یہ خیال تھا۔ کہ نلنی کانت سے ساتھ شادی میں نلنی

خوش ہوگی۔ ضعیف العقل بوڑھا پریشان صورت چراغ کی طرف دیکھتا ہوا عورت کی فطرت اور نلنی کی ماں کی عدم موجودگی پر غور کرنے لگا۔ اس کا دماغ پریشان اور خیالات الجھے ہوئے تھے۔ نلنی بہت دیر تک برآمدے میں بیٹھی رہی۔ وہاں اندھیرا تھا۔ اس کے بعد اپنے باپ کی حالت پر غور کرنے لگی۔ پھر یکایک کچھ سوچ کر اندر گئی۔ اور باپ کے پاس جا کھڑی ہوئی۔ اور بولی "پتاجی کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔"

"مجھے بھوک نہیں" ــــ "تھوڑا سا ہی کھالیں۔"

انند چرن اٹھ کر کھانا کھانے گئے۔ مگر نہ کھا سکے۔ نلنی کے متعلق سوچ کر بہت پریشان سے ہوگئے۔ وہ بہت مغموم ہوئے۔ ایک لمبی سانس لے کر سوچنے لگے کیا وہ اب تک رمیش کو نہیں بھول سکی۔

حسب معمول انند چرن سونے نہیں گئے۔ بلکہ برآمدہ میں بیٹھے ہوئے سوچنے لگے۔ اب کیا ہوگا لڑکی ایک نہیں مانتی۔ اسے کون سمجھائے وغیرہ وغیرہ۔ اتنے میں نلنی نے پریشان ہو کر کہا "بہت سردی ہوگئی ہے آؤ سونے چلیں۔"

"تم جاؤ میں نہیں سوؤں گا۔"

نلنی خاموش پیچھے کھڑی رہی۔ تھوڑی دیر بعد پھر بولی "بہت سردی معلوم ہو رہی ہے۔ بیٹھنے والے کمرے میں ہی چلیں۔" انند چرن بولے نہیں اور خاموش اپنے خوابگاہ کی طرف چلے گئے۔

ہم اپنے کمرے میں چلی گئی۔ اب وہ اپنے دل سے رمیش کا خیال نکال دینا چاہتی تھی۔ مگر کامیابی نہ ہوئی۔ اب میری زندگی کیسی ہوگی؟ بھگوان ہی بہتر جانتے ہیں مستقبل کے لئے میں ڈاکٹر کو دیوتا بنایا تھا۔ اور ان کی ہر بات پر سر خم کیا۔ مگر شادی کی اس تجویز نے مجھے دیوانہ بنا دیا ہے۔ ــــ اب دوسری طرف کی سنئے۔

راج رمنی نے نلن کو بلا کر کہا "میں نے تمہارا کام ٹھیک کر لیا ہے۔"

"مطلب؟"

ہاں! موت سر پہ کھڑی ہے۔ خیر سنو میں نے تمہارے لئے نلنی کو پسند کیا ہے۔ ابھی

لڑکی پھر نہیں مل سکتی۔ اتنی حسین تو نہیں مگر ——"

"ماں! میں حسن کی بابت نہیں سوچتا۔ مگر نلنی کے ساتھ ——؟ —— ممکن ہے یہ بھی نہیں ہو سکتا۔"

"وجہ نظر نہیں آتی؟"

ڈاکٹر کے لئے اس کا جواب مشکل تھا۔ مگر نلنی! جیسے اتنے دن گورو کی طرح اپدیش دیتا رہا۔ اس کے ساتھ شادی۔ ڈاکٹر حیا سے سر نہ اٹھا سکا۔

اسے خاموش دیکھ کر راج رہنی نے کہا۔ "اس بار میں تمہارا حیلہ و بہانہ نہ سنوں گی۔ کیا میرے لئے اس عمر میں کاشی بسیا کرو گے۔ یہ ناقابل برداشت ہے۔ اب جو دن اچھا آئے گا۔ اس دن یاد رکھنا۔"

"ماں ایک بات کہتا ہوں۔ جو ہونے والی ہے۔ اسے پہلے ہی کہہ رہا ہوں! اس قدر جلدی نہ کرو۔ جو واقعہ بیان کرنے لگا ہوں۔ اس واقعہ کو نو دس مہینے ہو گئے ہیں۔ مگر ماں! تمہارا جو مزاج ہے۔ وہ میں کیا بتاؤں۔ دیکھو دل کو دکھی نہ کرو ——!"

"معلوم نہیں۔ کیا کہتا ہے۔ دیباچہ ہی بڑا دہشت خیز ہے۔ جب تک جیتی ہوں —— میں تو دور رہنا چاہتی تھی۔ مگر نہیں ہو سکتا —— وہ بات کیا ہے پہلے بیان کر دو!"

"اس ماگھ کے مہینے میں جب میں رنگ پور اپنا تمام مال و اسباب بیچ کر اور اپنے مکان و باغ وغیرہ کو کرایہ پر دے کر آ رہا تھا۔ اس وقت ایک مقام پر خیال آیا۔ کہ ریل کے ذریعہ نہیں جانا۔ بلکہ کشتی کے ذریعہ کلکتہ تک جاؤں گا۔ اس لئے وہاں سے ایک بڑی کشتی کرایہ پر کر لی۔

دو دن ایک مست چلتا ہی رہا۔ آخر تیسرے دن کشتی ساحل پر باندھ کر اشنان کر رہا تھا۔ کہ دیکھا۔ بھوپن بابو کنارے پر بندوق لئے کھڑے ہیں۔ مجھے دیکھتے ہی بڑے تپاک سے ملے اور بولے۔

شکار کی تلاش میں آیا تھا۔ ایک بہت بڑا شکار ملا۔ وہ وہاں مجسٹریٹ تھے کافی دنوں بعد ملاقات ہوئی تھی۔ اس لیئے وہ مجھے کسی طرح بھی چھوڑنے پر راضی نہ ہوئے اور میرے ساتھ ساتھ ہی گھومنے پھرنے لگے۔ انہوں نے چھوٹی سی بستی کے میدان میں ایک دن خیمہ لگایا۔ شام کے وقت تفریح کے لیئے باہر نکلے۔ گاؤں بالکل ویران تھا۔ ایک بڑے کھیت کے کنارے ٹھہر گئے۔ ایک شخص ہمارے بیٹھنے کے لیئے چٹائی لے آیا۔ ایک طرف پنڈت جی لڑکوں کو پڑھا رہے تھے۔ گھر کے مالک کا نام تارنی چرن جی تھا۔ بھوپین سے انہوں نے میرا نام دریافت کیا۔ جب ہم واپس آگئے تب مجسٹریٹ نے کہا۔ تمہاری قسمت اچھی ہے۔ شادی کے لیئے پیغام آیا ہے"۔

"کیسے ــــ؟ سفر میں شادی کا پیغام؟"

"یہ تارنی بابو مہاجن ہیں۔ اس کی ایک بیوہ بہن تھی۔ وہ شوہر کے سوگ میں اسی کے پاس آگئی تھی۔ وہ اس وقت حاملہ تھی۔ جب یہاں آئی۔ تو ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ مگر زچہ خانہ میں بہت بیمار ہوئی۔ غریب چل بسی۔ اب لڑکی کی پرورش مشکل ہوگئی۔ خیر جب لڑکی کسی قدر بڑی ہوئی .... تو اس کی خدمت کرنے لگی۔ اب جب وہ شادی کے قابل ہوئی۔ تو ایسی بے بس لڑکی کے لئے کوئی لڑکا کہاں ملے۔ باپ کی عدم موجودگی میں جنم ہوا۔ اب وہ چودہ سال کی ہے۔ ایسی خوبصورت لڑکی میں نے تو دیکھی نہیں۔ اس گاؤں میں اگر کوئی نوجوان برہمن موجود ہوتا۔ تو تارنی بابو شادی کے لیئے مجبور کرتے۔ مگر کوئی نہیں ملا۔ اب تم لڑکی پر رحم کرو۔ ماں! تم میرے سبھاؤ سے بخوبی واقف ہو۔ مجھے رحم آگیا۔ میں نے اعتراض نہیں کیا۔ لڑکی سے شادی کر کے اسے تمہارے پاس لا کر تمہیں حیران کر دوں گا۔ اور یہ بھی مجھے معلوم تھا۔ کہ نوجوان بیوی جب گھر پہنچے گی۔ تو لوگ طرح طرح کی باتیں کریں گے۔ مگر میں نے اپنا ارادہ نہیں بدلا۔ شام کو تارنی چرن ہمارے خیمہ میں شادی کے متعلق بات ہوئی۔ اور تیسرے دن شادی ہوگئی ــــ مگر!"

"ہیں! شادی ہوگئی؟"

"ہاں! ہوگئی۔ بیوی کو لے کر کشتی پر سوار ہوا۔ شام کا وقت تھا۔ آفتاب غروب ہونے کے گھڑی بھر بعد یکایک ایک بہت گرم ہوا کا جھونکا آیا۔ آندھی چلنے لگی۔ کشتی ڈگمگائی۔ چیخ و پکار کی آوازیں آنے لگیں۔ اور دم کے دم میں ہماری کشتی ڈوب گئی۔ اس کے بعد کچھ معلوم نہیں۔"

"بھگوان!" اس وقت راج رمنی کا تمام جسم کانپ رہا تھا۔

"تھوڑی دیر بعد ہوش آیا۔ تو دیکھا میں دریا کے کنارے پڑا ہوں۔ وہاں کشتی یا مسافر کا نشان نہ تھا۔ بعد میں پولیس نے بہت کچھ پتہ لگایا۔ مگر معلوم نہ ہو سکا —— افسوس! بچاری کملا!"

"خیر جو ہوگیا۔ سو ہوگیا۔ اب یہ سب باتیں کبھی نہ کہنا۔ خیال آتے ہی کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ میری اور تمہاری قسمت اچھی تھی؟" راج رمنی کا چہرہ زرد اور آنکھیں پتھرائی ہوئی تھیں۔

"یہ سب میں تم سے کبھی نہ کہتا۔ اس شادی کے تذکرہ نے خود ہی مجھے کہنے پر مجبور کیا۔ اب آئندہ نہیں کہوں گا۔"

"ایک بار اگر ایسا خوفناک واقعہ ہو بھی گیا۔ تو کیا تمام عمر شادی نہ کراؤ گے۔ —— تم عجیب انسان —— !"

"اگر وہ لڑکی زندہ ہو —— پھر؟"

"پاگل ہوگیا؟ زندہ ہوتی۔ تو کیا خبر نہ دیتی؟"

"میرا پتہ اسے معلوم نہیں۔ میری کوئی نشانی بھی اس غریب کے پاس نہیں اس نے میرا چہرہ بھی نہیں دیکھا۔ بنارس آتے ہی تارنی بابو کو معلوم ہوگیا۔ کہ میں یہاں ہوں مگر انہوں نے بھی کملا کا کچھ نہیں پایا۔ کافی سے زیادہ تلاش کی گئی۔"

"پھر کیا؟"

"میں نے دل میں مصمم ارادہ کیا ہے۔ کہ ایک سال تک اس کا انتظار ضرور کروں گا۔ اس عرصہ میں پتہ نہ چلا تب سمجھ لوں گا۔ کہ اب وہ زندہ نہیں۔ اور مجھے دوسرا

قدم اٹھانا چاہیے۔"

"باتیں عجیب ہیں۔ اب ایک سال تک انتظار کی صورت ہی کیا ہے؟"

"اب سال میں دن ہی کتنے رہ گئے ہیں۔ اب اکتوبر ہے۔ نومبر میں شادی ہو ہی نہیں سکتی۔ پھر دسمبر ——— اور جنوری!"

"خیر! مگر ہم کے ساتھ ہیں نے زبان دے دی ہے۔"

"انسان کہہ سکتا ہے۔ کرتا نہیں۔ وہ تو اختیار میں نہیں۔ کرنا سی دوسری ہی طاقت کے ہاتھ ہے۔"

"تمہاری یہ روحانی باتیں اب بڑی تسلی نہیں دیتیں۔ خوف معلوم ہوتا ہے۔"

"مگر یار گھبراؤ نہ۔ بات ہی کیا ہے بھگوان جو کرتے ہیں۔ اچھا کرتے ہیں۔"

موسم سرما کا آفتاب تمام دن کا سفر طے کر کے گوشۂ مغرب میں منہ چھپانا چاہتا تھا ——— اس کی الوداعی روپہلی کرنیں سطح آب پر ایک دلکشی پیدا کر رہی تھی اس وقت کملا گنگا کے کنارے پہنچی۔ اس نے غروب ہوتے ہوئے بھگوان سورج کو پرنام کیا۔ اس کے بعد تمام جسم پر گنگا جل کے چھینٹے دئے۔ پھر دھوتی کو کچھ اوپر اٹھا کر پانی میں اتر گئی۔ انجلی میں پانی لیا۔ پھول چڑھائے اور تمام بزرگوں کو پرنام کیا۔

پھر سر اٹھا تو ایک شخص کا تصور بن گیا۔ "انہیں بھی پرنام کرنا چاہیے؟" ——— اس نے انہیں دیکھا تک بھی نہ تھا۔ ایک رات جب وہ ان کے پاس بیٹھی تھی۔ گو گھونگھٹ بہت لمبا تھا۔ صرف ان کے پاؤں نظر آ رہے تھے۔ ان کے پاؤں پر ان کی نگاہیں نہ ٹھہر سکیں تھیں ——— اسی دن اسی کمرہ کے اندر انہیں چند دوسری سہیلیوں سے کچھ باتیں کیں تھیں ——— اور کملا جیسے شرم سے پانی پانی ہو رہی تھی۔ اس نے اس نے کچھ بھی نہ سنا تھا۔ آج وہ اسی دن کا تصور کرنے لگی۔ اور ساتھ ہی تمام خیال یکجا کر کے انہیں بلاؤں کو سننے کی کوشش کرنے لگی۔

مگر بے سود۔

کافی رات گذرے شادی کا وقت مقرر تھا۔ تمام دن بھیڑ بھاڑ سے وہ تھک چکی تھی۔ اور نامعلوم کس کمرہ میں فرش پر ہی سو گئی تھی۔ دوسرے دن صبح ہی پڑوس کی ایک سہیلی نے اسے جگایا تھا ـــــ اور اس کے ہونٹوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ تھی ـــــ وہ کہہ رہی تھی ـــ "کیا آج شادی کی خوشی میں اتنی مست ہو گئی ہو؟"

رمیش نے نلنی کو جو خط لکھا تھا۔ وہ ابھی تک اس کی دھوتی کے کونے میں بندھا تھا۔ اس نے ایک بار اسے پھر کھولا۔ اور پڑھنے لگی۔ اس کے شوہر کا پتہ درج تھا۔ مگر مکمل نہیں۔ صرف اتنا ہی کہ نام نلنی کانت چٹرجی ـــــ پہلے رنگپور میں ڈاکٹر تھے ـــــ مگر اب لاپتہ ہیں۔ "نلنی کانت" اس نے ایک بار پھر دہرایا۔ اس کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ اور پھر ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ دل میں محبت کا درد پیدا ہوا۔ خود بخود بول اٹھی ـــــ میں انہیں ضرور تلاش کر لوں گی۔ اور ان کے چرنوں کی دھول سر پر لگاؤں گی۔

قدرت میرے راستے میں کبھی حائل نہیں ہو سکتی۔ اگر میں موجود ہوں۔ تو وہ کہاں جائیں گے۔ صرف انہیں کی خدمت کے لئے بھگوان نے مجھے زندہ رکھا ہے۔ نہیں تو میں خوفناک طلاطم سے کبھی نہ بچتی۔

اس کے بعد کملا نے اپنا رومال وہیں پھینک دیا۔ اسی کے ایک کنارے چابیاں بھی بندھی ہوئی تھیں۔ پھر اسے خیال آیا ـــــ رمیش نے ایک ہار دیا تھا۔ وہ بھی اس وقت میرے پاس موجود ہے ـــــ اس نے اسے بھی نکالا اور پانی میں پھینک دیا۔ اس کے بعد کنارے کنارے بنارس کی طرف روانہ ہو گئی۔ کہاں جاتا ہے؟ کیا کرنا ہے؟ اسے خاک بھی معلوم نہ تھا۔ اس نے صرف یہی سوچا تھا۔ کہ چلنا ہے۔ اور صرف چلنا ہے۔ اسے یہاں ایک منٹ بھی نہیں ٹھہر سکتی۔

سردیوں کے دن چھوٹے ہوتے ہیں۔ اس لئے اس کے خاتمہ میں دیر نہ لگی تاریکی

ہر قدم پر بڑھ رہی تھی۔ ایک ایک کر کے آسمان پر ستارے جلوہ گر ہو رہے تھے۔ ریت کا سفید کنارہ بھی آواز سے خوف خوف پکار رہا تھا۔ کملا کی نگاہ کنارہ سے ہٹ کر سطح آب پر جم گئیں۔ اسے ایسا معلوم ہوا۔ جیسے لاانتہا جواہرات پانی پر بکھر دیئے گئے ہیں۔ پانی نہایت آہستہ آہستہ اپنی مدھم آواز سے بہہ رہا تھا۔ اب نگاہ دور تک کام نہیں کرتی آنکھوں آگے سیاہی کا پردہ بڑھ گیا تھا۔ پرندے اپنے اپنے گھونسلوں میں آرام سے پڑے سو رہے تھے۔ دن کا دیوتا سورج بھی اپنے اختیارات رات کی ملکہ یعنی تاریکی شب کے سپرد کر کے آرام کی نیند سونے کو چلا گیا تھا۔ رات کی ملکہ یعنی تاریکی شب تمام دنیا پر اپنا تسلط قائم کر چکی تھی۔ ـــــ شب ظلمت اس سناٹے میں اپنے ٹمٹماتے ہوئے چراغ کو لے کر سنسان ندی کے کنارے سرد آہیں بھر رہی تھی۔ اس لئے کہ سورج دیوتا جو اپنے اختیارات دے کر گہری نیند سونے کو چلا گیا تھا۔ کہیں پھر نہ آجائے۔ رات کی ملکہ اسی خیال میں مگن۔ تارے پہرداری پر مقرر کئے گئے تھے۔ اپنے کام کو نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام کر رہے تھے ـــــ قسمت کی ماری کملا بے یار و مددگار چلی جا رہی۔ کون کہہ سکتا تھا۔ کہ اس کی قسمت میں کیا کچھ لکھا ہے۔

قدرت کا ایک نہ رکنے والا چکر ہر وقت چلتا ہے۔ جس کی آہنی گرفت سے نکلنا انسانی عقل سے بعید ہے۔ ع

وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے
کون کہہ سکتا ہے کل کیا ہوگا۔

کملا کو حد نگاہ تک خالی ریتیلا میدان اور خوفناک اندھیرے کے سوا کچھ دکھائی نہ دیا۔ مگر پھر بھی اس نے ہمت نہ ہاری اور چلتی گئی۔ منزل مقصود کہاں ہے؟۔ اس کا فہم یہ سوچنے میں بھی قاصر تھا۔ وہ بلا تامل ساحل بہ ساحل چلی جا رہی تھی۔ اور یہی اس کا مصمم ارادہ تھا۔ اس نے اب تک کسی سے راستہ تک بھی دریافت نہ کیا تھا۔ اور نہ ہی دریافت کرنے کا ارادہ تھا۔ ایک بات اس نے اور سوچ رکھی تھی۔ کہ اگر کسی قسم کی

مصیبت آجائے۔ تو شری گنگا جی کی گود مجھے چھپا لے گی۔

آسمان بالکل صاف تھا۔ بادل کا نام تک نہ تھا۔ ستارے جھگمگا رہے تھے۔ کملا کو جیسے سر چاروں طرف پھیلی ہوئی تاریکی نے اپنے جال میں لپیٹ لیا تھا۔ اتنا کچھ ہوتے ہوئے بھی اس کا استقلال قائم۔ پاؤں ڈگمگا رہے تھے۔ تھک کر چور ہو گئی تھی — مگر استقلال مثل چٹان کی طرح مضبوط۔

رات ایک پہر کے قریب گذر چکی تھی۔ دور کھیتوں میں گیدڑ چلا رہے تھے۔ جدھر نظر اٹھتی تھی سبزہ ہی سبزہ نظر آتا تھا۔ چلتے چلتے اب ریت کا کنارہ ختم ہوا۔ اور مٹی کا کنارہ دکھائی دیا۔ ساتھ ہی ندی کے کنارے ایک گاؤں نظر آیا۔ وہ ایک قلعہ کی مانند دور سے دکھائی دیتا تھا۔ تمام گاؤں میں سناٹا تھا۔ اب کملا کو کچھ خوف محسوس ہوا۔ اس نے جلدی جلدی قدم اٹھائے۔ اور گاؤں کو پیچھے چھوڑ گیا۔ اب اس کے پاؤں جواب دے چکے تھے۔ تمام جسم تھکان سے چور چور ہو رہا تھا۔ آخر وہ ایک ایسی جگہ پہنچی۔ جہاں کنارہ ٹوٹا ہوا تھا۔ سامنے راستہ دکھائی نہ دیتا تھا۔ وہ نڈھال ہو کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئی۔ اور پھر لیٹ گئی۔ لیٹتے ہی نیند آگئی۔ اسے یہ خبر تک نہ ہوئی۔ کہ کہاں پڑی ہوں۔

کملا کو ایسے محسوس ہوا۔ کہ کوئی اسے بیدار کر رہا ہے۔ اس نے آنکھیں ملتے ہوئے دیکھا۔ کہ چاند نکلا ہوا ہے۔ اور ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔ ہوا کے جھونکے اس کے گیسوؤں سے اٹھکیلیاں کرتے ہوئے گزر جاتے اور بعض اوقات ایسا گستاخانہ قدم اٹھاتے کہ انہیں کو جیسے کملا نے اپنے چہرے پر اوڑھے ہوئے تھا اٹھا لے کی کوشش کرتے اور کامیاب ہو جاتے۔ اسی طرح انہوں نے اسے تختۂ مشق بنائے رکھا۔ سیاہ راتوں میں چاند کی روشنی نے تاریکی کچھ کم کر دی تھی۔ ایک ادھیڑ عمر کی عورت اس کے سرہانے کھڑی تھی۔ بوڑھی عورت نے جب یہ دیکھا۔ کہ اب جاگ اٹھی ہے تو اس نے دریافت کیا۔ "تم کون ہو؟ موسم سرما ہے شدت کی سردی ہے تمہارے کوئی ایسا گرم کپڑا ہے جس کے ذریعے تم سردی سے بچ سکو۔ علاوہ اس کے رات

کے وقت درخت کے نیچے سونا اچھا نہیں ـــــ اس طرح پڑے رہنے اس کیا وجہ ہے؟"
وہ چونک کر اُٹھ بیٹھی۔ دیکھا تو معلوم ہوا۔ بہت دور ساحل پر دو بجرے بندھے ہیں۔ یہ ..... عورت اور لوگوں کے اٹھنے سے پیشتر ہی نہانے کے لئے تیار ہو کر آئی تھی۔
"تم تو بنگالی معلوم ہوتی ہو"
"ہاں ـــــ بنگالی!!"
"یہاں کیوں پڑی ہو وجہ؟"
"کاشی جانے کے لئے روانہ ہوئی تھی۔ رات زیادہ ہو گئی۔ یہاں ہی سو گئی"
"بیٹی! پیادہ پا کاشی جا رہی ہو! خوب! ـــــ خیر چلو اس کشتی میں بیٹھو میں آتی ہوں۔
نہانے کے بعد وہ عورت کملا کے پاس آ گئی اور بات چیت شروع ہوئی۔
غازی پور میں جو سیادھو بابو کے گھر شادی ہو رہی تھی۔ یہ عورت انہیں کی رشتہ دار تھی۔ اس کا نام تھا نوین کالی" اور شوہر کا نام تھا۔ مکند لال دت۔ عرصہ سے کاشی میں رہتے تھے۔ اور اب کشتی میں بیٹھ کر شادی پر یہاں آئی تھی۔ کیونکہ رشتہ بہت نزدیک کا تھا۔ اس لئے انکار نہ کر سکی۔
"تمہارا نام کیا ہے؟" ـــ کملا اپنے خیال میں غرق تھی کہ نوین کالی نے دریافت کیا۔
"املا"
"بازو میں آہنی چوڑی ہے ـــــ شوہر ہوگا؟"
"ہاں شادی ہوئی تھی مگر شادی کے دوسرے ہی دن شوہر کہیں چلے گئے۔ اور آج تک پتہ نہیں چلا"
"تمہاری عمر تو زیادہ نہیں۔ پندرہ سال سے زیادہ نہیں ہوگی۔ ٹھیک ہے کیا؟"
"عمر تو معلوم نہیں۔ شاید پندرہ ہی ہو ـــ کون جانے"

مصیبت آپڑی ہو؟"

"ہاں!"

"جیٔ گھر کہاں ہے ـــــ کس گاؤں ہیں؟"

"سسرال تو کبھی گئی نہیں۔ میکے بشو کھائی میں ہیں"

کملا کے باپ کا مکان بشو کھائی میں تھا۔ یہ وہ جانتی تھی۔ شاید اس نے اپنے ماما سے سنا تھا۔

"اور ماں باپ؟"

"کوئی نہیں"

"بری آدم ـــــ پھر کیا کرے گی تو؟"

"میں کھانا پکانا جانتی ہوں۔ اگر کوئی شریف شخص مل گیا۔ تو بنارس میں ہی ہونگی اور کام کر کے گزارا کروں گی"

نوین کالی کو بغیر تنخواہ کے نوکرانی مل گئی۔ وہ دل میں بہت خوش ہوئی۔ بعد میں بات بنا کر بولی "ضرورت تو نہیں۔ نوکر موجود ہیں۔ تم بھی براہمن لڑکی ہو۔ اور اس وقت مصیبت میں ہو۔ چلو میرے گھر چلو۔ کھانا کپڑا دے دیا کروں گی"

"کام بھی بہت نہیں ہے۔ صرف میرے شوہر اور میں ہوں۔ لڑکیوں کی شادی ہو چکی کر ایک لڑکا ہے۔ وہ بھی سراج گنج میں ہے۔ صاحب نے اس کے نام خط لکھا تھا۔ میں بابو جی سے کہتی ہوں۔ کہ لڑکے کو اتنا دور نہ رکھو۔ وہ کہتے ہیں تم عورت ہو۔ تمہیں کیا خبر کشتی تیز جا رہی تھی۔ بنارس پہنچنے میں دیر نہ لگی۔ بیرون شہر ایک دو منزلہ مکان میں کملا داخل ہوئی۔ چار جانب باغیچہ تھا۔ ملازم وغیرہ کوئی دکھائی نہ دیا۔ کبھی ملازم موجود تھا۔ مگر اس بیچارے کو بغیر تنخواہ کے ہی جانا پڑا۔ باغیچہ سے گذرتے ہوئے نوین کالی نے کملا کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"دیکھو بیٹی بنارس اچھا نہیں۔ اور تم نوجوان ہو۔ خوبصورت ہو۔ ایک ایک قدم خیال سے رکھنا۔ گھر سے باہر نہ نکلنا۔ گنگا اسنان جب میں جایا کروں گی تمہیں

ساتھ لے جاؤں گی۔"

املا کہیں چلی نہ جائے۔ نویں کالی کو یہی ڈر تھا۔ اور اسی وجہ سے اسے اس قسم کی ہدایات دے رہی تھی —— کسی بنگالی کو وہ نہیں مل سکتی۔ اس بات کی خاص ممانعت تھی۔ تمام دن کام سے فرصت ہی نہیں ملتی۔ جب شام ہوتی نویں کالی املا کو اپنے پاس بلاتی اور کہتی۔

"ہم پردیس میں ہیں۔ اس لئے زیور وغیرہ ساتھ نہیں لائے۔ یہاں چوروں کا بہت خدشہ ہے۔ وہاں ہمارے بڑے بڑے مکان ہیں۔ اور سب ٹھاٹھ امیرانہ ہے —— وغیرہ وغیرہ

باب ۱۴

کملا کا شوہر

یوں تو نویں کالی کی پناہ میں تھی۔ مگر اس کی حالت دن بدن خراب ہو رہی تھی۔ وہ بجنسہ اس طرح جس طرح تھوڑے سے پانی میں مچھلی تڑپتی ہے۔ اگر یہاں سے نکل آئے تو شاید بچ جائے۔ مگر باہر اندھکار تھا۔ طوفان تھا۔ ہوا موافق نہ تھی۔ کہاں جائے گی۔ کہاں کھڑی ہوگی۔ نہ کوئی گھر ہے نہ مددگار۔ سوائے خود کشی کے کوئی راستہ نجات دکھائی نہیں دیتا۔ اب تو صرف موت کی گود میں چین نصیب ہو سکتا تھا۔

نویں کالی املا کو محبت تو کرتی تھی۔ مگر اس میں وہ رس کہاں تھا۔ جب املا بہت اداس ہو جاتی۔ تو نویں کالی اسے بہت کچھ سمجھاتی تھی ہر وقت اداس رہنا اچھا نہیں ہر وقت اداس۔ وہ کام کاج میں بے شک تمام دکھ بھول جاتی تھی۔ مگر نویں کالی

کی ہر وقت کی دیکھ بھال اس کیلئے وبال جان ہو گئی تھی ـــ صبح کا وقت تھا سورج کی کرنیں روشندانوں سے چھن چھن کر کمرے میں داخل ہو رہی تھیں نوین کالی نے املا کو اپنے پاس بلایا اور کہا "آج بابو جی کی طبیعت علیل ہے اس لئے چاول نہ بنانا روٹی بھی پکا لینا خرچ ذرا خیال سے کیا کرو۔ تم گھی بہت خرچ کرتی ہو۔ تمہاری بجائے وہ برہمن ہی اچھا تھا۔ خیر جاؤ۔"

املا نے جواب نہیں دیا۔ جیسے اس نے ان فضول باتوں کو سنا ہی نہیں۔ اب خیال نہیں کیا اور چلی گئی املا کو اس دن کی بات بھولی نہیں۔ اس بات کو اس نے اپنی بے عزتی خیال کیا مگر پھر بھی اسے دل میں دبائے رکھا۔ ایک خاموش بیٹھی ہوئی سبزی کاٹ رہی تھی۔ اس کی نظروں میں دنیا فضول اور تلخ ہو گئی تھی۔ اتنے میں نوین کالی کی آواز سنائی دی جو ملازم سے کہہ رہی تھی ـــ "ڈاکٹر تلسی کانت کو بلا لا۔ کہہ دینا کہ بابو جی کی طبیعت اچھی نہیں" املا پر جیسے پہاڑ گر پڑا ہو اس کا دم گھٹنے لگا آنکھوں سے شرار نکلنے لگے۔ تلسی کانت ـــ اور ڈاکٹر ـــ کملا کی لرزتی ہوئی زبان سے نکلا۔ اس کی نظر میں آسمان کی روشنی ٹوٹے ہوئے ستاروں کی طرح بکھر گئی وہ کام چھوڑ کر دروازے کے پاس آئی۔ مگر ملازم نیچے جا چکا تھا۔ وہ بھی نیچے اتر گئی۔ نوکر موجود تھا دریافت کیا۔ "تلسی تو کہاں جا رہا ہے" جواب دیا "ڈاکٹر تلسی کانت کو بلانے"

"وہ کون ہیں؟" ـــ "مشہور ڈاکٹر ہیں"

"کہاں رہتے ہیں؟" ـــ "شہر میں ایک میل کے فاصلے پر"

املا کے ہاتھ میں سب کچھ تھا۔ وہ تلسی کو کھانے پینے کے لئے اچھی طرح دیتی تھی۔ نوین کالی اسے ناپسند کرتی تھی۔ وہ خود تکلیف اٹھاتی تھی لیکن تلسی کو ہر طرح خوش رکھتی تھی۔

اوپر سے آواز آئی "تلسی تو باورچی خانہ کے دروازے کے پاس کس سے باتیں کر رہا ہے" "سمجھتا ہے کہ میری آنکھیں نہیں۔ باہر جاتے ہوئے جب تک تو رسوئی خانہ میں دو چار باتیں نہیں کر لیتا تب تک تجھ سے چلا نہیں جاتا۔" واہ املا واہ۔ میں نے تمہیں پناہ دی اس کا یہ معاوضہ۔"

نوین کالی کا خیال تھا۔ کہ یہ سب مل کر چوری کرتے ہیں وہ عجب قسم کی عورت تھی۔ شک اس کا پیشہ تھا۔

جیسے نوین کالی کی باتیں کملا کے کانوں تک نہیں پہنچیں۔ دروازے کے پاس کھڑی انتظار کرتی رہی۔ اتنے میں تلسی اکیلا ہی واپس آیا۔ کملا نے دریافت کیا۔ "تلسی ڈاکٹر صاحب نہیں آئے؟"

"نہیں!"

"کیوں"

"ان کی ماں بیمار ہے"

"ماں بیمار ہے گھر میں اور کوئی نہیں کیا؟"

"نہیں انہوں نے شادی نہیں کی"

"شادی نہیں کی تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

"نوکروں سے یہی سنا ہے"

"ممکن ہے بیوی مر گئی ہو"

نگران کا نوکر برجو کہتا تھا۔ کہ جب وہ رنگ پور میں ڈاکٹر تھے تب بھی ان کی بیوی نہیں تھی۔

اوپر سے آواز آئی ــــــ "تلسی! کملا فوراً اندر چلی گئی اور تلسی اوپر

املا کا تخیل پھر پرواز کرنے لگا۔ وہ سوچنے لگی۔ نلنی کانت بابو رنگ پور میں ڈاکٹر تھے اس کے دل میں شک نہ رہا۔ تلسی کے آنے پر املا نے پوچھ کیا۔ تلسی اس نام کے میرے ایک رشتہ دار ہیں۔ کیا ڈاکٹر برہمن ہیں؟

"ہاں! جیٹھ جی!"

نوین کالی کے خوف سے تلسی دیر تک نہ ٹھہر سکا۔ اور چلا گیا۔ پھر کملا نوین کالی کے پاس گئی "کام ختم ہونے پر میں دساسومیدھ گھاٹ نہانے جاؤں گی۔"

"تمہاری تمام باتیں عجیب ہوئی ہیں۔ آج ان کی طبیعت خراب ہے نامعلوم کب کس چیز کی ضرورت ہو۔ تمہارے جانے سے کیسے کام چلے گا؟"

"میرے ایک رشتہ دار بنارس میں ہیں۔ آج خبر ملی ہے۔ ان سے ملنے جاؤں گی؟"

"یہ باتیں اچھی نہیں۔ میری اتنی عمر ہوئی میں سب سمجھتی ہوں خبر کون لایا ہے؟ تلسی" اسے میں اب نہیں رکھوں گی۔ جب تک تم یہاں ہو۔ اکیلے نہانے یا کسی سے ملنے نہیں جا سکتی۔"

اسی وقت دربان کو حکم تھا کہ تلسی کو نکال دو۔ ـــــ نلنی کانت کے بارے کی ہر بات جب تک کملا کو کچھ پتہ نہ تھا۔ تب تک دھیرج تھی۔ مگر اب دل بے چین ہوا تھا۔ روح استقلال اُڑ گیا۔

"اسی شہر میں ـــــ بنارس میں پتی دیو موجود ہیں۔ مگر میں اس طرح کس کے ٹکڑوں پر پڑی رہوں۔"

اب املا میں کام کرنے کی طاقت جاتی رہی۔ اور وہ بات بات پر نویں کالی کو انکار کرنے لگی۔

نویں کالی اس کے اس طریقے سے تنگ آگئی۔ اور ایک دن اسے بلا کر کہا۔

"تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تمہاری حالت اچھی نہیں۔ خود بھی کچھ نہیں کھاتی۔ اور مجھے بھی تنگ کرتی ہے۔ تمہاری بنائی ہوئی کوئی چیز بھی کھانے کو دل نہیں چاہتا۔"

"اب میں یہاں کام نہیں کر سکتی۔ دل نہیں لگتا۔ اب مجھے اجازت دے دو۔"

یہ سن کر نویں کالی کی آنکھیں لال ہو گئیں۔ اس نے جوش سے کہا۔

"کلکتہ میں کسی کا بھلا کرنا بھی بُرا ہے۔ جس سے بھلا کرو۔ وہ الٹا برا کرتا ہے۔ صرف تمہاری خاطر میں نے اس اپنے پُرانے ملازم کو رخصت کیا تھا۔ مگر آج تم یہ کہہ رہی ہو۔ میرا لڑکا حاکم ہے۔ اس کا حکم چلتا ہے۔ اس نے بہت لوگ قید کروائے ہیں۔ میرے ساتھ یہ چالاکیاں کام نہ آئیں گی۔ مدت ہوئی اس طرح ایک نوکر نے کیا تھا۔ وہ آج تک جیل خانے میں قید ہے۔ اسے کبھی رہائی نہیں ملے گی۔"

نویں کالی کی یہ بات غلط نہ تھی۔ کیونکہ اس نے اپنے ایک بے گناہ ملازم پر چوری کا جرم عائد کر کے اسے قید کروا دیا تھا۔

جب املا کو ہر طرف مایوسی ہوئی۔ تو اس کی حالت دگرگوں ہو گئی۔ تمام دن کام کرتی۔ اور رات بھر سردی میں صرف ایک کپڑا لے کر باغیچہ میں ٹہلتی رہی تھی۔ اور دیوار کے ساتھ ساتھ جو راستہ جانب شہر گیا تھا۔ اسے دیکھا کرتی تھی۔ اس کا بے چین دل بھگتی بھاؤ سے خدمت کے لئے کسی نہ آشنا گھر میں داخل ہونا چاہتا تھا۔

تھا۔ وہ خود بخود ہی شہر کی طرف دیکھ کر پرنام کرتی۔ اور کالی رات گئے اپنے کمرہ میں لوٹ آتی۔

اسے ہر وقت ہی ڈاکٹر نلنی کانت کا خیال تھا بس ٹک نہ رہی ——

کام ختم ہو چکا تھا۔ شب کی تاریکی بڑھ رہی تھی۔ کہ نوین کالی نے املا کو آواز دی۔ مگر جواب نہ آیا۔ تلسی سے معلوم ہوا۔ املا کمرہ میں موجود نہیں

نوین کالی ششدر رہ گئی۔ اسے اسی وقت خیال ہوا۔ کہ املا بھاگ گئی۔ اس وقت اس کا کمرہ میں نہ ہونا خالی از مصلحت نہیں۔ اس کے بعد وہ خود چراغ لے کر اس کی تلاش میں روانہ ہوئی۔ ایک ایک کمرہ دیکھا۔ سر کھپتے کہ ایک ایک کونہ چھان مارا۔ پلنگ تلے دیکھا۔ غسل خانہ میں دیکھا۔ مگر وہ ہوتی تو ملتی۔ وہ اپنے اشٹ دیو کو پرنام کرنے گئی ہوئی تھی۔

مکند بابو نیم کھلی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے حقہ کے کش لگا رہے تھے۔ نوین کالی ان کے پاس گئی۔ اور بولی۔

"آپ نے بھی کچھ سنا؟"

"کیا؟"

"شاید املا بھاگ گئی ہے۔"

"میں تو پہلے ہی جانتا تھا۔ اور تمہیں کہہ بھی دیا تھا۔ کہ اس طرح آوارہ عورت کو گھر میں رکھنا ٹھیک نہیں۔ کچھ چرا تو نہیں لے گئی؟"

"ایک دن بہت سردی پڑ رہی تھی۔ اسے ایک کمبل دیا تھا۔ وہ تو موجود نہیں۔ اور باقی ابھی تک میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی۔"

"تو کیا پولیس کو اطلاع دینی چاہئے۔"

اتنے میں املا بھی واپس آ گئی تھی۔ اس نے دیکھا کہ مالکہ گھر کی ہر ایک چیز کو الٹ پلٹ کر اچھی طرح دیکھ رہی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ کوئی چیز چوری نہ ہو گئی ہو۔ یکایک املا کو دیکھ کر بولی۔

"کدھر گئی تھی ——— کیا کر آئی؟"

"کام ختم ہو گیا تھا۔ اس لئے ذرا باغیچہ تک گئی تھی۔ گھومنے کے لئے"

نوین کالی کے منہ میں جو بات آئی اس نے کہہ دی۔ کمرہ کے دروازے کے پاس بلتی ملازم آ کھڑے ہوئے تھے۔ اور اپنی مالکن کے تمام سخت الفاظ سن رہے تھے۔ املا آج تک اس کی ہر بات سہتی چلی آئی تھی۔ اور وہ آج بھی سہہ گئی۔ اور آخر بولی

"مجھے اجازت دے دو"

"اجازت تو دینی ہی پڑے گی ہیں کب تک تمہارا منہ دیکھوں گی۔ کھانا کھاتی ہے کپڑے پہنتی ہے۔ اور پھر آنکھیں دکھاتی ہے۔ رخصت کروں گی اس طرح جس طرح تمہیں تمام عمر یاد رہے"

اس کے بعد کبھی بھی املا کو باہر نکلنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ وہ شب کو اپنے کمرہ کا دروازہ بند کر لیتی اور دل ہی دل میں کہتی ——— میں اس قدر تکلیف اٹھا رہی ہوں۔ کیا بھگوان مدد نہ کریں گے؟ ——— کریں گے ——— ضرور کریں گے!"

تیسرے دن ———

مکند بابو دونوں نوکروں کو ساتھ لے کر سیر کے لئے باہر گئے ہوئے تھے۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ شام ہو چکی تھی ——— آواز آئی

مکند بابو ——— مکند بابو!!

نوین کالی اوپر کی منزل میں بیٹھی ہوئی سوچ رہی تھی۔ کہ گھر کا خرچ بڑھ گیا ہے آواز سن کر بولی

"بڑھیا ——— بڑھیا۔ ڈاکٹر نلنی کانت آئے ہیں۔ دروازہ کھول دو"

مگر بڑھیا نے کوئی جواب نہ دیا۔ نوین کالی کا غصہ تیز ہو جاتا۔ اگر دروازے پر ڈاکٹر موجود نہ ہوتا۔ آخر اس نے پھر پکارا۔

"مشرانی جی ——— جاؤ دروازہ کھول دو۔ ڈاکٹر جی کو بٹھاؤ۔ کہہ دو کہ بابو جی باہر گئے ہیں۔ ابھی آتے ہیں"

املا ہاتھ میں لیمپ لئے سیڑھیاں اترنے لگی۔ اس کے پاؤں ڈگمگا رہے تھے۔ حواس قائم نہ تھے۔ اسے ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ دروازے تک پہنچتے ہی بے ہوش ہو جاوے گی۔ دل دھڑک رہا تھا۔ ہاتھ برف کی طرح سرد ہو چکے تھے۔ راستہ نظر نہیں آتا تھا۔ پاؤں خود بخود اٹھ رہے تھے۔ دماغ خوش تھا۔

آخر دروازہ کے قریب پہنچی اور کسی غیبی قوت کے زیر اثر دروازہ کھول دیا۔ پھر گھونگھٹ نکال کر ایک طرف کھڑی ہو گئی۔

"کیا مکند بابو موجود ہیں؟"

املا کو ایسا معلوم ہوا۔ کہ اس کے کانوں میں کسی نے آب حیات ٹپکا دیا ہے لفظ کانوں تک پہنچے تھے مگر دماغ سمجھنے سے قاصر تھا ـــــ ڈاکٹر نے پھر کہا "مکند بابو گھر پر ہیں"

املا کے جسم میں جیسے کسی نے سوئی چبھو دی ہو۔ وہ چونک اٹھی۔ کیسا رنگین خواب تھا۔ جیسے درہم برہم کر دیا گیا۔ اس نے نہایت نرم اور کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

"نہیں ـــ مگر آپ آیئے!"

ڈاکٹر بیٹھک میں آ بیٹھے چند منٹ بعد بڑھیا نے آکر کہا۔ کہ" بابو جی باہر ہوا خوری کے لئے گئے تھے۔ اب آیا ہی چاہتے ہیں۔ تشریف رکھئے"

املا کی سانس تیزی سے چل رہی تھی دل دھڑک رہا تھا۔ چہرے پر حیا کی سرخی دوڑ گئی تھی۔ لب خود بخود ہل رہے تھے۔ جہاں سے نلنی کانت کو اچھی طرح دیکھ سکے وہ ایسی جگہ تلاش کرنے لگی۔ آخر برآمدے کی تاریکی میں اس نے ایک اچھی جگہ منتخب کی۔ مگر کھڑی نہ رہ سکی۔ دل بے چین ہوا تھا۔ آنکھیں آبگوں ہو گئیں۔ آخر وہ وہیں سر تھامے بیٹھ گئی۔ بوجہ سردی ہاتھ پاؤں برف ہو گئے تھے۔

ڈاکٹر چراغ کے سامنے بیٹھے ہوئے کیا سوچ رہے تھے ـــــ تاریکی میں بیٹھی ہوئی املا ڈاکٹر کے چہرے پر نظریں جمائے تھی۔ آخر دل کی تسکین جاتی رہی آنکھیں چھلک پڑیں اور برس نکلیں ـــــ اس نے آنسو پونچھے اور دل کو ڈھارس دی پھر ایک

ٹک ڈاکٹر کے چہرے کی طرف دیکھنے لگی —— چوڑی پیشانی - پرسکون چہرہ - خاموش ہونٹ - جذبات سے پر آنکھیں چراغ کی روشنی میں املا کے دل میں طلاطم بپا ہو گیا۔ املا کی تمناؤں کی حد نہ رہی - وہ جوں جوں ڈاکٹر کے چہرے کا جائزہ لیتی - ویسے ہی اس کا تمام جسم بے قابو ہوتا جاتا - اسے ایسا معلوم ہوا - کہ اس عالم میں اب ڈاکٹر کے سوا دوسرا کوئی مرد نہیں رہا اور میں جو اسے دیکھ رہی ہوں - اسی کے گرد پروانے کی طرح منڈلا کر اسی میں جذب ہوتی جا رہی ہوں۔

املا اسی طرح تھوڑی دیر کے لئے دنیا سے بے خبر رہی - آخر یکایک اسے ایسا محسوس ہوا - کہ اتھاہ پانی میں بہی جا رہی —— اور پھر اس کا دماغ خود ہی ٹھکانے آنے لگا - اس نے دیکھا کہ ڈاکٹر صاحب اٹھ کر نکند بالو سے بات چیت کر رہے ہیں:

"یہ راز طشت از بام نہ ہو جائے" اس خیال کے آتے ہی املا پیچھے باورچی خانہ میں چلی گئی —— اسی دروازہ کے آگے سے نلنی کانت ایک بار پھر نکلنے لگے —— املا کا بال بال خوشی سے بھر گیا - وہ سوچنے لگی -

"میں اتنی بدنصیب —— اور پتی دیوتاؤں کی طرح پوتر - نورانی چہرہ چمکتی ہوئی آنکھیں، کشادہ پیشانی —— بھگوان کرپا کرو —— ایشور سنا ہے کہ تو سم داسی ہے - دیالو ہے کیا مجھے پر دیا نہ ہوگی پربھو؟ —— املا زار قطار رونے لگی -

سیڑھیوں پر پاؤں کی چاپ سن کر املا اندھیرے میں دروازے کے عقب میں کھڑی ہو گئی - بدھیا چراغ لے کر آگے آگے اور ڈاکٹر اس کے پیچھے تھے -

املا نے جھک کر اپنے دل میں پرنام کیا - اور کہا —— "آپ کے شری چرنوں کی داسی نام بدل کر دوسرے کی داسی بن رہی ہے - کیا اس کی خبر نہ لو گے"

اس کے بعد املا اسی کمرے میں گئی - جہاں ڈاکٹر بیٹھے تھے - وہاں سے دھول لے کر آنکھوں کو لگائی - پھر دل میں خیال پیدا ہوا —— کاش خدمت کا ادنے موقع ہی دستیاب ہو جاتا -

دوسرے دن ـــــ کملا کو معلوم ہوا۔ کہ تبدیلی آب و ہوا کے لئے ڈاکٹر نے مکند بابو سے کسی صحت افزا مقام پر جانے کے لئے کہا ہے۔ اور آج تیاری بھی شروع ہو گئی ہے۔

نوین کالی اپنے کمرہ میں بیٹھی ہوئی کپڑے وغیرہ درست کر رہی تھی۔ کہ املا داخل ہوئی۔ اور بولی۔

"میں کاشی چھوڑ کر آپ کے ساتھ نہیں جا سکتی۔"

"میں جا سکتی ہوں اور تم نہیں جا سکتی وجہ؟"

"آپ کچھ کہیں مگر میں نہ جاؤں گی۔ میں نے مصمم ارادہ کر لیا ہے۔"

"مگر تمہیں جانا ہی پڑے گا"

"میں نہ جاؤں گی ـــــ مجھے نہ لے جاؤ۔"

"تم عجیب عورت ہو۔ ایسی خطرناک میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی۔"

بیچاری املا کی حالت کا اندازہ اس وقت ناظرین ہی بہتر لگا سکتے ہیں اس کی منت سماجت کارآمد ثابت نہ ہوئی ـــــ وہ اپنے کمرے میں جا کر بستر پر اوندھے منہ لیٹ گئی اور رونے لگی۔ بھگوان

ناظرین کو اچھی طرح یاد ہوگا۔ کہ پچھلے کسی باب میں ہم نلنی کی شادی کا ذکر ڈاکٹر نلنی کانت سے ہوا تھا۔ اسی شب کو بابو آنند چرن کے پیٹ میں پھر درد ہونے لگا ـــــ تمام رات بہت تکلیف میں بسر ہوئی۔ صبح ہوئی دل بہلانے کے لئے آنند چرن بنگلہ کے صحن میں کرسی پر بیٹھ گئے۔ ہیم نلنی چائے وغیرہ کا انتظام کرنے میں مشغول تھی۔ اب آنند چرن کو درد کا کچھ آرام تھا۔ مگر تمام رات کی تکلیف سے چہرہ اتر گیا تھا۔ آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے پڑ گئے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے مہینوں کے بیمار ہیں۔

نلنی ان کی یہ حالت دیکھ کر بہت رنجیدہ ہوئی۔ اور دل میں سوچنے لگی ـــــ

ڈاکٹر نلنی کانت سے شادی کی نارضامندی ظاہر کر کے میں نے ان کے دل کو دکھی کیا ہے اب ان کو کس طرح تسلی دوں۔ کیا کہہ کر معافی مانگوں ——— مگر ہیم نلنی کسی بھی فیصلہ پر نہ پہنچی۔

ہیم نلنی محو تخیل تھی۔ کہ چکرورتی مہاشہ کو لے کر اکشے کمار آگئے۔ ہیم نلنی ان کے سامنے نہ آنا چاہتی تھی۔ اس لئے جلدی قدم اٹھاتے ہوئے جانے لگی ——— اکشے نے باآواز بلند کہا۔

"آپ جانا چاہتی ہیں میں روک تو نہیں سکتا۔ مگر یہ غازی پور کے چکرورتی مہاشہ ہیں۔ ان کو یوپی میں خاص شہرت حاصل ہے۔ اور آپ سے ہی چند باتیں کرنا چاہتے ہیں"

اسی وقت ملازم دو کرسیاں اور لے آیا۔ اکشے اور چکرورتی دو بیٹھ گئے اور سلسلہ کلام مہاشہ چکرورتی نے شروع کیا۔

"مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ رمیش بابو سے آپ کا خاص تعلق ہے۔ اور میں یہ دریافت کرنے آیا ہوں۔ کہ ان کی بیوی کا کیا ہے۔ کیا وہ مل گئی ہے یا ——— ابھی تک عدم پتہ ہے"

"رمیش کی بیوی" ——— آنند چرن کے حواس باختہ ہو گئے تھے۔ لرزتی ہوئی زبان سے ان کے منہ سے صرف اتنا ہی نکلا۔

نلنی کی نگاہیں زمین میں پیوست تھیں۔ چکرورتی نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"بیٹی! آپ لوگ مجھے پاگل خیال کرتے ہیں۔ مگر اب نہیں۔ میری تمام باتیں توجہ سے سنو۔ تو معلوم ہو گا۔ کہ میں فضول ہی کسی کے درمیان نہیں پڑتا ——— پوجا کے دن تھے رمیش بابو اپنی بیوی کے ساتھ پچھم کی طرف جا رہے تھے۔ جہاز میں میرا ان کا میل ہو گیا۔ آپ کو تو یہ اچھی طرح معلوم ہی ہے۔ کہ کملا کو جو ایک بار دیکھ لے پھر اسی کا ہو جاتا ہے۔ میرا دل تو بوڑھا ہو گیا ہے۔ مگر میں اس لکشمی کو کبھی نہیں بھول سکتا۔ کیسی سلیقہ شعار لڑکی تھی وہ ——— خیر ——— رمیش بابو کو اپنی منزل

کا بھی پتہ نہ تھا۔ کہ انہوں نے کہاں جانا ہے۔ مگر جب میری اور کملا کی ملاقات ہوئی تو وہ بہت خوش ہوئی۔ اور اس نے رمیش بابو کو غازی پور میرے مکان پر چلنے کے لئے مجبور کر دیا۔ آخر سورت کا کہا کون نہیں مانتا۔ اور پھر خوبصورت عورت کہنے والی ہو حسن ایک جادو ہے کہ اس کے سامنے سرکش اور ظالم انسان کا سر بھی جھک جاتا ہے۔ رمیش نے اس کے کہنے پر سر تسلیم خم کر دیا۔ اور غازی پور چلنے کے لئے تیار ہو گیا۔ وہیں میری لڑکی شیل بھی رہتی تھی۔ دونوں بہنوں کی طرح رہنے لگیں۔ مگر قدرت کو یہ منظور نہ تھا اس نے وہ انتقام لیا۔ کہ میں اور شیل اب تک بے چین ہیں۔ شیل کی آنکھوں کے آنسو اب تک خشک نہیں ہوتے۔ میری بچی مجھے رلا کر چلی گئی" ——— چکرورتی کی آنکھیں آبگوں ہو گئیں

"کہاں چلی گئی ؟" ——— آنند چرن نے گھبرا کر پوچھا۔

"کرشن بابو سب جانتے ہیں یہی بتائیں گے۔ میرا تو کلیجہ پھٹتا ہے"

کرشن نے الف سے ی تک سب قصہ بیان کر دیا۔ مگر نہ اس کے چہرے پر رنج تھا نہ ملال۔

"مگر ہمیں تو کوئی بھی حال معلوم نہیں۔ جب سے وہ گئے ہیں۔ خط تک نہیں لکھا"

"کملا نے رمیش سے شادی کی۔ مگر ہمیں خاک بھی معلوم نہیں۔ اچھا چکرورتی جی آپ کملا رمیش کی بیوی ہی تھی یا اور کوئی رشتہ دار ؟"

کرشن نے ہیم نلنی کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا

"آپ تو عجیب باتیں کر رہے ہیں ——— بیوی نہیں تو اور کون ؟ ——— ملکھشمی تھی"

"مگر وہ جس عزت کی مستحق تھی اسے وہ نہ ملی ——— بھگوان کی لیلا"

"جو ہونا تھا ہو گیا۔ اب رنج کرنے سے کچھ حاصل نہیں" ——— آنند چرن نے ایک لمبی سانس لے کر کہا۔

"مگر مجھے ابھی تک شک ہے۔ کہ کملا نے خودکشی نہیں کی۔ بلکہ گھر چھوڑ کر کہیں چلی گئی

ہے۔ اس لئے بہاشہ چکرورتی کے ساتھ کاشی ہیں تلاش کرنے آیا ہوں۔ مگر اب معلوم ہوا ہے۔ کہ آپ کو بھی کچھ خبر نہیں۔ خیر تلاش کر لوں گا۔"

"مگر رمیش کہاں ہے؟" ـــــ آنند چرن نے گہرا سانس لے کر دریافت کیا۔

"وہ بغیر کچھ کہے کہیں چلے گئے ہیں" ـــــ بوڑھے نے جواب دیا۔

"ملاقات تو نہیں ہوئی۔ مگر معلوم ہوا ہے۔ کہ کلکتہ گئے ہیں۔ اور شاید علی پور میں ہی کام شروع کر دیں" ـــــ اکشے نے کبھی نلنی اور کبھی آنند چرن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اس کے بعد دونوں واپس جانے کے لئے تیار ہوئے یہ دیکھ کر آنند چرن نے کہا۔

"اکشے کیا تم واپس آؤ گے؟"

"کیا معلوم کیوں کہ میں کملا کو تلاش کرنا چاہتا ہوں۔ شریف لڑکی ہے نامعلوم کہاں کس مصیبت میں گرفتار ہو۔ رمیش کو رحم نہ آئے گا مجھے تو آ رہا ہے" ـــــ اس کے بعد دونوں رخصت ہو گئے۔

آنند چرن بے چین ہو گئے اور نلنی کی طرف دیکھنے لگے۔ وہ جانتی تھی کہ پتاجی حالت اضطراب میں ہیں مگر کر کیا سکتی تھی۔ آخر اس نے کہا۔

"پتاجی ڈاکٹر سے صلاح مشورہ کرو۔ آپ کی صحت اچھی نہیں۔ چہرہ اتر گیا ہے۔"

"کیا نلنی کانت کو دکھا دوں؟"

"ہیم کچھ دیر خاموش رہی۔ آخر بولی ـــــ حرج ہی کیا ہے۔ آدمی بھیجئے!"

"اپنی لڑکی کے دل کا خیال بھانپ کر آنند چرن نے کہا ـــــ "رمیش! ـــــ اس کی یہ حالت؟"

مگر نلنی بالکل خاموش رہی ڈاکٹر تشریف لائے دوا تجویز ہوئی اسکے بعد ڈاکٹر کی ماں کے بارے میں کچھ باتیں ہوتی رہیں۔

"میرے خیال میں ان کے لئے داسی رکھ دیجئے" ـــــ نلنی نے زمین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں نے بہت کوشش کی ہے۔ مگر ماتا جی مانتی نہیں۔ وہ کسی سے سیوا کروانا نہیں چاہتیں"!

چند منٹ خاموش رہنے کے بعد ہیم نلنی نے کہا ——— "آپ کی باتوں پر عمل تو کرتی ہوں۔ مگر پھر رکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ کیا مجھے کبھی شانتی نصیب نہ ہوگی؟ یہ زخم خوردہ دل پر نمک لگتا ہی رہے گا۔ کیا کشتیٔ حیات گرداب سے نہ نکل سکے گی؟"

ہیم نلنی کی ان مایوس باتوں سے ڈاکٹر کے دل پر چوٹ لگی۔ اس نے اسے حوصلہ بندھانے کے لئے کہا ——— "یہ تمام رکاوٹیں ہمارے دل کو مضبوط کرنے کے لئے اور ہماری پرکھ لینے کے لئے آتی ہیں۔ اس لئے مایوس ہونا اچھا نہیں۔ دل کو قابو رکھو۔ بھگوان جو کرتے ہیں اچھا کرتے ہیں"!

"کیا آپ صبح تشریف لائیں گے ——— شاید آپ کی مدد سے کامیابی ہو سکے"!

ڈاکٹر تو چلے گئے مگر ہیم نلنی کے دل جیسے تسکین دے گئے۔ وہ باہر برآمدے میں آ کر موسم سرما کی دھوپ کا نظارہ لینے لگی اور ساتھ ہی ڈاکٹر کی ماں کے متعلق سوچنے لگی۔ کہ وہ کیوں غمگین رہتی ہیں۔ شاید ڈاکٹر کی شادی کے بارے میں اسے فکر ہے۔ مگر کیا ڈاکٹر کا پاکیزہ دل کسی عورت کی محبت میں پھنس سکتا ہے۔ کبھی نہیں وہ ہرگز ایسے نہیں۔ مگر پھر بھی خدمت کی ہر ایک کو ضرورت ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی قدر کرنا میرا فرض ہے ——— مجھے ان کی خدمت کرنی ہوگی۔

آخر خیالات نے پلٹا کھایا۔ آج صبح نلنی نے جو رمیش کے حالات سنے تھے۔ اسے اُن سے بہت چوٹ لگی تھی۔ جو زخم بھر رہا تھا وہ پھر چھل گیا تھا۔ اور اسے شرم محسوس ہونے لگی۔ مگر باوجود اتنی باتوں کے وہ رمیش کو مجرم نہ گردانتی تھی۔ دنیا کے کئی انسان کئی حالتوں میں سے گذر رہے ہیں۔ اس لئے ہیم نلنی نے ان تمام باتوں کو نظر انداز کر دیا تھا۔ وہ تو رمیش کے خلاف کوئی بات دل میں لانا ہی نہ چاہتی تھی۔ اب ایک اور خیال بھی پیدا ہوا وہ تھی کملا۔ اس کا تمام جسم لرز اٹھا۔ رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ کیا کملا کی خودکشی میں میں

بھی شریک ہوں۔ یہ خیال آتے ہی اس کا دل شرم میں ڈوب گیا۔ آخر اس نے ہاتھ جوڑ کر بھگوان سے پرارتھنا کی ــــــ پربھو میں نے تو کوئی گناہ نہیں کیا۔ پھر یہ پریشانی کیوں؟ میری پرارتھنا سویکار کرو۔ اور یہ تمام بیرونی بندھن کاٹ کر تار تار کر دو۔

کملا اور رمیش کی باتیں سن کر نلنی کے دل پر کیا اثر ہوا ہے۔ یہ معلوم کرنے کے لئے آنند چرن بہت بے چین تھے۔ مگر صاف طور پر لڑکی سے دریافت بھی نہ کرنا چاہتے تھے۔ مبادا اس کے دل کو چوٹ لگے۔ ہیم کمرے میں بیٹھی سینے پرونے کا کام کر رہی تھی۔ کئی بار اس کا فکرمند چہرہ کو دیکھ کر واپس آ چکے تھے۔

شام کا وقت تھا ہوا کچھ سرد ہو گئی تھی۔ چراغ روشن ہو چکے تھے اور چندرماں رنگ برنگی پلکوں پر ستاروں پر حکومت کر رہا تھا۔ اس کے چہرے سے جاہ و جلال ٹپک رہا ہے۔

ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق آنند چرن نے نلنی سے کہا ــــــ "روشنی میری نظروں کے سامنے سے ہٹا دو۔"

جب اندھیرا ہو گیا تو پھر بولے ــــــ "صبح جو بوڑھا آیا تھا۔ نہایت سادہ لوح تھا۔"

مگر نلنی خلاف توقع خاموش رہی۔ اور آنند چرن زیادہ ابتدائی الفاظ نہ دوہرا سکے۔ اس لئے سیدھے مضمون کی طرف آتے ہوئے بولے۔

"رمیش کے حالات سن کر مجھے بہت حیرت ہوئی ہے۔ لوگ اس کے بارے میں بہت کچھ کہا کرتے تھے۔ مگر مجھے اب تک یقین نہ آیا۔ مگر آج تو سب کچھ ماننا ہی پڑھتا ہے۔"

ہیم نلنی نے بات کو کاٹتے ہوئے کہا ــــــ "ان باتوں کا ذکر نہ کیجئے۔"

"ذکر کرنے کو دل تو نہیں چاہتا۔ مگر قدرتی طور پر کسی کا دکھ سکھ میرے اپنے آرام میں خلل انداز ہو رہا ہے۔"

ہیم نلنی کو جوش آ گیا۔ اس نے کہا ــــــ "آپ اپنے دل میں دکھ سکھ کا احساس ہی کیوں کرتے ہیں۔ میرے سنئے عبث پریشان ہونا اچھا نہیں۔ میں اب اچھی ہوں مجھے آپ شرمندہ نہ کریں۔"

"بیٹی میں پکا ہوا پھل ہوں بیراگیا۔ جب تک تمہارا کوئی اچھا انتظام نہ ہو جائے مجھے چین نہ آئے گا"۔ ——— نلنی خاموش رہی۔ آنند چرن نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا ——— "جس کی امید بندھ چکی ہو۔ اس میں اگر ناکامیابی ہو جائے۔ تو بعد میں مایوسی کی ضرورت نہیں۔ میں تمہیں خوش دیکھنے کی ہر وقت خواہش رکھتا ہوں یہ مجھے بھی معلوم ہے۔ کہ تم کس طرح خوش رہ سکتی ہو۔ میری ہر بات کو نظر انداز نہ کر دیا کیا کرو"۔

نلنی کی آنکھوں میں آنسو امنڈ آئے۔ بادل گھرے ہوئے تھے اب برسنے لگے۔ اس نے روتے ہوئے کہا ——— "میں آپ کی کسی بھی بات کو نظر انداز نہیں کرتی آپ جو کہیں گے مان لوں گی۔ مگر کچھ دن اپنے دل کو اچھی طرح مطمئن کرنا چاہتی ہوں"۔ باپ نے اسی اندھیرے میں آنسو سے تر بیٹی کے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔ مگر زبان بند رکھی۔

دوسرے دن صبح جب آنند چرن باغ میں دھوپ کا لطف اٹھا رہے تھے اکشے کمار داخل ہوا ——— آنند چرن نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور وہ بیٹھ گیا۔ بابو آنند چرن بھی خاموش بیٹھے رہے۔ آخر اکشے کمار خاموش بیٹھے بیٹھے تنگ آگیا۔ پھر سکوت کو توڑا اور سلسلہ کلام اس طرح جاری کیا۔

"اب تک میں ناکام رہا ہوں کوئی پتہ نہیں چلا ——— ہاں! رمیش بابو کی کچھ چیزیں جگر درتی کے پاس رہ گئیں ہیں۔ انہیں کہاں بھیجا جائے۔ وہ یہی سوچ رہے ہیں۔ امید ہے وہ آپ کے پاس ضرور آئیں گے۔ اس لئے خیال ہے۔ کہ وہ سب کچھ آپ کے ہاں بھیج دیا جائے"۔

بابو آنند چرن نے کہا۔

"تم خواہ مخواہ مجھے اس قسم کی باتوں سے جلاتے ہو۔ وہ یہاں کیوں آنے لگا۔ میں اس کا سامان کیا کروں گا"۔ ——— آنند چرن کے الفاظ میں جوش اور ناراضگی کی جھلک تھی۔

"آپ تو ناراض ہو گئے۔ مگر ان کو تسلی دینا تو ہمارا فرض ہے"۔
"میں خوب جانتا ہوں۔ تم سب کچھ مجھے تنگ کرنے کے لیئے ہی تو کر رہے ہو اب آئندہ یہ ذکر نہ کرنا"۔
"پتاجی آپ ناحق ناراض ہوتے ہیں۔ آپ کی صحت پہلے ہی خراب ہے"۔ ہیم نلنی نے نرم آواز سے کہا۔
"مجھے معاف کیجئے۔ آئندہ ایسی غلطی نہ کروں گا"۔۔۔۔ یہ کہہ کر اکشے کمار وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔

باب ۱۵

روانگی

مکند بابو کی میرٹھ جانے کی تیاری مکمل ہو گئی۔ اسباب وغیرہ بند گیا۔ دوسرے دن صبح ہی جانے کا خیال تھا۔ کملا نے بھگوان سے پرارتھنا کی تھی۔ کہ کسی طرح ان کی روانگی ملتوی ہو جائے۔ اور اسے یقین بھی تھا۔ کہ اب ایسا ضرور ہو گا۔۔۔۔ اور شاید دوبارہ ڈاکٹر صاحب کے درشن ہی ہو جائیں۔ مگر دونوں میں سے ایک خواہش بھی پوری نہ ہوئی۔

قدرت قدرت ہے اور انسان انسان۔

کہیں املا بغیر اطلاع دیئے بھاگ نہ جائے۔ اس لئے نوین کالی ہر وقت اس کے ساتھ رہتی تھی۔

املا اپنے دل ہی دل میں یہ سوچ رہی تھی۔ کہ آج شب نوین کالی سے التجا کروں گی۔ کہ وہ مجھے یہاں ہی رہنے دے۔ اپنے ساتھ نہ لے جائے۔ اگر ایسا نہ ہوا

تو صحت بیٹ درد کا بہانہ کردں گی۔ پھر تو ضرور ہی ڈاکٹر صاحب تشریف لائیں گے۔ اور اگر اسی وقت جان پر بھی کھیلنا پڑا تو بھی کوئی حرج نہیں۔ آتے وقت ان کی داسی ان کے چرنوں میں جان دے دے گی۔ انسان سوچتا کچھ ہے ہوتا کچھ ہے۔ ع

وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے

املا نے کئی کچھ سوچا مگر اس کی ایک نہ چلی۔

رات کو نوین کالی املا کو اپنے کمرے میں لے کر سوئی۔ اپنے ساتھ یکہ میں بٹھایا سکند بابو نو سیکنڈ کلاس میں بیٹھے۔ نوین کالی املا کو لے کر انٹر میں سوار ہوئی ـــــ گاڑی نے وسل دی اور چل پڑی۔ جیسے مست ہاتھی سب کچھ پاؤں تلے روندھتا ہوا چلتا ہے ـــــ املا نے کھڑکی سے باہر گردن نکالی۔ اور دور ہوتے ہوئے بنارس کو دیکھنے لگی۔ اس وقت اس کی پلکوں کے نیچے آنسو تھے۔ اس کا دل بیتاب تھا۔ اور رو رہا تھا۔

نوین کالی نے دریافت کیا

"پان کا ڈبہ کہاں ہے"

املا نے کھڑکی سے سر اندر کیا۔ اور اٹھ کر اسباب میں سے ڈبہ نکال کر دے دیا۔ نوین کالی نے اسے کھولا۔ تو جھنجھلا کر بولی "چونہ تو لائی ہی نہیں۔ تو مجھے بہت تنگ کر رہی ہے۔ کل سبزی میں نمک زیادہ تھا۔ آج چونہ نہیں۔ کیا تمہارا خیال ہے۔ کہ میں یہ سب کچھ سمجھتی نہیں۔ بیرہٹہ پہنچنے کے بعد بتاؤں گی ـــــ تم کیا ہو ـــــ میں کیا ہوں"

گاڑی پل سے گذر رہی تھی۔ اور املا سر نکالے بنارس کا نظارہ دیکھ رہی تھی اسی کاشی میں کہیں ڈاکٹر صاحب کا بھی مکان ہے۔ اسے جو کچھ بھی نظر آتا سب میں ڈاکٹر صاحب کے گھر کا خیال پس پردہ تھا۔

جھک کر کیا دیکھتی ہو۔ چڑیا نہیں کہ اڑ جاؤ گی"۔

گاڑی مغل سرائے کے اسٹیشن پر کھڑی ہوئی۔ املا کو سب کچھ سایہ کی طرح خواب

معلوم ہونے لگا۔ وہ کسی غیبی طاقت کے زیر اثر گاڑی سے اتری اور دوسری گاڑی میں سوار ہوگئی۔

گاڑی کی روانگی میں صرف ایک ہی منٹ باقی رہ گیا تھا۔ تو املا کے کانوں میں آواز آئی۔

"ہاں!"

کملا چونک پڑی۔ آواز سے کان آشنا تھے۔ پلیٹ فارم پر چاروں طرف نظریں دوڑائیں۔ پیچھے مڑکر دیکھا تو امیش نظر آیا۔ کملا کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔ اس نے کہا۔

"امیش!"

امیش نے دروازہ کھول دیا کملا نیچے اتر آئی۔ امیش نے ہاتھ جوڑکر پرنام کیا۔ کملا کا چہرہ خوشی سے سرخ ہوگیا۔

گارڈ نے جھنڈی دکھائی۔ اور گاڑی نے وسل دی۔ نوین کالی چلا اٹھی۔

"مشرانی جی! جلدی آؤ گاڑی چلنے کو ہے۔"

مگر کملا نے سنا ان سنا کر دیا۔ گاڑی دھواں چھوڑتی ہوئی روانہ ہوگئی۔

"امیش تو کہاں سے آیا ہے؟"

"غازی پور سے!"

"سب اچھے ہیں۔ چچا جی کا کیا حال ہے؟"

"اچھے ہیں۔"

"اور میری شیل"

"تمہارے لئے بہت روتی ہے۔ ایک نہیں مانتی۔"

"اماں کیسی ہے؟ کیا وہ مجھے یاد کرتی ہے؟" —— کملا کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

"آپ نے جو کپڑا دیا تھا۔ اس کو جب تک وہ پہن نہ لے اسے چین نہیں آتا۔"

اس کو بین کر کہنی ہے۔ موسی چلی گئی۔ اور موسی شیل کی آنکھوں سے آنسو نکل آتے ہیں۔"

"یہاں تو کیسے آیا ہے؟"

غازی پور اب مجھے اچھا نہیں لگتا۔ چلا آیا۔"

"کدھر جائے گا؟"

"تمہارے ساتھ۔"

"میرے پاس تو ایک کوڑی تک نہیں۔"

"میرے پاس سب کچھ ہے۔"

"کہاں سے لئے؟"

"جو پانچ روپے دئے تھے تم نے میرے پاس موجود ہیں۔"

"تب چلو کاشی چلیں ۔۔۔ کیا ٹکٹ خرید سکو گے؟"

"ہاں!"

دونوں سفر کرنے لگے۔ کاشی اتر کر کملا نے پوچھا۔ اب کہاں چلو گے؟

"ماں! فکر نہ کرو تمہیں اچھی جگہ لے چلوں گا۔"

اچھی جگہ! مگر تمہیں یہاں کی کیا خبر۔"

"کیوں نہیں، سب جانتا ہوں۔ دیکھنا کہاں لے چلتا ہوں۔" امیش نے کملا کو یکہ پر سوار کرایا۔ اور خود بھی ساتھ ہی بیٹھ گیا۔ یکہ روانہ ہوا ۔۔۔ اور ایک مکان کے سامنے جا رکا ۔۔۔ امیش نے کہا۔ "ماں! اترو۔"

کملا اتر کر امیش کے ساتھ ہو لی۔ امیش مکان کے اندر داخل ہوا۔ اور آواز دی۔ "چچا جی۔"

کون؟ امیش! کہاں سے آیا؟"

حقہ ہاتھ میں لئے چکرورتی مہاشہ آموجود ہوئے۔ امیش سر نیچا کئے منہ سے لگا حیرت میں ڈوبی ہوئی کملا نے سر جھکا کر پرنام کیا۔ مہاشہ چکرورتی کے منہ سے

چند سیکنڈ تک کوئی بات نہ نکلی۔ آخر کملا کی ٹھوڑی پکڑ کر اُسکے حیا سے سرخ چہرہ کو اوپر کیا۔ اور کہا۔

"بیٹی آگئی ہو اوپر چلو ــــــ شیلجا دیکھ کون آیا ہے"

شیل ختم زدہ میں برآمدے کی سیڑھیوں پر آکھڑی ہوئی۔ کملا نے اسے بھی پرنام کیا۔ اور شیل نے اسے سینہ سے لگا کر چوما۔ دونوں کی آنکھیں اشک بار ہوگئیں۔

"کہاں چلی گئی تھی۔"

"شیل! یہ باتیں بعد میں ہوں گی۔ اس وقت کملا کے کھانے اور اشنان کا انتظام کردو"

اتنے میں اما موسی اکڑتی ہوئی باہر آئی۔ کملا نے اسے گود میں اٹھا کر منہ چوم لیا۔

شیل کملا کو اس حالت میں نہ دیکھ سکی۔ روکھے بال میلے کپڑے۔ اس نے سب سے پہلے اسے نہلایا اور اچھے کپڑے پہنے کو دئے

"معلوم ہوتا ہے۔ شب گذشتہ کو سوئی نہیں؟ جاؤ اس کمرے میں جا کر آرام کرو میں کھانا تیار کر کے لے آتی ہوں"

"نہیں ــــ یہ نہ ہوگا۔ میں تمہاری امداد کروں گی"

جب چکرورتی دیہات کا نشی آنے لگے تھے تو شیل بھی اصرار کر کے ساتھ آگئی تھی ــــ چکرورتی نے کہا بہین کو رخصت نہیں تو شیل نے یہ کہہ کر ٹال دیا۔ کہ ماں تو یہاں موجود ہے۔ انہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ میں اکیلی ہی چلوں گی۔ آخر چکرورتی کو مجبوراً اسے ساتھ لانا پڑا۔ جب گاڑی کانشی پہنچی اور سب اترنے لگے تو چکرورتی نے دیکھا۔ امبش بھی گاڑی سے اتر رہا ہے۔ چکرورتی نے دریافت کیا۔

"تو کیسے آیا"

"ماں کو تلاش کرنے۔"

چکرورتی نے کہا۔ ہم تلاش کریں گے۔ تو گھر جا اور بہن بالا کو کسی قسم کی تکلیف

نہ ہو۔ امیش کو واپس جانا پڑا۔ اس کے بعد کیا ہوا۔ وہ ناظرین پر اچھی طرح ظاہر ہے۔

"تو کیوں چلی گئی تھی؟ ـــــ کہاں چلی گئی تھی؟" ـــــ گھر کے کسی بھی آدمی نے کملا سے کوئی سوال نہیں کیا۔ ایک دن اماں کی دائی نے کملا سے اس کے متعلق کچھ دریافت کرنے لگی۔ تو جگردرنی نے روک دیا۔

رات کو شیل اور کملا ایک ہی پلنگ پر سوئیں۔ شیل نے اس کے گلے میں ہاتھ ڈال کر زور سے سینہ سے لگا لیا۔ اور پھر اس کے جسم پر ہاتھ پھیرنے لگی ـــــ کملا کو ایسا معلوم ہوا کہ یہ خاموش ہاتھ خاموش سوال کر رہا ہے۔ اور کسی پوشیدہ راز کے دریافت کرنے کی کوشش میں ہے۔

آخر کملا نے زبان ہلائی۔

"بہن! تم نے کیا خیال کیا تھا؟" ـــــ

"کیا خیال کیا تھا؟ ـــــ بتا نہیں سکتی۔ صرف اتنا ہی جانتی ہوں کہ حواس باختہ تھے۔ رہ رہ کر یہی خیال آتا تھا۔ کہ تمہیں بہت دکھ ہوا ہے۔ اس لیئے ہی تم نے اتنا خوفناک راستہ اختیار کیا۔ بھگوان کی لیلا ہی ایسی ہے جو نہیں کرتا وہ پاتا ہے۔ جو کرتا ہے۔ وہ آرام میں ہے۔"

"کیا میری داستان حیات سننا چاہتی ہو؟"

"ہاں ضرور!" ـــــ

"میں نے تمہیں پہلے ہی سب کچھ کیوں نہ بتا دیا۔ یہ معلوم نہیں اس وقت سوچنے سمجھنے کا وقت ہی نہ تھا۔ چشم زدن میں ایک طوفان خیز بجلی سر پر آگری۔ اور اسی حیا کے زیر اثر تمہیں منہ دیکھنا بھی ناجائز معلوم ہونے لگا۔ اس عالم میں میری ماں ہی بہن تم ہی میری بہن ہو اور ماں کے برابر ہو تمہیں بتاتی ہوں میں انہیں تا زیست اپنے پاس رکھنا چاہتی تھی۔ اگر حالات بجلی کی تیزی کی طرح نہ بدل جاتے

اب کملا حالت جوش میں لیٹی نہ رہ سکی۔ اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔ ہمر شادی سے لے کر آج تک تمام حال تفصیل وار بیان کر دیا۔

"تو بھی عجیب لڑکی ہے کہ شوہر کو دیکھا تک نہیں۔"

"میں بچی نہ تھی بلکہ جوان ہو چکی تھی۔ اور عمر شادی کی عمر سے تجاوز کر چکی تھی۔ اس لئے شرم نے مجھے بالکل بے حس کر دیا تھا ——— پھر کشتی ڈوب گئی۔ میں بچ گئی تم جانتی ہو۔ اور ساحل پر جس کے ہاتھ لگی۔ اور جسے آج تک شوہر خیال کرتی رہی وہ ——— میرے شوہر نہیں۔"

شیلا کو جیسے سانپ نے ڈس لیا ہو۔ وہ چونک پڑی اور اپنی جگہ سے اٹھ کر کملا کو شانوں سے پکڑ لیا ——— "اف اب سب سمجھ گئی ——— تباہی کا کارن معلوم ہو گیا۔"

"جس کی قسمت بری ہو اسے موت بھی نہیں آتی۔"

"کیا رمیش بابو ان تمام حالات سے آشنا نہیں؟"

"ہاں! ——— شادی کے چند دن بعد انہوں نے مجھے پکارا تھا۔ شو شیلا! ——— مگر میں نے کہا میرا نام کملا ہے۔ اس کے بعد وہ خاموش رہے میں بھی خاموش رہی میں نے پھر کہا۔

"آپ مجھے کئی بار اس غلط نام سے پکار چکے ہیں ——— میرا خیال ہے اس دن ان کی یہ فوری غلطی رفع ہو گئی تھی۔ مگر آج میں وہی باتیں سوچتی ہوں۔ تو شرم سے پانی پانی ہو جاتی ہوں۔"

"جس کی قسمت میں دکھ ہو اسے آرام کہاں۔ یہ بھی تمہاری قسمت اچھی تھی کہ رمیش بابو کے ہاتھ آئی۔ ذرا سوچوں تو ان کے ساتھ کیا گذرتی ہو گی؟ اچھا اب سو جاؤ تم بہت تھک گئی ہو۔ رو رو کر تمہارا چہرہ اتر گیا ہے۔ کل امید ہے۔ سب درست کر دوں گی۔"

دوسرے دن ——— شیلا چکرورتی کو ایک علیحدہ کمرے میں لے گئی اور رمیش کا لکھا ہوا وہی خط ان کو دکھایا۔ انہوں نے خط پڑھا۔ حیرت کی انتہا ہو گئی آخر بولے۔

"اب کیا کرنا ہو گا؟"

"رما سردی اور خشکی ہوگئی۔ جس کی وجہ سے ہر وقت تنگ کرتی رہتی ہے میرے خیال میں ڈاکٹر نلنی کانت کو بلاؤ"

چکرورتی اسی وقت ڈاکٹر کو بلا لائے ـــــ شیل نے کملا کو بلایا ۔ اور کہا "ڈاکٹر آئے ہیں"

وہی کملا جو نوین کالی کے مکان میں ڈاکٹر نلنی کانت کو دیکھنے کے لئے بیقرار تھی آج شرم سے اٹھنے کا نام نہ لیتی تھی

شیل نے کہا!

"اصرار کا وقت نہیں۔ اور رما بھی کچھ زیادہ بیمار نہیں ہے۔ اس لئے ڈاکٹر بھی دیر تک ہی ٹھہریں گے"

شیل نے اس کا بازو پکڑ کر اسے اٹھایا اور دروازے کے پاس لے آئی۔ ڈاکٹر صاحب نے لڑکی کو دیکھا دوا تجویز کی اور چلے گئے۔ شیل نے کہا ـــــ "کملا! تم نے دکھ تو بہت سہے ہیں۔ مگر اب اچھے دن بھی آگئے ہیں۔ تمہیں استقلال سے کام لینا ہوگا"

چند دن بعد چکرورتی پھر ڈاکٹر کو بلانے گئے۔ مگر وہ مکان پر موجود نہ تھے۔ چکرورتی نے دربان کو کہا۔ کہ ان کی ماں تو موجود ہے۔ کہہ دو کہ ایک بوڑھا براہمن آپ کو ملنا چاہتا ہے ـــــ اجازت مل گئی۔ چکرورتی اوپر چلے گئے۔ اور بولے۔

"آپ کا نام سنا تھا۔ مگر درشن کی ابھلاشا تھی وہ آج پوری ہوئی"

"آپ تشریف رکھئے پانی وغیرہ پیجئے نلن آتا ہی ہوگا"

چکرورتی بہاشنہ نے چائے وغیرہ پی۔ راج رمنی نے کہا ـــــ "آج آپ کی خدمت نہ کرسکی۔ کل میری دعوت قبول کیجئے"

"بہت اچھا میں نزدیک ہی رہتا ہوں" ـــــ اتنے میں ڈاکٹر نلنی کانت بھی آگئے۔ راج رمنی نے کہا۔

"بیٹا! ان سے فیس نہ لینا"

نلنی کانت ابھی جواب دینے نہ پایا تھا کہ چکرورتی مہاشہ نے کہا۔
"یہ تو پہلے ہی نہیں لیتے۔"
نلنی کانت آئے اور لڑکی کو دیکھ کر چلے گئے۔
دو چار دن چکرورتی اور شیل میں مشورہ ہوتا رہا۔ ایک دن چکرورتی نے کملا سے کہا۔
"چلو کملا! گنگا اشنان کر آئیں۔"
کملا چکرورتی مہاشہ کے ساتھ اکیلے جاتے ہوئے شرمائی۔ اس نے دل میں کہا کہ بہن شیل کو بھی لئے چلوں تو اچھا ہے۔ یہ سوچ کر کملا نے کہا۔
"بہن! تم بھی چلو۔"
"بہن! اماں کی طبیعت علیل ہے۔ اس لئے آج معاف کرو۔"

جب دونوں نہا کر واپس آ رہے تھے۔ تو ایک بوڑھیا کو دیکھا کہ وہ گنگا جل لے چلی جا رہی ہے۔ کملا کو بازو سے پکڑ کر چکرورتی مہاشہ بوڑھیا کے قریب لے گئے اور بولے۔
"ان کو پرنام کرو ــــ ڈاکٹر نلنی کانت کی ماں ہیں۔"
کملا نے اسی وقت ہاتھ جوڑ کر نمرتا پورک پرنام کیا۔
"تم کون ہو" راج رمنی نے کہا۔ کیسی دلکش صورت ہے۔ لکشمی ہو۔"
راج رمنی نے اس کا سر اٹھا کر اچھی طرح چہرہ دیکھا اور دریافت کیا ــــ
"تمہارا نام؟"
نامعلوم کملا کیا جواب دیتی۔ مگر چکرورتی نے جلدی سے کہا ــــ "ہری داسی!
"یہ میری دور کے رشتہ سے ہے۔ اس کا اور کوئی نہیں۔ میرے پاس ہی رہتی ہے۔"
اتنی دیر تک ڈاکٹر صاحب کا گھر آ گیا تھا۔ راج رمنی نے کہا ــــ آیئے اندر

آیئے کچھ ناشتا کیجئے "
ڈاکٹر نلنی کانت مکان پر موجود نہ تھے۔ اندر جاکر جب سب بیٹھ گئے۔ تو بوڑھے نے سلسلہ کلام جاری کیا۔
"ہری داسی کی قسمت اچھی نہیں۔ شادی کے دوسرے دن ہی اس کا خاوند سنیاسی ہوگیا تھا۔ اس کا خیال ہے۔ کہ اپنا جیون کسی تیرتھ میں گذارے۔ مگر میرا یہاں مکان نہیں۔ اور بہت سی دجوہات ہیں۔ جن کی وجہ سے میں یہاں نہیں رہ سکتا۔ اسے آپ کی خدمت میں لایا ہوں۔ آپ اپنی لڑکی کی طرح اسے رکھیں اگر کوئی تکلیف محسوس ہوئی تو مجھے خط لکھیں۔ مگر مجھے یہ یقین ہے کہ یہ آپ کی خدمت کرکے اپنا گرویدہ بنالے گی!"
"بڑی اچھی بات ہے۔ یہ تو واقعی ہی میری خوش قسمتی ہے۔ آپ اب اس کا فکر نہ کیجئے۔ اور میرے بیٹے کے متعلق تو آپ جانتے ہیں۔ پس اور کوئی آدمی گھر میں موجود ہی نہیں "
"ڈاکٹر صاحب کا نام کون نہیں جانتا۔ میں سمجھتا تھا۔ کہ شادی کے بعد ان کی بیوی گنگا میں ڈھوب کر جان بحق ہوئی۔ اور آج تک انہوں نے شادی نہیں کی تاعمر برہمچاری رہنا چاہتے ہیں "
"ان باتوں کا ذکر نہ کیجئے۔ بھگوان کی مرضی یہی تھی۔ ایسی باتیں سنتے ہی میرا سینہ پھٹتا ہے "
"اب اگر اجازت ہو تو میں جاؤں۔ ہری داسی آپ کے پاس رہے گی۔ امید ہے۔ کل اس کی بڑی بہن آپ کے درشن کرنے آئے گی "
یہ کہہ کر چکر ورتی نے پرنام کیا اور چلے گئے۔ راج رنی نے ہری داسی کو اپنے پاس بلایا۔ اور نہایت نرم لہجہ میں کہا۔
"بیٹی! تمہاری عمر کچھ زیادہ تو نہیں جو تمہیں چھوڑ کر چلا گیا وہ کتنا سنگدل ہوگا۔ میری یہ اشیر یاد ہے۔ کہ تمہارے پتی تمہیں پھر ملیں گے۔ یہ قدرتی حسن کہاں

کیا یونہی ضائع ہو جائیگا۔ کبھی نہیں —— اب تو میں یہ سوچ رہی ہوں۔ کہ یہاں تمہاری ہم عمر لڑکی کوئی نہیں ہے۔ تم اپنا وقت کس طرح گزارو گی؟"

کملا نے نظر عقیدت سے راج رمنی کی طرف دیکھا۔ پھر اس کی آنکھیں زمین پر جھک گئیں۔ اس نے کہا۔

"آپ کی خدمت کیا کروں گی"۔

"میری خدمت ! مجھے خدمت کی ضرورت ہی کیا ہے۔ میرا صرف ایک لڑکا ہے اور وہ کبھی سیتا سی اس نے کبھی بھول کر بھی کوئی کام مجھے نہیں بتایا۔ وہ بہت اچھا ہے۔ ایک بات اور کہہ دوں۔ کہ بار بار میرے منہ سے نلن کی تعریف سن کر برا نہ ماننا"۔

کملا کا چہرہ مارے خوشی اور شرم سے سرخ ہو گیا۔

"اب میں یہ سوچتی ہوں کہ تمہیں کیا کام دوں —— سلائی جانتی ہو؟"

"ہاں! —— مگر اچھی طرح نہیں"۔

"میں تمہیں سمجھا دوں گی —— پڑھنا جانتی ہو؟"

"ہاں!"

"میں بغیر عینک کے نہیں پڑھ سکتی۔ تم مجھے کتاب سنایا کرو"۔

"گھر کا کام اچھی طرح کر سکتی ہوں"۔

"تم نہ جانو گی تو اور کون جانے گا۔ آج تک تو میں بیٹے کو اپنے ہاتھ سے ہی پکا کر کھلاتی رہی ہوں۔ آؤ میں تمہیں باورچی خانہ دکھا دوں"۔

راج رمنی نے کملا کو ساتھ لے جا کر تمام مکان دکھایا —— کملا نے رکتے ہوئے گلے سے درخواست کی۔

"ماں! آج کھانا میں بناؤں گی"۔

"گھبراتی کیوں ہو بیٹی! ایک ایک کر کے تمام کام تم ہی کیا کرو گی —— اچھا تم ہی پکاؤ"۔

کملا کام کاج میں لگ گئی۔ ڈاکٹر نلنی کانت گھر آتے ہی پہلے ماں کو دیکھتے تھے مگر آج جب ادھر جانے لگے۔ تو راستہ میں ہی باورچی خانہ میں کسی کے کھانہ پکانے کی آہٹ پاکر ٹھہر گئے۔ شاید ماں اس وقت کھانہ پکا رہی ہے۔ دروازے کے پاس جا کھڑے ہوئے۔

کملا نے پاؤں کی آہٹ سنی تو پیچھے دیکھا۔ کملا اور نلنی کانت کی آنکھیں چار ہوئیں۔ کملا گھونگھٹ نکالنے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔ اور حیرت زدہ ڈاکٹر صاحب آگے نکل گئے۔ اس کے بعد جب کملا نے چمٹا اٹھایا تو اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ دماغ سن تھا۔ اور آنکھیں ایک ٹک چوکھٹ پر لگی ہوئی تھیں۔ ——

—— پوجا پاٹھ کر کے راج رہنی جب باورچی خانہ کی طرف آئی تو بہت خوش ہوئی۔ کھانا تیار ہو چکا تھا۔ چوکا برتن صاف ہیں۔ ہر چیز قرینے سے رکھی ہے راج رہنی نے دریافت کیا۔

"بیٹی! تو برہمن کنیا ہے؟"

"ہاں!"

نلنی کانت کھانا کھانے لگے۔ ماں نلنی قریب ہی بیٹھی تھی۔ اور دروازے کے باہر حیا میں ڈوبی ہوئی کملا موجود تھی —— اندر جھانکنا تک دشوار ہو گیا تھا اسے خوف تھا کہ میرے ہاتھ سے تیار شدہ کھانا خراب نہ ہو۔

"بیٹا! کیا کھانا اچھا ہے؟"

ڈاکٹر صاحب جب تو مدت سے ایک ملازمہ رکھنے کی فکر میں تھے۔ اور آج ملازمہ کو دیکھ کر بہت خوش بھی ہوئے تھے بولے —— "ہر چیز بہت لذیز ہے۔"

دیوار کی اوٹ میں کھڑی ہوئی کملا یہ تعریفی کلمات سن کر خوشی سے نڈھال ہو گئی اور وہاں کھڑی نہ رہ سکی۔ قریب کے کمرے میں گھس گئی۔ اور اپنے اچھلتے ہوئے دل کو دونوں ہاتھوں سے دبالیا۔

شام کا وقت تھا ہوا کے خوشگوار جھونکے آ آکر کملا کی پریشان زلفوں اور اُس کے خشک چہرہ پر اٹھکیلیاں کر رہے تھے۔ اتنے میں راج رمنی نے آواز دی۔
"ہری داسی!"
کملا اسی وقت حاضر ہوئی راج رمنی نے خود اپنے ہاتھ سے اُس کا جوڑا باندھا مانگ میں سندور لگایا۔ پھر اس کا منہ دیکھ کر اسے چوم لیا۔ کملا نگاہیں نیچی کئے بیٹھی رہی۔ راج رمنی کے دل میں خیال پیدا ہوا۔ "کاش مجھے بھی ایسی بہو ملتی۔"
رات کو راج رمنی کو پھر بخار آیا۔ ڈاکٹر نے کہا "ماں اب تبدیل آب و ہوا کے لئے کہیں باہر چلنا ہوگا۔"
"نہیں یہ نہ ہوگا۔ اب چند دن اور زندگی ہے۔ شری گنگا جی کے چرنوں میں جان دینا چاہتی ہوں۔ ہری داسی بیٹی! تو دروازے کے پاس کیوں کھڑی ہے۔ جاؤ سو جاؤ۔ نلن بیٹا تو بھی سو رہ۔ میں تو چند دن کی مہمان ہوں۔"
نلن کانت چلے گئے تو کملا اندر داخل ہوئی اور پلنگ کے پائنتے پر بیٹھ کر راج رمنی کے پاؤں کو دبانے لگی۔
"اگر میں غلطی نہیں کرتی تو پہلے جنم میں تو میری بیٹی تھی۔ تم جب مجھے ہاتھ لگاتی ہو تو میرا دل ایک خاص قسم کی خوشی محسوس کرتا ہے۔ تو نے صرف دو دن میں ہی میرا دل اپنی مٹھی میں کر لیا ہے۔ اب جاؤ سو جاؤ۔ رات کافی چلی گئی ہے۔ نلن پاس والے کمرے میں موجود ہے۔ تم سوچتی ہوگی خواہ مخواہ میں نلن کا نام ہر بات میں کیوں لے آتی ہوں۔ مگر جس کا ایک ہی لڑکا ہوتا ہے۔ اور ہوتا ہے ہونہار۔ اس کے دل کا حال تم کیا جانو۔" اصرار کے بعد۔ کملا چلی گئی۔
اگلے دن کملا نے گھر کا تمام انتظام خود ہی سنبھال لیا۔ صبح ہی گنگا جل لے کر راج رمنی کے کمرے میں داخل ہوئی۔
"ہری داسی کیا تم اکیلی گھاٹ گئی تھی۔ ابھی کم سن ہو اکیلی جانا اچھا نہیں۔"

ماں! مجھے معلوم تھا کہ آپ کی طبیعت اچھی نہیں۔ میرے باپ کے گھر ایک ملازم تھا۔ وہ بھی یہاں ہی آگیا ہے۔ اس کے ساتھ گئی تھی۔

"بہت اچھا ہوا انہیں کام میں مدد ملے گی۔ اسے بلاؤ تو"

کملا امیش کو لے کر کمرے میں داخل ہوئی۔ امیش نے ہاتھ جوڑ کر پرنام کیا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"امیش"

"تجھے یہ اچھے کپڑے کس نے دیئے"

کملا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے — "ماں نے"

امیش کی مدد سے کملا نے کام جلدی ختم کر لیا۔ پھر خود ہی نلنی کانت کے کمرے کی صفائی کی۔ ایک میلی دھوتی پڑی تھی۔ اسے صاف کر کے دھوپ میں ڈال دیا۔ الماری کھولی دیکھا کھڑاؤں کا ایک جوڑا پڑا تھا۔ کملا نے انہیں نمسکار کیا۔ پھر اٹھا کر سینہ سے لگا لیا۔

شام کا وقت تھا۔ دھوپ کی مدھم روشنی کھڑکی کے راستہ اندر داخل ہو رہی تھی۔ کملا راج رمنی نے پلنگ پہ بیٹھی اس کے پاؤں دبا رہی تھی۔ اتنے میں ہیم نلنی گلدستہ ہاتھ میں لے کر کمرے میں داخل ہوئی ——— اور ہاتھ جوڑ کر راج رمنی کو پرنام کیا۔

راج رمنی اٹھ کر بیٹھ گئی ——— آؤ بیٹی! بیٹھو!! بابو آنند چرن کا کیا حال ہے؟"

"آج تو اچھے ہیں۔ کل ان کی صحت کچھ خراب تھی۔ اس لئے نہ آسکی"

"بیٹی مدت ہوئی میری ماں مرگئی تھی۔ اب پھر پیدا ہوئی ہوئی ہے۔ اور مجھے مل گئی ہے۔ پہلے نام تھا ہری بھامنی۔ اب ہری داسی نام رکھا ہے۔ ایسی راج لکشمی کیا پہلے کبھی دیکھی ہے؟"

کملا نے سر جھکا لیا ——— نلنی نے دریافت کیا

"ماں! آپ کا کیا حال ہے؟"

"کیا پوچھتی ہو میری عمر تو ختم ہو چکی۔ کئی دن سے تمہارے منہ کی طرف دیکھ رہی ہوں۔ کل رات مجھے پھر بخار آ گیا تھا۔ اب میرا خیال ہے دیر کرنے کی ضرورت نہیں بچپن سے اگر مجھے کوئی میری شادی کے متعلق بات چیت کرتا۔ تو میں شرم سے مر جاتی مگر تمہاری تو بات ہی دوسری ہے۔ تم شادی کے قابل بھی ہو اور تعلیم یافتہ بھی ہو۔ اس لئے تمہیں کہنے میں کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا۔ اس دن بابو آنند چرن سے جو بات ہوئی تھی۔ کیا اس کے متعلق تمہیں بھی معلوم ہے۔

"ہاں" ہیم نلنی کے چہرے پر حیا کی سرخی دوڑ گئی۔ اس نے سر جھکا لیا۔

"شاید تمہیں پسند نہیں۔ کیوں بابو آنند چرن نے کوئی ذکر نہیں کیا شاید۔ تمہیں خیال ہے کہ نلن سنیاسی ہے۔ میری زندگی برباد ہو جائے گی۔ مگر ایسا نہ ہوگا بیٹی۔ میں تو اب جانے ہی والی ہوں۔ مجھے یہ امید ہے۔ کہ میری موت کے بعد وہ شادی نہ کرے گا۔ پھر اس کی حالت کیا ہوگی؟"

"ماں! کیا میں اس قابل ہوں! ـــــ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔"

راج رمنی اس بات پر بہت خوش ہوئی۔ نلنی کو اپنے پاس کھینچ کر اس کا منہ چوم لیا۔

"ہری داسی!" ـــــ راج رمنی نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تو وہاں موجود نہ تھی۔ نامعلوم کب چلی گئی ـــ کیوں کہ پاؤں کی آواز تک بھی پیدا نہ ہوئی ـــ کچھ دیر بیٹھ کر ہیم نلنی چلی گئی۔ تو ڈاکٹر نلنی کانت باہر سے آئے۔ راج رمنی نے دیکھتے ہی۔

"بس اب دیر نہ ہوگی!"

"کیا ہوا اماں!"

"ہیم نلنی ابھی یہاں سے گئی ہے۔ میں نے آج اس سے بالکل صاف طور پر دریافت کیا تھا۔ تو وہ مان گئی ہے۔ اب میرا کہا مانو۔ آدھی رات سے جاگ رہی ہوں۔ اور یہی بات سوچتے سوچتے یہ وقت آ گیا ہے۔"

"بہت اچھا اماں۔ تمہاری آگیا انوسار ہوگا۔"
نلنی کانت پھر کسی مریض کو دیکھنے کے لئے چلے گئے۔ راج رمنی نے آواز دی
"ہری داسی!"
کملا پاس والے کمرے سے باہر نکل آئی ــــ "بیٹی یہ پھول لے جاؤ اور پانی سے تر کر دے۔"

شام کی سیاہی پھیل رہی تھی۔ اس لئے راج رمنی نے کملا کے چہرے کا اتار چڑھاؤ نہ دیکھا۔ کملا نے ان میں کچھ پھول ڈاکٹر کے اپاسنا گھر میں رکھے۔ کچھ ان کے بستر پر تکیہ کے پاس رکھ دئے۔ اور دو چار پھول ان کی کھڑاؤں پر چڑھا دئے۔ پھر جھک کر پرنام کیا۔ اس کی آنکھیں اشک بار ہوگئیں۔ اور دو قطرے زمین پر جا گرے ــــ صرف یہی کھڑائیں اس کے دل کی تسکین تھیں ــــ اسی وقت پاؤں کی آہٹ سنائی دی۔ کملا نے جلدی سے کھڑکی بند کر دی اور دیکھا تو ڈاکٹر صاحب! بھاگنے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ "کاش میں شام کی تاریکی میں جذب ہو جاتی!"

کملا کو دیکھ کر ڈاکٹر صاحب واپس چلے گئے۔ اب کملا بھی وہاں نہ ٹھہر سکی اور دوسرے کمرے میں چلی گئی ــــ نلنی کانت پھر کمرے میں داخل ہوئے ــــ ہری داسی کھڑکی میں کیا کر رہی تھی۔ پھر یکدم اسے بند کیوں کر دیا۔ اس خیال کے آتے ہی نلنی کانت نے کھڑکی کھول کر دیکھا تو۔ کھڑاؤں پر شردھا کے پھول پڑے تھے انہوں نے دروازہ بند کر دیا اور خود جنگلے کے پاس آکھڑے ہوئے ــــ آفتاب غروب ہو چکا تھا۔ تاریکی ہر لمحہ بڑھ رہی تھی۔ نلنی کانت گال پر ہاتھ رکھے سوچ رہے تھے۔

باب ۱۶

ہری داسی

اُسی شام کو ——

ہیم نلنی اپنے کمرے میں بیٹھی ہوئی سوچ رہی تھی —— بڑی خوش نصیبی ہے۔ راج رہنی نے مجھے خود بُلوا لیا ہے۔ ماضی کے تمام خیالات پر خاک ڈالنی ہوگی۔ زندگی کی کشتی جو گرداب میں تھی۔ یکایک باہر نکل آئی ہے۔ عرصہ دراز سے جو دل بے چین اور بے قرار رہتا تھا۔ اب آزاد ہو گیا —— اس وقت نلنی کو اپنے دل سے ایک بوجھ سا اٹھتا معلوم ہوا۔ ہر طرف شانتی اور خوشی دکھائی دی۔

واپس آ کر نلنی کو خیال پیدا ہوا۔ اگر ماں زندہ ہوتی۔ تو اس سے سب کچھ کہتی۔ مگر پتا سے یہ باتیں کس طرح کر سکوں گی؟

آنند چرن کچھ کمزور تھے۔ اس لئے پہلے ہی سونے چلے گئے۔ مگر ہیم نلنی ابھی نہیں آئی تھی۔ وہ ایک پیڈ نکال کر کچھ لکھنے لگی۔ آسمان پر ستارے جھلملا رہے تھے۔ وہ بالکل خاموش —— اور رات اندھیری۔ نلنی نے لکھنا بند کیا۔ اور پھر باغ میں ٹہلنے لگی —— آج کافی رات گئے اسے نیند آئی۔

دوسرے دن سورج ڈھل چکا تھا۔ آنند چرن اور ہیم نلنی ڈاکٹر کے مکان کی طرف جانے کے لئے تیار تھے۔ اتنے میں ایک گاڑی مکان کے سامنے آئی۔ اور ایک ملازم نے آکر اطلاع دی —— "ماں! آئیں ہیں"۔

آنند چرن دروازے تک آئے اور بولے "زہے قسمت"۔

"آپ کی لڑکی کو آشیرباد دینے آئی ہوں"۔ نلنی برآمدے میں کھڑی تھی۔ راج رہنی نے دو کانٹے پیش کئے۔ نلنی نے انہیں پہن کر ہاتھ جوڑ کر راج رہنی کو پرنام کیا۔

"تمہارا سہاگ اٹل رہے"۔ راج رہنی نے اشیرباد دی۔

اگلے دن ——— صبح کا وقت تھا۔ عطر بیز ہوا خرام ناز تھی۔ ہیم نلنی باہر باغ میں ٹہل رہی تھی۔ کہ ایک گاڑی مکان کے سامنے رکی۔ جگندر نیچے اترا۔ نلنی چونک پڑی ——— "بھائی آ گئے"۔

"ہیم خوش ہو نہ؟"

"گاڑی میں کوئی اور بھی ہے؟"

"ہاں"——— اتنے میں رمیش گاڑی سے نیچے اترا ——— نلنی پر جیسے پہاڑ گر پڑا ہو۔ سانپ کو دیکھ کر جیسے کوئی چونک پڑتا ہے۔ یہی حال اس کا ہوا۔ آنکھیں چار ہوتے ہی وہ چشم زدن میں پیچھے ہٹی۔

ہیم ٹھہرو۔ تم سے ایک بات کہنی ہے"——— جگندر نے بآواز بلند کہا۔ مگر وہ نہیں ٹھہری۔ جیسے وہ کسی غیبی خطرہ کا مقابلہ نہ کر سکتی ہو ——— رمیش پر یک بارگی سب کچھ عیاں ہو گیا۔ "اب کیا کرنا چاہئے؟" ابھی وہ فیصلہ تک نہ پہنچا تھا۔ کہ جگندر اس کا ہاتھ پکڑ کر لے گیا۔

آنند چرن نے جب رمیش کو دیکھا۔ تو حواس اڑ گئے۔ ان کی کامیابی میں ایک اور دیوار حائل ہو گئی تھی ——— دونوں نے پرنام کیا۔ آنند چرن نے جگندر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ——— "تم وقت پر ہی آئے ہو۔ میں خط لکھنے والا تھا"۔

"کیوں؟"

"ہیم نلنی کے ساتھ ڈاکٹر نلنی کانت کی شادی قرار پائی ہے"۔

"مجھ سے پوچھ لیا ہوتا۔ خیر اس وقت میں نے آپ سے بہت باتیں کہنی ہیں"۔

"تمہیں نے تو یہ تجویز کی تھی۔ اچھا اب میں جاتا ہوں۔ ڈاکٹر کے گھر بلاوا ہے۔ شام کو آؤں گا"۔

"آپ بخوشی جائیں۔ میں بھی رمیش کے ساتھ کسی ہوٹل میں جاتا ہوں۔ شام کو آؤں گا"۔

شام کو ___ راج رمنی باورچی خانہ میں داخل ہوئی۔

"بیٹی۔ کل آنند جرن اور ہیم نلنی کی دعوت ہے۔ کیا تیار کرو گی ___ تمہارا چہرہ کیوں اترا ہوا ہے؟ اچھی ہو نا؟"

"ہاں اچھی ہوں" ہری داسی نے ہنسنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"مجھ سے کیوں شرماتی ہو۔ میں تمہیں اپنی لڑکی سمجھتی ہوں۔ اگر کسی سے ملنا چاہو تو کہہ دیا کرو۔ کوئی تکلیف ہو تو بتا دیا کرو۔"

"ماں! تمہاری خدمت کے سوا کچھ درکار نہیں۔ جب تک تمہارے چرنوں میں ہوں خوش ہوں۔"

"اگر اداس ہو گئی ہو تو چکر ورتی کے پاس چلی جاؤ ___ تمہیں مجھ سے بڑی محبت ہے۔ اچھا جاؤ سو رہو۔ رات بہت ہو گئی ہے۔"

کملا اپنے سونے والے کمرے میں گئی اور ملبے غل کر کے زمین پر بیٹھ گئی۔ ہاتھ جوڑ کر بھگوان سے پراتھنا کرنے لگی ___ "بھگوان جس کی خدمت میں آئی اس کی سیوا سے محروم ہو رہی ہوں۔ صرف ایک ہی سہارا تھا۔ سو وہ بھی ختم ہو رہا ہے۔ اب تو دور رہ کر ہی سیوا کرنی ہو گی۔ پربھو قوت دو۔ تاکہ سب کچھ درست کر سکوں ___ اب دکھ کو دل میں کبھی جگہ نہ دینی ہو گی۔ چہرے پر ملال نہ ہو گا۔ خدمت کروں گی اور مگن رہو گی"

اس کے بعد بستر پر لیٹ گئی۔ مگر نیند کہاں تھی ___ کافی رات گئے نیند آئی مگر پھر بھی کئی بار جاگ اٹھی۔ جیسے کوئی خوفناک خواب دیکھ کر چونک اٹھا ہو ___ پھر خود بخود کہہ اٹھتی "خدمت کروں گی خدمت اور کچھ نہیں چاہتی"

صبح اٹھی ڈاکٹر کے پوجا مندر میں گئی۔ آنچل سے تمام کمرہ صاف کیا۔ پھر گنگا اشنان کو چلی ___ کیونکہ ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق راج رمنی اشنان کے لئے نہیں جاتی تھی۔ ہری داسی کے ساتھ صرف امیش جاتا تھا۔

ہری داسی گھر پہنچی تو دعوت کی تیاریاں کرنے لگی۔ اتنے میں ڈاکٹر نلنی کانت آئے کملا نے جلدی سے گھونگھٹ نکال لیا۔

"ماں! آج پھر نہانے جا رہی ہو؟ نہ جاؤ!"

"یہ مجھ سے نہ ہو سکے گا۔ جو یہاں رہ کر بھی گنگا اشنان نہیں کرتا وہ پاپ کا بھاگی ہوتا ہے ــــــ کیا تو بھی جا رہا ہے؟ جلدی آنا۔"

"کیوں؟"

"میں بھول ہی گئی تھی۔ آنند چرن تمہیں آشرباد دینے آئیں گے۔"

"وہ تو مجھے روزانہ ملتے ہیں پھر یہ عنایت کیسی؟" کل میں ہیم نلنی کو آشرباد دینے گئی تھی آج

"وہ آئیں گے — ہیم مان گئی ہے نا۔"

راج رمنی گنگا اشنان کے لئے چلی گئی۔ اور ڈاکٹر سر جھکائے کسی مریض کو دیکھنے

ہیم نلنی رمیش کو دیکھتے ہی واپس کمرے میں چلی آئی۔ دروازہ بند کر کے بیٹھ گئی۔ جب خیال یکجا ہوئے۔ تو اسے بڑی شرم محسوس ہوئی ــــــ میں کیوں نہ رمیش بابو کے سامنے کھڑی رہ سکی۔ بالکل توقع ہی نہ تھی۔ یکایک اس نے کیوں مداخلت کی ــــــ اعتبار نہیں ــــــ کیا تمام عمر اس درد میں مبتلا رہنا ہوگا؟"

اس کے بعد نلنی نے دروازہ کھولا۔ مگر پھر دل میں خیال آیا۔ صندوق کھولا راج رمنی کے دئے ہوئے کانٹے نکال کر پہن لئے۔ جس طرح راجپوت سپاہی جنگ میں مسلح ہو کر جاتا ہے۔ بڑے غرور سے سر اٹھائے گلشن کی طرف روانہ ہوئی۔ اس حالت میں دیکھ کر آنند چرن نے دریافت کیا۔

"کہاں چلی ہو بیٹی؟"

"رمیش بابو کو ملنے!"

"وہ چلے گئے ہیں۔"

تھوڑی دیر بعد نلنی اور آنند بابو راج رمنی کے گھر گئے۔ ہیم کا اترا ہوا چہرہ دیکھ کر راج رمنی کا دل بیٹھ گیا۔ اس کے دل میں خیال پیدا ہوا۔ میں نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ جو ہیم نلنی ایسی نئی تہذیب کی دلدادہ لڑکی کو انتخاب کیا ہے کیا یہ میرے نلن کو اپنے قابل نہیں سمجھتی۔"

آنند چرن سے باتیں کرتے ہوئے اس طرح کے خیالات راج رمنی کے دل میں پیدا ہوئے۔ راج رمنی نے کہا۔

"شادی کے لئے جلدی کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہیم کے متعلق تو کچھ جانتی نہیں۔ مگر نلن ابھی تک مکمل طور پر راضی نہیں۔"

راج رمنی نے یہ بات جان بوجھ کر بلند آواز میں کہی تھی۔ تاکہ نلنی کے کانوں تک پہنچ جائے۔ وہ سوچنے لگی "ایشو یہ کیا ہو رہا ہے"

نلنی کا آنے کے آنے میں کچھ دیر ہوئی۔ راج رمنی نے کہا: اسے معلوم تھا کہ آپ آرہے ہیں مگر پھر بھی اتنی دیر۔"

اس کے بعد راج رمنی باورچی خانہ میں گئی۔ دیکھا کام ختم ہو چکا ہے۔ ہری داسی ایک کونے میں چپ چاپ بیٹھی کچھ سوچ رہی ہے اس کا چہرہ مرجھایا ہوا ہے۔

"بیٹی! یہاں خاموش بیٹھی ہو۔ آنند چرن بوڑھے ہیں۔ ان کے سامنے آنے میں حرج نہیں۔ ہیم آئی ہے اس سے جا کر بات چیت کرو۔ میں بوڑھی ہوں اس کا دل نہیں لگا سکتی۔"

"میں ان کے ساتھ کیا بات کر سکتی ہوں۔ وہ پڑھی لکھی ہیں۔ اور میں بالکل جاہل۔ کچھ بھی نہیں جانتی ہے۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو بیٹی وہ لاکھ پڑھ جائے۔ مگر تم جیسی عزت کی مستحق نہیں۔ وہ صرف پڑھنے میں ہوشیار ہے مگر تم راج لکشمی ہو سب کچھ جانتی ہو۔ آؤ میں تمہیں زیور پہناؤں گی۔ لوگ حیران رہ جائیں گے۔"

نلنی کا غرور توڑنے کے لئے راج رمنی پوری طاقت استعمال کرنا چاہتی تھی۔ اور

حسن کے مقابلہ میں اسے نیچا دکھانا چاہتی تھی ـــــ راج رمنی نے ہری داسی کو ریشمی ساری پہنائی۔ جوڑا باندھا پھر بار بار اس کے منہ کی طرف دیکھ کر اس کا منہ چوم لیا ـــــ تو تو کسی محل میں رہنے کے قابل ـــــ مہارانی!"

"ماں! وہ لوگ اکیلے بیٹھے ہیں۔ دیر ہو رہی ہوگی"

"پروا نہیں! ـــــ آؤ بیٹی! شرم نہ کرو۔ تمہارا حسن دیکھ کر کالج کی انگریزی پڑھی ہوئی نئی تہذیب کی دل دادہ لڑکی پانی بھرے گی۔ وہ تمہارے سامنے سر اٹھانے کے قابل نہیں"

ہری داسی کا سنگار کرکے راج رمنی بہت خوش ہوئی۔ اس کا خیال صرف نلنی کو نیچا دکھانا تھا۔ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کمرے میں لے گئی۔ جہاں ہیم نلنی بیٹھی ہوئی تھی۔

ہری داسی کو دیکھ کر دونوں چونک پڑے۔ جب ہری داسی اور نلنی کا تعارف ہوا۔ تو وہ بالکل سادے لباس میں تھی۔ مگر آج ـــــ قیامت خیز حسن اور اس پر نئی طرز کا لباس۔ سونے پر سہاگہ کا کام تھا۔ نلنی تعظیم کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور باحیا لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بٹھا لیا۔

راج رمنی کے دل کا کنول کھل اٹھا۔ اسے معلوم ہوا کہ اس وار میں ہری داسی کی فتح ہوئی۔

"بیٹی جاؤ ہیم کو اپنے کمرے میں لے جاؤ۔ اور بات چیت کرو۔ اتنی دیر تک میں اور کام کرتی ہوں۔ دونوں بہن مل کر گھر کا کام کیا کرنا۔ اور میں تمہاری خدمت کروں گی"

کملا کے دل میں مد و جزر کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ وہ سوچنے لگی میں نلنی کو کیا خیال کرو۔ ایک دن ہوگا۔ جب یہ مالکہ بن کر آئے گی۔ بھگوان کی اپار مایا ہے۔ جو مالک تھی۔ وہ نوکر بنے گی اور ایک غیر مالکن۔ نلنی نے سلسلہ کلام شروع کیا۔

"بہن میں نے ماں سے تمہاری سب باتیں سنی ہیں۔ کلیجہ منہ کو آتا ہے میں تمہاری بہن

ہوں ـــــ کیا تمہارا کوئی اور ہے؟"

کملا کا کلیجہ جیسے کوئی چھُری سے نکال رہا ہو۔ "میری سگی کوئی بہن نہیں ایک چچازاد بہن ہے۔"

"میری بھی کوئی بہن نہیں۔ ایک تھی سو وہ بھی بچپن میں ہی مر گئی۔ اپنے دل کا راز کسی کو نہ بتا سکی۔ لوگ مجھے کچھ اور ہی خیال کرنے لگے ہیں۔ تم ایسا نہ سوچنا۔"

"بہن! کیا میں تمہیں اچھی لگوں گی۔ تم تو مجھے جانتی نہیں ہیں بالکل جاہل ہوں۔"

"جب تم بھی مجھے اچھی طرح جانوں گی۔ تو معلوم ہوگا کہ میں بھی تمہاری طرح ہوں بالکل جاہل۔ میں نے صرف بہت سی کتابیں پڑھ لی ہیں۔ بس اور دنیا کا کچھ معلوم نہیں اس لیے کہتی ہوں۔ کہ ہمیشہ میرے ساتھ رہنا۔"

"سب کچھ مجھ پر ڈال دینا۔ میں بچپن سے گھر کا کام سنبھالتی آئی ہوں۔ تم انہیں خوش رکھنا میں تمہاری خدمت کروں گی۔"

"بہن! تم نے تو اپنے خاوند کو شاید دیکھا بھی نہیں۔ کیا ان کی کوئی بات تمہیں یاد نہیں۔"

"خاوند کے متعلق کیا یاد رکھنے کی بات ہے۔ سوچو تو مجھے معلوم ہی نہیں۔ ہاں جب چچا کے گھر آئی۔ تب شیل سے ملاقات ہوئی۔ وہ اپنے خاوند کی خوب خدمت کرتی تھی۔ تب مجھے بھی ہوش آیا۔ میں نے اپنے خاوند کو دیکھا تو نہ تھا۔ مگر پھر بھی پریم اور بھگتی کا سمندر دل میں ٹھاٹھیں مارنے لگا۔ اب وہ ہر وقت مجھے نظر آتے ہیں ـــــ انہوں نے مجھے ٹھکرا دیا تھا ـــــ مگر میں نے انہیں پا لیا ہے۔"

ہیم نلنی یہ عقیدت بھرے الفاظ سن کر تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہو رہی۔ پھر بولی۔

"بہن! تمہاری سب باتیں سمجھتی ہوں۔ اسی طرح سب ملتا ہے۔ مگر پھر لالچ آجانے سے سب نشٹ ہو جاتا ہے۔"

ہری داسی نے یہ باتیں سمجھی یا نہیں! پتہ نہیں۔ مگر وہ ہیم نلنی کے منہ کی طرف

مسلسل دیکھتی رہی۔ پھر بولی۔

"دیدی! تم جو کہتی ہو سچ ہو گا۔ میں اپنے دل میں دکھ آنے ہی نہیں دیتی جتنا پایا ہے اسی میں خوش ہوں۔"

نلنی نے پیار سے ہری داسی کا ہاتھ پکڑ لیا۔ "جب تیاگ اور لابھ مساوی ہوتے ہیں۔ تب ہی فائدہ ہوتا ہے۔ یہی گورد یو نے بتایا ہے۔ بہن اگر تم جیسی عقلمی مجھ میں ہوتی۔ تو اپنے کو خوش قسمت خیال کرتی۔"

"تمہیں تو سب کچھ مل گیا۔ کسی بات کی کمی تو نہ ہو گی۔" ہری داسی نے یکایک سوال کیا۔

"جتنا پانے کی امید ہے اسی میں خوش ہوں۔ اگر زیادہ مل گیا تو وزن بڑھ جائے گا۔ اور دکھ ہو گا۔ میری باتیں سن کر حیران تو ہوئی ہو گی۔ میں خود بھی حیران ہوں۔ تمہیں کیا خبر دل میں کیا ہے۔ تمہیں پا کر مجھے ایک قدرتی طاقت میسر ہوئی ہے۔ دل کا بوجھ قدرے ہلکا ہو گیا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ شاید اتنی باتیں کرنے کی۔"

ہم نلنی جب اپنے مکان پر واپس آئی۔ تو کپڑے اتارنے کے لئے اپنے کمرہ خاص میں گئی۔ وہاں اسے ایک بہت بڑا لفافہ ملا۔ دیکھتے ہی پہچان گئی خط رمیش کا ہے۔ اس نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے اسے کھولا۔ اور پڑھنے لگی۔

اس خط میں رمیش نے کملا کے تمام حالات سلسلہ وار لکھے تھے۔ اور آخر میں لکھا تھا۔ ایشور نے میرا اور تمہارا رشتہ جوڑا تھا۔ مگر دنیا نے اسے برا سمجھ کر توڑ دیا ہے۔ تم اپنے دل کو کسی اور کی نذر کر چکی ہو۔ تم قصوروار نہیں اور مجھے بھی مجرم نہ سمجھنا۔ یہ بھگوان جانتے ہیں۔ کہ میں نے کملا سے ایک دن بھی پتنی جیسا سلوک نہیں کیا۔ مگر پھر بھی اس نے آہستہ آہستہ میرے دل کو اپنی طرف کھینچ لیا تھا۔ وہ میں جانتا ہوں۔ آج میرے دل کی کیا حالت ہے۔ یہ مجھے بھی معلوم نہیں۔ اگر تم نفرت نہ کرتی۔ تو میں یہ گنہگار دل تمہاری نذر کرتا۔ مگر آج ——— میرے دل میں طوفان

بیاہ ہوگیا ہے۔ اب سوچتا ہوں کیا کملا کو بھول جاؤ یا نہ۔ میں نے بہت قصور کیا ہے جو دو عورتوں کو اپنے دل میں جگہ دی۔ اور اب انہیں بھول جانا میری طاقت سے باہر ہوگیا ہے۔ آج تمہیں دیکھ کر جو چوٹ دل کو لگی۔ اس سے سمجھ گیا ہوں۔ کہ میں بدنصیب ہوں۔ مگر اب میں خوش ہوں۔ اب میں خوشی سے تم سے رخصت ہو رہا ہوں۔ تمہاری خوشی میں میری خوشی پنہاں ہے۔ مجھے برا نہ سمجھنا۔

رمیش

آنند چرن یکایک نلنی کو اپنے پاس دیکھ کر بولے۔ "اچھی ہو۔ نا؟"

"ہاں! رمیش بابو کا خط آیا ہے پڑھ کر واپس کر دینا۔"

آنند بابو نے خط پڑھا۔ اور واپس بھیج دیا۔ پھر خیال کرنے لگے اچھا ہی ہوا رمیش خود ہی ایک طرف ہٹ گیا۔ نلنی کانت اس سے بہتر ہے ــــ وہ یہی سوچ رہے تھے۔ کہ نلنی کانت داخل ہوئے۔ انہیں دیکھ کر آنند بابو چونک پڑے۔ کیوں کہ صبح دو بار پہلے بھی ملاقات ہو چکی تھی۔ ڈاکٹر نزدیک آ کھڑے ہوئے اور یوں گویا ہوئے ــــ "میں شادی ہونے سے پیشتر چند باتیں کہنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں! فرمائیے۔"

"کیا آپ کو معلوم ہے کہ میری شادی ہو چکی ہے؟"

"ہاں! ــــ مگر ــــ"

"آپ کا یہی اندازہ ہے کہ وہ مر چکی ہے۔ مگر یہ ممکن نہیں۔ میرا خیال ہے وہ زندہ ہے۔"

"بھگوان کریں ایسا ہی ہو ــــ ہیم! ہیم!!"

ہیم نلنی نزدیک آ کھڑی ہوئی آنند چرن نے کہا۔ "تمہیں جو خط رمیش نے لکھا تھا۔" نلنی نے وہ خط ڈاکٹر کو دے دیا۔ اور کہا۔ اسے مکمل پڑھیئے" ــــ اور چلی گئی۔

خط پڑھ کر نلنی کانت خاموش کچھ سوچتے رہے۔ آنند چرن نے سلسلہ کلام کو

جاری کرتے ہوئے کہا ـــــ "کیسے دل ہلا دینے والے واقعات ہیں۔ آپ کے دل کو چوٹ تو لگی ہوگی۔ مگر پوشیدہ رکھنا بھی واجب نہ تھا۔"

مگر ڈاکٹر نے کوئی جواب نہ دیا اور خاموش بیٹھے سوچتے رہے۔ پھر رخصت ہو گئے۔ راستے میں نلنی پر نظر پڑی۔ دل میں سوچنے لگے کیسی خاموش کھڑی ہے۔ اس کے دل میں اس وقت جذبات کا طوفان ہے۔ کیا اس کو تسلی دینی چاہیئے؟ ـــ مگر ڈاکٹر کو دیکھ کر نلنی کمرے میں چلی گئی۔ دل سے دل کا ملنا آسان نہیں یہ سوچتے ہوئے ڈاکٹر باہر نکل گئے۔

ان کے چلے جانے بعد جگندر داخل ہوا آنند چرن نے پوچھا "کیوں اکیلے ہو؟"

"اور کون ہوتا؟"

"رمیش!"

میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ میرا دماغ خراب ہو گیا۔ میز پر یہ کاغذ پڑا تھا "جا رہا ہوں ـــ تمہارا رمیش"۔ "اب میں بھی جاتا ہوں مجھے ماسٹری اچھی ہے۔"

"مگر ہیم؟"

"اب میں کچھ نہیں کرسکتا۔ صبح کی گاڑی میں جا رہا ہوں۔ بانکی پور میں کچھ کام ہے۔"

آنند چرن خاموش ہو گئے۔ ان کا سر جھکا رہا تھا۔ عالم تاریک نظر آتا تھا۔

باب ۱۷

خوش انجام

آج کافی دنوں بعد شیبل اور چکرورتی نلنی کانت کے مکان پر آئے۔ ایک کمرہ میں

شیل اور کملا باتیں کر رہی تھیں۔ دوسرے میں راج اور جگرو رتی۔
"میں کل ہی غازی پور جا رہا ہوں۔ ہری داسی نے آپ کو تنگ تو نہیں کیا ؟ یا آپ اُسے ــــ"

"آپ کیا کہہ رہے ہیں ؟ بہانہ سے لڑکی کو بچانا چاہتے ہیں ؟"

"یہ میرا شیوہ نہیں۔ دے کر واپس کبھی نہیں لیا۔ خیال تھا شاید آپ کو تکلیف ہو۔ یا بعد میں نلنی کانت کہیں مفت میں روٹیاں چبا رہی ہے۔ ہری داسی بڑی نرم دل ہے۔

"ہری داسی جیسی لکشمی کو ساتھ رکھنے میں کبھی تکلیف نہیں ہو سکتی اور میرے نلن سے یہ امید رکھنا۔ ناممکن "

"یہ سب ٹھیک ہے مگر ہری داسی مجھے بہت عزیز ہے۔ اگر اس کے دل کو معمولی ٹھیس بھی پہنچی۔ تو میرا دل ٹوٹ جائے گا۔ ڈاکٹر اگر اس سے رنجیدہ خاطر ہوئے تو مجھے بہت دکھ ہوگا۔"

"آپ بالکل بے فکر رہیں۔ نلن بہت اچھا لڑکا ہے۔"

"خیر میں جانے سے پیشتر ایک بار ان کو ملنا چاہتا ہوں۔ تاکہ میں ہری داسی کے متعلق انہیں کچھ کہہ سکوں۔ معلوم ہوا ہے ان کی شادی ہونے والی ہے۔ لڑکی لکھی پڑھی اور سیانی ہے۔ اسی لئے اگر ہری داسی ــــ"

"شادی نہیں ہوگی"

"تو کیا رشتہ ٹوٹ گیا ہے ؟"

"ہوا ہی کب تھا۔ میری ضد سے نلن راضی ہوا تھا۔ میں مرنے کے قریب ہوں کام ہو جاتا تو اچھا تھا۔"

"گھبرائیں نہیں سب ٹھیک ہو جائے گا۔ کیا میں ہری داسی کو اس کے غرض سے آگاہ کر دوں ؟"

"ہاں آپ جائیں۔ مجھے ایک کام ہے۔ میں وہاں جاتی ہوں۔"

پھر کہا۔ سب کام اب درست ہو گیا۔ جو باقی ہے اسے درست کرنا تمہارے اختیار میں ہے۔"
یکایک پاؤں کی آہٹ سنائی دی۔ کملا نے سر اٹھایا تو ڈاکٹر نلنی کانت سامنے کھڑے تھے۔ اس سے پہلے جیسے وہ جلدی سے چلے جاتے تھے۔ آج انہوں نے اب نہیں کیا۔ چلتے نلنی کانت نے کملا کو ایک نظر دیکھا تھا۔ اور نگاہیں اس کی آنکھوں کے راستے دل میں پیوست ہو گئیں تھیں۔ پہلے دن کی طرح کملا کو بھی شرم محسوس نہ ہوئی۔ اس کے بعد ڈاکٹر کی نگاہیں شیل پڑی۔ وہ جانے کے لئے تیار ہی تھے۔ کہ چکر ورتی بول اٹھے۔
آپ میرے عزیز ہیں۔ اور یہ میری لڑکی شیل ہے۔ آپ نے اس کی لڑکی کا علاج کیا تھا۔"
"اب وہ لڑکی اچھی ہے؟"
"ہاں!"
نلنی کانت بیٹھ گئے۔ چکر ورتی نے دیکھا کہ کملا جا رہی ہے ـــ کملا کا دل اس وقت اپنے قابو میں نہ تھا۔ وہ اسے سنبھالنے کے لئے اپنے کمرے میں جانا چاہتی تھی۔ اتنے میں راج رمنی داخل ہوئی۔ نلنی کانت اپنے کمرے میں چلے گئے۔ کچھ دیر راج رمنی اور چکر ورتی میں باتیں ہوتیں رہیں۔ پھر چکر ورتی کملا کا ہاتھ پکڑ کر نلنی کانت کے کمرے کی طرف لے گئے۔ شیل بھی ساتھ چلی۔ چکر ورتی نے ڈاکٹر کی طرف دیکھ کر کہا۔
"ڈاکٹر صاحب بیٹی ہری داسی کو یہاں چھوڑے جا رہا ہوں اسے کچھ دینا نہیں صرف اپنی خدمت کا موقعہ دیجئے۔ اچھی لڑکی ہے کبھی کوئی قصور نہ کرے گی۔"
کملا کے رخ روشن پر حیا کی سرخی دوڑ گئی۔ اس کی آنکھیں زمین میں پیوست ہو رہی تھیں۔ راج رمنی نے کہا۔
"آپ بالکل بے فکر رہیں میں اسے اپنی بیٹی کی طرح رکھوں گی۔ میں نے کل سے ہی اپنے تمام اختیارات اسے سونپ دئے ہیں۔ اب اس گھر کی مالکہ یہی ہے۔ میں نہیں"
"بس کافی ہے ہری داسی یہاں آ کر بہت خوش ہوئی۔ اس کا اور آپ کا کلیان ہو۔"

بلکہ ورتی کی آنکھیں ڈبڈبا آئی تھیں۔ ڈاکٹر نلنی کانت اپنے کمرے میں آرام کرسی پر بیٹھے خاموش سب کچھ سن رہے تھے۔ چند منٹ ٹھہر کر سب رخصت ہو گئے آفتاب غروب ہو رہا تھا۔ اس کی الوداعی کرنیں کھڑکی کے راستے اندر داخل ہو رہی تھیں۔ یہ کرنیں صبح کی کرنوں کی طرح سفید نہیں تھیں۔ بلکہ یہ کرنیں سرخی نما تھیں۔ یہ سرخی اور بیری داسی کے چہرے پر حیا کی سرخی دونوں مل کر ڈاکٹر کے دل کو گدگدا رہی تھیں۔

اسی دن ـــــ

ڈاکٹر نلنی کانت کے ایک دوست نے پھولوں کی ایک ٹوکری ارسال کی تھی۔ اور راج رتنی نے اسے کملا کے حوالے کر دیا تھا۔ جب ڈاکٹر شام کے وقت اپنے کمرے میں داخل ہوئے۔ تو تمام کمرہ پھولوں کی خوشبو سے معطر تھا۔ غروب ہوتے ہوئے آفتاب کی سنہری روشنی روشن دان سے کمرے میں داخل ہو رہی تھی۔ اس دلفریب منظر نے ڈاکٹر کے دل میں ہلچل مچا دی۔ جو دل روحانی رنگ میں سرابور تھا۔ جس میں ہمیشہ شانتی کی بنسری کی صدا بلند ہوا کرتی تھی۔ آج یکایک کسی دلفریب مسکراہٹ اور پازیب کی جھنکار سے جھوم اٹھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے بستر پھولوں سے سجا ہوا تھا۔ انہیں ایسا معلوم ہوا کہ خاموش پھول کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ اور خاص غیبی نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہے ہیں۔

ڈاکٹر نے ایک آدھ کھلا ہوا پھول اٹھا لیا۔ اس کی خوشبو سے اس کا دماغ مہک اٹھا۔ اسے آنکھوں سے لگایا پھر چوم لیا۔ آفتاب قریب قریب غروب ہو چکا تھا۔ آسمان پر آفتاب کے غروب ہونے سے پہلے جو بادل سفید نظر آتے تھے وہ اب سرخ نظر آ رہے تھے ـــــ وہ باہر جانے سے پہلے ایک بار اپنے بستر کے قریب تر آئے۔ اور چادر اٹھا دی۔ اور وہ پھول تکیہ کے اوپر رکھ دئے۔ باہر جاتے ہوئے انہوں نے دیکھا کہ چارپائی کے پاس کملا شرم سے زمین میں گڑی جا رہی ہے ـــــ کملا کیا تمہارے پاس اور کوئی جگہ نہ تھی۔ تو یہاں کیوں آئی۔ وہ آج اپنے ہاتھ سے بستر سجا رہی تھی اتنے

میں ڈاکٹر گئے۔ وہ دوسری طرف چپ چاپ بیٹھ گئی۔ اس وقت بھاگنا بھی آسان نہ تھا۔ اور چھپنے کی جگہ بھی نہ تھی۔ اس لئے اسے ہر جانب سے شرم نے گھیر لیا تھا۔

نلنی کانت باہر کی طرف روانہ ہوگئے۔ مگر دروازے کے پاس جاکر پھر ٹھہر گئے۔ اور نرم قدم رکھتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے اور کملا کے پاس کھڑے ہو کر بولے۔

"اٹھو! میرے سامنے شرم کیوں؟ —— تم —— تم ——"

دوسرے دن —— صبح کا وقت تھا آسمان بالکل منور تھا۔ جانبِ شمال سرخی چھائی ہوئی تھی —— کملا چکرورتی کے گھر آئی۔ اس وقت شیلجا اپنے کمرہ خاص میں تھی۔ کملا جاتے ہی اس سے چمٹ گئی۔ شیل نے بھی اسے سینہ سے لگا لیا۔ پھر پوچھا" کیوں؟ آج اتنی خوشی کیسی؟"

"یہ مجھے معلوم نہیں مگر دل ایک انوکھا خوشی محسوس کر رہا ہے۔"

"ذرا مفصل کہو میں شام کو تمہارے پاس تھی۔ اس کے بعد کیا ہوا چھپاؤ نہ"

"کوئی خاص نہیں مگر اب معلوم ہوتا ہے۔ جیسے انہیں پالیا ہو۔ تم سے چھپانے کی کوئی بات نہیں مستقبل کی بھگوان جانے۔ آج صبح سے ہی ایک خاص خوشی محسوس ہو رہی ہے۔ جیسے میری کائنات ہی بدل گئی ہے۔ ہر طرف خوشی کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مارتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ بس اور کچھ معلوم نہیں اور نہ ہی اس سے زیادہ میں کہہ سکتی ہوں۔ اب فکر ہے تو صرف یہ خوشی غم میں نہ تبدیل ہو جائے۔"

"بھگوان کی تم پر اپار کرپا ہے۔ وہ دیا کریں گے گھبراؤ نہ۔"

"میں بالکل نہیں گھبراتی۔"

ادھر یہ باتیں ہو رہی تھیں اور دوسرے کمرہ میں رمیش اور مہاشہ چکرورتی بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔

"رمیش بابو آپ کا کملا سے کیا تعلق ہے۔ یہ مجھے بخوبی معلوم ہو چکا ہے۔ اب آپ کملا کو بھول جائیں۔ اب آپ کی زندگی اس بکھیڑے سے بالاتر رہے۔"

میں نے سب چھوڑ دیا۔ مگر نلنی کانت کو سب کچھ کہے بغیر ایک بوجھ سا دل پر رہے گا۔ جو

ہیں اتارنا چاہتا ہوں۔ اور کچھ نہ کہنا چاہتا ہوں نہ کرنا چاہتا ہوں۔"

"اچھا آپ بیٹھیں میں آتا ہوں۔"

چکرورتی شیل کے کمرے میں گئے اور بولے "کملا چلو رمیش بابو آئے ہیں۔"

رمیش کمرے میں بیٹھا کھڑکی سے آسمان کی طرف مایوس نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ پاؤں کی چاپ سن کر دروازے کی طرف دیکھا تو ایک دوشیزہ سر ویمتن سر جھکائے پرنام کر رہی تھی۔ جب اس نے سر اٹھایا تو رمیش بھی بیٹھا نہ رہ سکا۔ اٹھ کھڑا ہوا اور بولا۔

"کملا!" ــــ مضبوط چٹان کی طرح با استقلال کھڑی تھی۔

"رمیش بابو! کملا کی تمام تکالیف آرام میں بدل گئیں ہیں۔ تمام رنج راحت میں تبدیل ہو گئے۔ اور تمام مایوسی حوصلہ میں رونما ہوئی ہے۔ اسے ایک روحانی چوٹ لگی تھی۔ اسی لئے آپ کو کچھ کہے بغیر یہ چلی گئی تھی۔ اور اب آپ سے یہ آشیرباد لینے آئی ہے۔"

رمیش کافی دیر چپ رہا پھر روندے ہوئے گلے سے بولا "کملا تمہارا کلیان ہو تم خوش ہو۔ میں بہت خوش ہوا۔ مجھ سے غلطی سے یا جان بوجھ کر جو جرم ہوا ہے۔ معاف کر دو۔"

کملا نے جواب نہیں دیا۔ اس کی آنکھیں آب گوں ہو رہی تھیں وہ دیوار کے سہارے کھڑی رہی۔

"اگر کوئی رکاوٹ دور کرنے کے لئے کسی سے کچھ کہنا ہو تو کہو۔"

کملا نے ہاتھ جوڑ کر کانپتے ہوئے الفاظ میں کہا ــــ "میری کوئی بات کسی سے نہ کہیں یہی چاہتی ہوں۔"

"آج تک میں نے کوئی بات کسی سے نہیں کی۔ کیا جال بچھ گیا تھا۔ اب وہ خود بخود سمٹ گیا ہے۔ صرف تمہاری خاطر ایک خاندان سے معمولی کیا ہے۔ جس سے تمہارا حرج نہیں چچا جی نے بھی سنا ہوگا ــــ آنند چرن اپنی لڑکی کی ــــ"

"ہیم نلنی کہیں ــــ کملا سب جانتی ہے۔"

"اگر کچھ کہنا ہو تو میں حاضر ہوں۔ اب میں آزادی چاہتا ہوں۔ میرا دماغ کام

نہیں کرنا۔"

"رمیش بابو اب آپ کو تکلیف نہ اٹھانی ہوگی۔ بھگوان آپ کو آرام دیں۔ اور آپ کی زندگی رنگین بنے۔"

رمیش نے ایک بار پھر کملا کی طرف دیکھا اور کہا ——— "میں جاتا ہوں۔"

کسی نے رمیش کے ان کلمات کا جواب نہ دیا۔ بلکہ خاموش رہے —— کملا نے زمین پہ سر رکھ کر پرنام کیا۔ اور رمیش دروازے سے باہر ہوگیا۔ اس کے دماغ کی حالت اس وقت عجیب تھی۔ جیسے کوئی خواب دیکھ رہا ہو۔ وہ سوچنے لگا کملا سے ملاقات ہوگئی یہ بھی اچھا ہوا۔ جو کام اتنی آسانی سے ہوگیا وہ نہ ہوتا۔ یہ درست ہے کہ راز راز ہی رہا۔ کہ کملا غازی پور سے کیوں گئی تھی۔ مگر جاننا بھی کوئی ضروری نہ تھا۔ اب تو مجھے مستقبل کو بنانا ہے۔ ماضی کو سوچنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

جب کملا واپس آئی تو دیکھا کہ آنند چرن اور ہیم نلنی بھی آئی ہوئی ہے۔ راج ہنی نے کہا۔

"ہری داسی آگئی ہو تم ہیم کو اپنے کمرے میں لے جاؤ۔ میں آنند بابو کی چلئے کا انتظام کرتی ہوں۔"

دونوں آہستہ قدم چلتی ہوئی ہری داسی کے کمرے میں پہنچیں۔ اندر داخل ہوتے ہی ہری داسی کے گلے میں ہیم نے بازو ڈال دئے۔ اور محبت بھرے لہجہ میں کہا۔

"کملا!"

"بہن! تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں کملا ہوں؟"

"کسی کی زبانی تمہارا تمام حال سنا تھا۔ بس مجھے یقین ہوگیا کہ تم کملا ہو۔ کیوں ہو؟ ——— یہ نہیں جانتی۔"

"میں اپنا اصلی نام کسی کو بھی بتانے کے لئے تیار نہیں۔ اسی نام کی مہربانی سے مجھے سیکڑوں دکھ اٹھانے پڑے ہیں۔"

"مگر آج اسی نام کی بدولت تمہاری قسمت چمکے گی۔"

"نہیں میں کچھ نہیں چاہتی میرا کوئی حق نہیں۔"

"مگر ڈاکٹر صاحب سے پوشیدہ نہیں رکھا جا سکتا۔"

"مگر ——— !"

"نہیں ایسے کام نہ چلے گا۔"

چشم زدن میں کملا کے چہرے کی رنگت تبدیل ہو گئی۔ وہ خاموش نلنی کے چہرے کی طرف دیکھنے لگی۔ اور پھر کسی برقی قوت کے زیر اثر زمین پر بیٹھ گئی۔ اور دو زانو ہو کر کہنے لگی۔

"بھگوان ——— آپ جانتے ہیں کہ میرا کوئی قصور نہیں۔ پھر میں یہ سرمندگی کیسے اٹھا سکوں گی۔ جرم نہیں کیا مگر سزا بھگتوں گی۔"

"سزا کیسی؟ ——— تمہاری بھلائی ہو گی کملا! اب اپنے آپ کو ظاہر کر دو۔"

"کیا مجھے سب برباد کر دینا ہو گا۔ جب یہ سوچتی ہوں تو دل کانپ اٹھتا ہے پوشیدگی ہی بہتری ہے۔" ——— کملا کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔

"کیا تمہارا خیال ہے کہ ان کو تمام حال کوئی دوسرا سنائے۔"

"نہیں یہ نہ ہو گا۔ میرا معاملہ ہے میں کہوں گی ——— خود ——— خود!"

"بس ٹھیک ہے میں دوبارہ تم سے مل سکوں یا نہ معلوم نہیں۔ میں اب جا رہی ہوں۔"

"کہاں؟"

"کلکتہ ——— مجھے بھولنا نہ ——— کبھی کبھی خط لکھتے رہنا۔ اچھا اب میں جاتی ہوں۔"

"سنسار ساگر میں کیسے رہنا ہے۔ کبھی کبھی آپ خط لکھتی رہنا۔ تمہارا خط لکھنے پر مجھے نئی زندگی ملا کرے گی۔"

"مجھ سے بہتر گورو تمہیں ملنے والے ہیں۔"

نلنی کا پریشان چہرہ دیکھ کر کملا کا دل بیٹھ گیا۔ تمام داستان اس پر عیاں تھی قدرت نے ہیم نلنی کو خود ہی اس چکر میں لا ڈالا تھا ——— آج تمام دن کملا ہیم نلنی کی بابت سوچتی رہی۔ کملا نلنی کے متعلق کچھ بھی نہ جانتی تھی۔ اسے صرف اتنا ہی معلوم تھا۔ کہ ڈاکٹر سے اس

کی شادی نہ ہوگی۔ ہیم نلنی اپنے باغیچہ سے بہت سے پھول ساتھ لائی تھی۔ شام کا وقت تھا۔ وہی پھول لے کر کملا ہار گوندھ رہی تھی۔ کہ راج رمنی داخل ہوئی۔

"بیٹی ہری داسی! نلنی مجھے پرنام کرکے واپس چلی گئی ہے۔ بہت اچھی لڑکی ہے اگر میں اسے بہو بنا سکتی ——— مگر نا معلوم نلن نے کیا سوچا ہے؟"

راج رمنی خود بھی اس شادی کے خلاف تھی۔ یہ اسے یاد نہیں رہا۔ باہر پاؤں کی چاپ سنائی دی۔ راج رمنی نے پکارا۔

"نلن ذرا ادھر آنا"

کملا نے اپنے دامن میں پھول چھپا لئے۔ اور گھونگھٹ نکال کر ایک طرف ہوگئی ——— ڈاکٹر صاحب کمرہ میں داخل ہوئے۔

"نلنی واپس چلی گئی ہے! کیا ملاقات ہوئی؟"

"میں اسٹیشن پر گیا تھا۔ انہیں گاڑی میں بٹھا آیا ہوں"

"ہیم جیسی لڑکی نہیں مل سکتی"

"نلنی کانت مسکرا کر خاموش رہے"

"ہنستے ہو؟ میں نے سب ٹھیک کیا تھا۔ مگر تم نے بگاڑ دیا۔ کیا افسوس نہیں آتا"

نلنی کانت نے کملا کی طرف دیکھا باریک آنچل میں اس کا چہرہ صاف نظر آرہا تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ کملا باخواہش نظروں سے ان کی طرف دیکھ رہی ہے۔ آنکھیں چار ہوتے ہی کملا شرم سے پانی پانی ہوگئی۔ اور اپنے پاؤں کی طرف دیکھنے لگی۔

"ماں میں تمہارے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرسکتا۔ مگر کیا مجھ جیسے شخص کو کوئی پسند کرے گا؟"

یہ بات سن کر کملا کی نگاہ ایک بار پھر اٹھی۔ نلنی کانت کا ہر عضو مسکرا رہا تھا۔ کملا نے خیال کیا اگر زمین پھٹے تو اس میں سما جاؤں۔

"جاؤ زیادہ نہ بولو مجھے غصہ آرہا ہے"

اسی شام کو کملا نے ایک بہت بڑا ہار تیار کیا۔ اور تر کپڑے میں رکھ کر ڈاکٹر کے

پوجا گھر میں رکھ آئی۔ اور اپنے کمرے میں آکر ان مدبھری نظروں کا تصور کرنے لگی ——— وہ میرے متعلق کیا سوچتے ہیں؟ یہ خیال رہ رہ کر اس کے دل میں آ رہا تھا۔ آخر دل نے فیصلہ کیا کہ میری تمام باتیں ان پر عیاں ہو گئی ہیں۔ وہ مجھے ضرور بدکار خیال کرتے ہیں ان کا خیال ہے کیسی بے شرم ہوں۔ جو خود بخود ——— اس خیال کے آتے ہی کملا کی آنکھیں آبگوں ہو گئیں۔

کملا کی تمام رات کروٹیں بدلتے بسر ہوئی۔ اس نے شب کو اپنے دل میں عہد کیا کہ کل ان کو تمام حال سنا دوں گی۔ بعد میں جو ہو گا دیکھا جائے گا۔

دوسرے دن کملا گنگا نہانے گئی۔ اس کا قاعدہ تھا کہ گنگا جل لاکر ڈاکٹر کے پوجا گھر میں چھڑکتی تھی۔ آج بھی اس نے ایسا ہی کیا۔ جب ڈاکٹر اندر آئے تو حیران ہوئے ——— کملا اپنا کام ادھورا ہی چھوڑ کر آہستہ آہستہ باہر کی طرف روانہ ہو گئی۔ چند قدم جا کر پھر ٹھہر گئی۔ پھر کچھ سوچتی رہی۔ کچھ سوچ کر پھر واپس آ گئی۔

وہ کیوں واپس آئی؟ یہ اسے بھی معلوم نہ ہو سکا۔ تمام کائنات اسے خواب سی معلوم ہو رہی تھی۔ کتنا وقت گذرا۔ اس کی بھی ہوش اسے نہ رہی تھی۔ اس نے اچانک نظر اٹھائی تو دیکھا کہ نلنی کانت اس کے سامنے کھڑے ہیں۔ کملا نے کسی غیبی طاقت کے زیر اثر اٹھ کر ان کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ اور پرنام کیا۔ ابھی ابھی نہانے کی وجہ سے اس کے بال ابھی تک نمدار تھے۔ جو اس وقت ڈاکٹر کے پاؤں پر پڑ رہے تھے۔ پھر کملا اٹھی اور پتھر کے بت کی طرح کھڑی ہو گئی۔ اسے معلوم بھی نہ ہوا۔ کہ کب اس کے سر کا کپڑا سرک گیا ہے۔ اور نلنی کانت پریم نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہے ہیں۔ وہ ابھی تک مدہوش اسی طرح کھڑی تھی۔ اسے معلوم تک نہیں کہاں کھڑی ہے۔ تمام تر قوتیں اکٹھی کر کے اسے کہا۔

"میں کملا ہوں"

یہ بات اس کے منہ سے نکلتے ہی اپنی آواز سے ہی اس کی تخیل ٹوٹ گیا۔ اس کے خیالات منتشر ہو گئے۔ تب اس کا تمام جسم کانپ اٹھا۔ سر نیچے کی طرف جھک گیا۔ دل دھڑکنے لگا۔ وہاں سے ہلنے تک کی بھی طاقت جاتی رہی۔ اور وہاں کھڑا رہنا بھی مشکل

ہوگیا۔ اس نے اپنی تمام قوت، تمام حوصلہ، تمام زندگی — "میں کملا ہوں" — صرف ایک لفظ میں ڈاکٹر کے پاؤں میں ادیں کر دیں۔ مسے اس شرم سے چھٹکارا پانے کا کوئی ذریعہ نظر نہ آیا۔ آخر نلنی کانت نے پریم سے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور کہا۔

"میں جانتا ہوں تم میری کملا ہو۔ آؤ میرے کمرے میں۔"

ڈاکٹر اس کمرے میں لے گئے۔ اور جاتے ہی اس کے گلے میں وہ پھولوں کا مالا پہنا دی۔ اور کہا۔

"آؤ دونو پرماتما کو نمسکار کریں۔"

دونو جب جھک کر پرنام کر رہے تھے۔ اس وقت آفتاب کی پہلی کرنیں ان کے چہروں پر پڑھ رہی تھیں۔

بھگوان کو نمسکار کر کے کملا نے ایک بار پھر پتی دیو کے پاؤں کو چھوا۔ اب اس کے دل میں شرم نہ تھی۔ چہرے پر سرخی نہ تھی۔ صبح کی روشنی کے ساتھ ساتھ اس کے حسین چہرے سے شانتی کی شعاع نکل رہی تھی۔

پتی بھگتی سے اس کا دل خوش ہو اٹھا۔ وہ ایک ٹک ڈاکٹر صاحب کے چہرے کی طرف دیکھتی رہی۔ یکایک اس کی آنکھیں چھلک پڑی۔ اور آنسو نکل کر گالوں تک بہنے لگے۔ یہ خوشی کے آنسو تھے۔ وہ اس خوشی کو برداشت نہ کر سکی۔ انتہا خوشی۔ ڈاکٹر خاموش کھڑے انہیں ہاتھ بڑھا کر اس کی بھیگی ہوئی لٹ کو پکڑ کر چہرے سے ہٹا دیا اور خود باہر چلے گئے۔

مگر کملا کی پوجا اب بھی ختم نہیں ہوئی۔ وہ اپنے عقیدت بھرے دل سے کچھ اور پوجا کرنا چاہتی تھی۔ اسی وجہ سے اسے ڈاکٹر نلنی کانت کے سونے والے کمرے میں اپنے گلے کی مالا الماری والی کھڑاؤں پر چڑھا دی۔ اور ان کو سر سے لگایا۔ پھر نمسکار کر کے انہیں اسی مقام پر رکھ دیا۔

اس کے بعد وہ بڑی ہوشیاری سے گھر کا کام کرنے لگی۔ آج اُسے

ہر کام اچھا معلوم ہوتا تھا۔ وہ جو کام کرتی خاص توجہ سے کرتی تھی۔ اسے
اس قدر محو و مصروف دیکھ کر راج رمنی نے خوش ہو
کر پریم کے بھرے ہوئے لفظوں میں کہا۔
"بیٹی! کیا کر رہی ہو۔ آج اکیلی ہی
تمام مکان کی صفائی کرو گی؟"
تیسرے پہر کام سے فرصت
پاکر کملا نے آج سلائی کو ہاتھ
نہیں لگایا۔ بلکہ اپنے کمرے میں
عجیب خیالوں میں ڈوبی بیٹھی رہی۔
——— اسی وقت ڈاکٹر
نلنی کانت ہاتھ میں ایک
ٹوکری لئے ہوئے اندر داخل
ہوئے۔ اور کملا سے یوں
گویا ہوئے۔
پیاری کملا! ان پھولوں کو پانی
سے تر کر رکھو۔ آج شام کے
وقت ہم تم دونوں مل کر ان
کو پرنام کرنے جائیں گے۔
کملا نے پریم کرے لفظ
سن کر سر جھکا لیا۔ "آپ
نے میرا تمام حال سنا ہی ہو
گا۔؟"
"تمہیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں میں سب جانتا ہوں۔"

Vithal Rao
Bedhum

کملا نے داہنے ہاتھ سے منہ چھپا کر کہا۔
"کیا اماں ا ـــــــ ہا" ـــــ اس کی زبان لڑکھڑا گئی۔ بہل الفاظ ادا نہ ہو سکے۔ ڈاکٹر نے منہ سے اس کا ہاتھ ہٹاتے ہوئے اور ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔
"ماں پیدائش سے ہی میرے سینکڑوں جرم معاف کرتی رہی ہے۔ جو غلطی ہی نہیں اسے وہ ضرور معاف کر دے گی۔

ختم شد

ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور کی زبردست

تصنیف

جیون پربھات

ایشیا کے شاعر اعظم ٹیگور کا ایک بلند پایہ بہترین ناول۔ اردو لباس ہیں۔ دنیائے افسانہ نگاری میں بے مثال چیز۔ زندگی کے تلخ تجربات۔ ایک بیوہ کی خونچکاں داستان حیات۔

قیمت مجلد صرف عہ

بھارت پستک بھنڈار امرتسر
کٹڑہ آلوالیہ
بازار گھنٹہ گھر